بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تنویر البرہان

تصنیف:

علامہ ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی
قادری قریشی

پبلشرز:

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ: ۶۸-۶۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۸/۷-کراچی

۲۸۶
۹۲

بر سبیل تحفہ خلوص

بخدمت اقدس

مخدوم و محترم حضرت علامہ محمد محفوظ الحق قادری صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

۱۰ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

۹ نومبر ۲۰۰۸ء

طالب دعا خاکپائے فقراء و علماء
فقیر القادری محمد مقصود حسین نوشاہی اویسی رضوی
R-31/17 گلبرگ، گلستان مصطفیٰ، کراچی۔ فون: 0300-2052808

نزیل لاہور شریف۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تنویر البرہان

تصنیف:

علامہ ابو الحسان حکیم محمد رمضان علی

قادری قریشی

پبلشرز:

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ: ۶۷-۶۸ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۷/۸ کراچی

نام کتاب ——— تنویر البرُہان

ترتیب وپیشکش — حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ——— حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ ستمبر ۲۰۰۱ء	۱۰۰۰
ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ دسمبر ۲۰۰۵ء	۱۵۰۰

مطبع

الافضل گرافکس

۱۶۶-ایم اے جناح روڈ- کراچی- فون ۲۶۲۹۹۰۵

e.mail:arfeen@cyber.net.pk

نذر

نذر بحضور حامی شریعت، پیرِ طریقت، ماحی شرک و بدعت
عاشقِ رسول شاہ شاہاں خواجہ خواجگان قطب العالم فقیرِ بے بدل
فقیرِ بے مثال فقیرِ محمدی فقیر فانی فی اللہ باقی باللہ
حضرت قبلہ شاہ محمد افضل المعروف "افضل سرکار" مدظلہ العالی
قادری، چشتی، (صابری، نظامی) قلندری رحمۃ اللہ علیہ
گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

الفقیر الی الرحمان
ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی
قادری، قریشی۔ غفرلہ
سنجھورو، سندھ۔ پوسٹ کوڈ ۶۸۲۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ابتدائیہ

اس وقت فقیر کے پیش نظر ایک کتابچہ "قرآنی درس توحید" ہے۔ اُسے "ابو خالد" خارجی وہابی نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتابچہ دو برگزیدہ ہستیوں نمبرا۔ حضرت قبلہ شاہ محمد افضل قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری المعروف "افضل سرکار" مدظلہ العالی اور نمبر۲۔ حضرت محترمہ بیگم راشدہ صدیقی۔ المعروف "رابعہ ثانی" مدظلہا العالیہ نے بغرض تحقیق ارسال فرمایا ہے۔ تاکہ فقیر قرآن مجید و حدیث شریف کی روشنی میں اس کتابچہ میں مندرجہ امور و مضامین پر گہری نظر ڈال کر صحیح صورت حال واضح کرے۔

یہ ان کی ذرہ نوازی ہے کہ انہوں نے اس فقیر ہیچمدان کو اس قابل سمجھا اور یہ اہم فریضہ مجھے سونپ کر اعزاز بخشا جب کہ بمصداق۔ فوق کلّ ذی علم علیم۔ فقیر سے بدرجہا زیادہ صاحبان علم و فضل موجود ہیں۔

منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشت
منت منہ کہ خدمت سلطان ہمے کنی

اس کتابچہ میں سب کچھ وہی ہے جو امام الوہابیہ "ابن عبدالوہاب نجدی" کی کتاب "کتاب التوحید" اور پیشوائے وہابیہ

اسماعیل دہلوی "تقویۃ الایمان" میں ہے اور ان کے پیرو دیگر وہابی اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آرہے ہیں اور ان کے جوابات علمائے حق و مشائخ اہلسنت بار بار بالتفصیل بہ دلائل قاطعہ دے چکے ہیں، خرافات و ہفوات نجدیہ وہابیہ کی تردید میں لاجواب کتب بہ تعداد کثیر شائع فرما چکے ہیں۔ جن کے جواب سے تمام وہابیہ ساکت و عاجز ہیں۔ تاہم یہ فرقہ ضالہ اس قدر ڈھیٹ ہے کہ ان میں سے جب کسی کی رگ وہابیت پھڑک اٹھتی ہے ان ہی مسائل کو پھر سے دہرانے لگتا ہے۔ میدان تقریر میں بھی ان کا یہی حال ہے کہ جب بھی ان کا کوئی بڑے سے بڑا دریدہ دہن پہلوان بحث و مناظرہ کے لئے کسی عالم حق کے بالمقابل ہوا چاروں شانے چت گرا۔ تاہم ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ چت گیا ہوا پہلوان ہار نہیں مانتا۔ پشت کی مٹی جھاڑ کر کہتا ہے۔ آؤ، پھر سہی اور انہی گھسے پٹے مسائل کی گردان شروع کر دیتا ہے۔

المیہ یہ ہے کہ نجدی وہابی "توحید" کی آڑ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کے ان فضائل و کمالات کو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں نہیں مانتے۔ ان محبوبان خدا کو کفار مشرکین کے معبودان باطل "بتوں" کے مقام میں شمار کرتے ہیں۔ ان سے توسل و استمداد کو شرک قرار دیتے ہیں۔ ان سے توسل و استمداد کرنے والے مسلمانوں کو مشرک کافر ٹھہراتے ہیں۔ کفار کی مذمت اور بتوں کی تردید میں وارد آیات قرآن انبیاء و رسل علیہم

الصلوٰۃ والسلام واولیاء کرام اور مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں جو عقائد واعمال قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور ان پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان، اجمعین۔ تبع تابعین، مفسّرین، محدثین، تمام علماء حق اور جملہ مسلمان عامل ہیں۔ ان عقائد واعمال کو رد کر کے کفر وشرک بتاتے ہیں۔

وہابیہ اپنے مختصر سے گروہ کے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ چنانچہ دیگر وہابیہ کی طرح ابو خالد نجدی وہابی اپنے کتابچہ کے صفحہ نمبر ٦ پر لکھتا ہے۔ "آپ حیران ہوں گے کہ مسلمان بھی شرک کرتے ہیں۔ جی ہاں۔ مسلمان کلمہ گو شرک کرتے ہیں اور بعض تو اشراک باللہ میں مشرکین مکّہ کے کان کتر لیتے ہیں۔ قرآن میں فرمایا۔ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ (پ ۱۳ ع ٦) ترجمہ:۔ اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود شرک کرتے ہیں"۔ "اس خدا کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے"۔

دیکھ لیجئے کہ۔ حسب دستور خوارج ابو خالد نے کس بے باکی کے ساتھ کفار کی مذمّت میں نازل شدہ آیت کریمہ کو مسلمانوں پر چسپاں کیا ہے، قرآن کریم کے منشاء کے برخلاف آیت کریمہ کا مفہوم بدل کر کس چابکدستی کے ساتھ اہل ایمان مسلمانوں کو مشرکین مکّہ سے بھی بڑے مشرک ٹھہرایا ہے۔ ابو خالد نجدی وہابی نے یہ لکھ کر کہ۔ "اس خدا کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مومن مشرک بھی ہوتے ہیں"۔ خدا تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہاں

فرمایا ہے کہ "مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اوران کی اکثریت ہے"۔
اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ہرگز یہ مطلب نہیں جو محرّف قرآن ابوخالد بتا رہا ہے۔ اس کی اس شیطانی حرکت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نجدی وہابی اپنے باطل نظریات کو صحیح باور کرانے اور مسلمانوں کو زبردستی مشرک کافر ٹھہرانے کی خاطر کس بے حیائی سے تحریف قرآن کرتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کی ایسی بہت سی مذموم حرکتیں سامنے آئیں گی۔ سردست فقیر چند معتبر بلند پایہ تفسیروں کی عبارتیں پیش کردیتا ہے تاکہ اس آیت مبارکہ کا صحیح مطلب واضح ہوجائے۔

وما یؤمن اکثرھم باللہ الاّ وھم مشرکون اوران میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت مشرکین کے رد میں نازل ہوئی جو "اللہ تعالیٰ کی خالقیت ورزاقیت کا اقرار کرنے کے ساتھ بت پرستی کرکے غیروں کو اس کی عبادت میں شریک کرتے تھے"۔ (خزائن العرفان)

تفسیر خازن۔ وما یؤمن اکثرھم باللہ الاّ وھم مشرکون۔
فکان من ایمانھم اذا سئلوا من خلق السموات والارض قالوا اللہ و اذا قیل لھم من ینزل المطر قالوا اللہ ثم مع ذالک یعبدون الاصنام ویشرکون وعن ابن عباس انہ قال انھا نزلت فی تلبیۃ المشرکین من العرب کانوا یقولون فی تلبیتھم لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الاّ شریک ھو لک تملکہ وما ملک۔ مشرکین کے ایمان کی یہ حالت تھی کہ جب ان سے پوچھا جاتا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا

ہے؟ وہ کہتے "اللہ نے" اور جب ان سے کہا جاتا۔ بارش کون اتارتا ہے؟ وہ کہتے "اللہ" اور پھر اس کے ساتھ ہی بتوں کی عبادت کرتے اور شرک کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ بلاشبہ یہ آیت مشرکین عرب کے تلبیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے "حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر تیرا ایک شریک کہ تو اس کا اور اس کی ملک کا مالک ہے" ایک شریک سے مراد ایک قسم کا شریک ہے۔ اس سے وہ اپنے سارے بت مراد لیتے تھے۔ مشرکین یہ بطور تلبیہ کہتے ہوئے طواف کعبہ کرتے تھے۔

تفسیر بیضاوی۔ وما یؤمن اکثرھم باللہ۔ فی اقرارھم بوجودہ وخالقیتہ الا وھم مشرکون بعبادۃ غیرہ۔ "اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ کے وجود اور اس کی خالقیت کا اقرار کرتے ہوئے ایمان نہیں لاتے مگر اس طرح کہ وہ غیر خدا کو اس کی عبادت میں شریک کرتے ہیں"۔

تفسیر جلالین۔ وما یؤمن اکثرھم باللہ۔ حیث یقرون بانہ الخالق الرازق۔ الا وھم مشرکون۔ بہ بعبادۃ الاصنام ولذا کانوا یقولون فی تلبیتھم لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک یعنونھا۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خالق رازق ہونے کا اقرار کرتے ہوئے بھی اس پر ایمان نہیں لاتے مگر اس طرح کہ بتوں کی عبادت کر کے شرک کرتے ہیں اور اسی لئے وہ اپنے تلبیہ میں کہتے ہیں لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ

وماملک اس سے وہ بُتوں کو مراد لیتے تھے"۔

تفسیر جامع البیان۔ ومایؤمن اکثرھم باللہ فی الاقرار بخالقیتہ الّا وھم مشرکون بعبادتھم غیرہ انّھم اذا قیل لھم من خلق السمٰوات والارض قالوا "اللہ"، وھم مشرکون بہ"۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ کی خالقیت کے اقرار میں اس پر ایمان نہیں لاتے مگر اس طرح کہ غیر خدا کی عبادت کرتے ہوئے مشرک ہیں۔ جب ان سے کہا جائے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کہتے "اللہ نے"، اور وہ اس کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتے ہیں"۔

تفسیر کمالین ومایؤمن اکثرھم باللہ الّا وھم مشرکون۔ ولذالک کانوا یقولون فی تلبیتھم للحج عند الطواف لبیک اللھم لبیک لاشریک لک الاشریکا ھو لک تملکہ ای الذی ملک، الشریک۔ رواہ مسلم یعنونھا ای الاصنام اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اللہ پر شرک کرتے ہوئے۔ اور اسی لئے حج کے لئے طواف کرتے ہوئے اپنے تلبیہ میں کہتے تھے لبیک اللھم لبیک لاشریک لک الاشریکا ھو لک تملکہ ای الذی ملکہ الشریک۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اللہ کے شریک سے بتوں کو مراد لیتے تھے"۔ علمائے حق مفسرین عظام علیہم الرحمۃ کی تفسیروں سے بخوبی واضح ہوا کہ یہ آیت مبارکہ بت پرست کفار مشرکین کی تردید میں نازل ہوئی ہے مگر ابو خالد نجدی وہابی لکھتا ہے۔ "اس خدا کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے"۔

ابوخالد نجدی نے آیت مبارکہ کے معنی اور مطلب کو بگاڑ کر بت پرست مشرکین کے بجائے مومن مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا ہے۔ منشاء قرآن کے برخلاف لکھ کر اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے خدا تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہرگز نہیں فرمایا کہ "مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے" کوئی مومن مشرک نہیں ہوسکتا۔ کوئی بھی مسلمان بتوں کی پوجا نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کسی کو خدا کی خدائی میں شریک ٹھہراتا ہے اور اس پر سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مشرک نہیں ہوں گے

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر پر تشریف فرما ہوئے فقال انی بین ایدیکم فرط و انا علیکم شہید وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی ھذا وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض وانی لست اخشی علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوا فیہا وزاد بعضھم فتقتتلوا فتھلکوا کما ھلک من کان قبلکم فرمایا میں تمہارے آگے پیشرو ہوں (کہ تمہارے لئے آرام و آسائش کا سامان کروں) اور تمہارا نگران اور گواہ ہوں (میں تمہارے ایمان، اعمال، قلبی حالات کا علیم و خبیر ہوں، نگران ہوں مجھے ہر شخص کے ایمان اور درجہ ایمان کی ہر وقت خبر ہے) اور تمہارے وعدہ کی جگہ حوض (کوثر) ہے (جہاں تم سے میری

خصوصی ملاقات ہوگی اور میں تمہارے لئے شفاعت کروں گا۔)
اور میں اس (حوض کوثر) کو اس جگہ (مقام) سے دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئیں (مجھے تمام خزائن الارض کا مالک و مختار بنا دیا گیا ہے) میں تم پر یہ خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن میں تم پر دنیا کا خوف کرتا ہوں کہ تم اس میں رغبت کر جاؤ۔ اور بعض (راویوں) نے یہ زیادہ کیا کہ پھر تم آپس میں جنگ کرو تو اس طرح ہلاک ہو جاؤ جیسے تم سے پہلے والے ہلاک ہو گئے۔ (مشکوٰۃ) ثابت ہوا کہ مومن ہرگز مشرک نہیں ہوتے لیکن وہابیہ کا ہز ماسٹرز وائس ابو خالد نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو رَد کرتا ہے اور لکھتا ہے۔ "مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے"۔ یعنی سفہاء الاحلام وہابیوں کے سوا سارے مسلمان مشرک ہیں۔ اس لئے کہ یہ فرزندان توحید۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل و استمداد کرتے ہیں، ان محبوبان خدا کو شفیع اور مددگار جانتے اور مانتے ہیں لیکن نجدی وہابی تعلیمات قرآن کو نہیں مانتے ارشادات خدا و رسول خدا کو ٹھکرا کر توسل و استمداد کو شرک صریح قرار دیتے ہیں۔ اور توسل و استمداد پر عامل مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔ منکرین وہابیہ کو قرآن و حدیث میں شرک سجھائی دیتا ہے۔ مثلاً مندرجہ بالا حدیث

میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو امور بیان فرمائے ہیں یہ سب امور وہابیہ کے نزدیک کفر و شرک میں داخل ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ابو خالد نجدی وہابی کا کتابچہ "قرآنی درس توحید" از اوّل تا آخر اسی طرح کی تحریف قرآن و حدیث اور دجل و فریب پر مشتمل ہے اور فقیر نے بعونہ تعالیٰ ثم بعون رسولہ الاعلیٰ علیہ التحیۃ والثناء۔ ابو خالد نجدی وہابی کے دجل و تلبیس کا پردہ بدلائل قاہرہ چاک کر دیا ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں اہم مسائل کی وضاحت کر دی ہے۔ جس سے وہابیہ کے تمامتر ہفوات و خرافات اور باطل نظریات کی مکمل تردید ہو جاتی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب محمّد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ اجمعین کے صدقے میں فقیر کی اس سعی حقیر کو شرف قبولیت بخشے۔ مسلمانوں کے لئے نافع اور فقیر کے لئے ذریعہ نجات بنادے۔ آمین۔

الفقیر الی الرحمان

ابوالحسان حکیم محمّد رمضان علی

قادری، قریشی، غفرلہ

سنجھورو، سندھ۔ ۸ شعبان المعظم ۱۴۱۷ ہجری بمطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۹۶

گروہ وہابیہ کا مختصر تعارف

جب خوارج الاصل نجدیہ، وہابیہ کے اسلام دشمن تاریخی کردار کی وضاحت کی جاتی ہے اور ان کے مذموم عقائد کی تردید کی جاتی ہے تو یہ چالاک اور فریب کار شور مچاتے ہیں کہ دیکھو جی، یہ سنی مولوی ہمیں بُرا بھلا کہہ کر فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، مسلمانوں میں انتشار برپا کر رہے ہیں اور ان کی اصلیت سے ناواقف مسلمان ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں۔ اس کو کس لئے بُرا کہتے ہو، کیا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں؟ یہ قرآن کے حافظ ہیں، قاری ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ صورت حال صرف اس لئے ہے کہ ایسا کہنے والے نہیں جانتے کہ اصل فساد کی جڑ خود نجدی وہابی ہیں جو "توحید" کی آڑ میں محبوبان خدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے خداداد فضائل وکمالات۔ علوم وتصرفات اور ان کے فیوض وبرکات کے منکر ہیں۔ حبیب کبریا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تنقیص وتوہین کے مرتکب ہیں اور اس کے باوجود صرف خود کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اپنے علاوہ تمام اہل اسلام کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔ اپنے خانہ ساز اصولوں کی بناء پر جو امور قرآن وحدیث سے بالصراحت ثابت ہیں ان امور کو علی الاعلان شرک قرار دیتے ہیں۔ ان

کے بے اصل فتوؤں کی زد سے علمار کرام، اولیار عظام، مفسرین، محدثین، ائمہ مجتہدین حتیٰ کہ صحابہ کرام تک سب مسلمان مشرک قرار پاتے ہیں۔ ابتدار اسلام سے لے کر آج تک ان کے گندے غلیظ فتوؤں نے امت مسلمہ میں فتنہ وفساد برپا کر رکھا ہے۔ اگر یہ نجدی وہابی اپنی ان مذموم حرکتوں سے باز آجائیں۔ انبیار واولیار کی تنقیص وتوہین سے بھرپور کتابوں کی نشرواشاعت نہ کریں۔ مسلمانوں کی دل آزاری کرنا چھوڑ دیں۔ تو کوئی بھی جھگڑا باقی نہ رہے۔ فساد کی اصل وجہ یہی ہے کہ یہ نجدی وہابی اپنی ہٹ دھرمی نہیں چھوڑتے۔ جب یہ ملحد بے دین لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے تو علمار حق اظہار حق سے کیونکر باز رہ سکتے ہیں؟ جب یہ لوگ عقائد باطلہ کی نشرو اشاعت میں سرگرم ہیں تو علمار حق کو بھی لامحالہ ان کی تردید وتغلیط کرنا پڑتی ہے۔ جو کہ ان کا فرض منصبی ہے۔

وہابیوں کی مکمل تاریخ سے واقفیت کے لئے فقیر کی تالیف "مکمل تاریخ وہابیہ" کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس کتاب میں ان کی ابتدار سے لے کر دور حاضر تک ان کا اسلام دشمن تاریخی کردار مکمل ثبوت کے ساتھ درج ہے۔ اور ان کے مخالف اسلام عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کی تردید اور ان کے گمراہ کن ہتھکنڈوں کی تفصیل فقیر کی تالیف "تنویر الایمان" ہر دو حصہ اور "گورکھ دھندا" میں موجود ہے۔ تاہم اس مقام پر بھی۔

خوارج الاصل نجدی وہابیوں کی اصل حقیقت

مختصراً بیان کردی جاتی ہے تاکہ ناواقف مسلمان ان مسلم نما دشمنان اسلام کی اصلیت سے واقف ہو کر ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آجائیں، ان سے دور رہ کر گمراہی سے بچ جائیں۔ اپنا دین و ایمان سلامت رکھ سکیں۔ واضح رہے کہ گروہ وہابیہ کا سلسلہ نسب معنوی اس منافق "ہرقوص بن زہیر" گستاخ رسول سے ہے جس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا بدترین مظاہرہ کیا تھا۔ جس کا ذکر احادیث میں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یمن سے آیا ہوا مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے۔ فجاء رجل کث اللحیۃ مشرف الوجنتین غائر العینین ناتئ الجبین محلوق الرأس فقال اتق اللہ یا محمد قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یطع اللہ ان عصیتہ ایامننی علی اھل الارض ولا تامنونی قال ثم ادبر الرجل فاستاذن رجل من القوم قتلہ یرون انہ خالد بن ولید فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من ضئضئ ھذا قوما یقرءون القرآن لایجاوز حناجرھم یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ (صحیح مسلم جلد اول صفحہ نمبر ۳۴۰) پس ایک

آیا الجھی ہوئی گھنی داڑھی والا بلند رخساروں، دھنسی ہوئی آنکھوں والا، پیشانی ابھری ہوئی۔ استرے سے سر منڈا ہوا۔ اس نے کہا اے محمد۔ اللہ سے ڈر (یعنی مال غنیمت تقسیم کرنے میں بے انصافی نہ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں تو اور کون اللہ کی فرماں برداری کرے گا؟ اللہ تو مجھے زمین والوں پر امین بناتا ہے آیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ پھر جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر مڑا (یعنی واپس جانے لگا) تو جماعت میں سے ایک آدمی غالباً خالد بن ولید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کو قتل کر دینے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی اصل سے ایک ایسی قوم نکلنے والی ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں سے تعرض نہیں کریں گے اور وہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ (شکار) سے پار نکل جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلوتہ مع صلوتھم وصیامہ مع صیامھم یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیتہ ینظر الی نصلہ الی رصافہ الی نضنئہ وھو قدحہ الی قذذہ فلا یوجد فیہ شیئ قد سبق الفرث والدم۔ الحدیث (مسلم جلد اول صفحہ ۳۴۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اس (معترض) کو جانے دو یعنی اس کو قتل نہ کرو پس یقیناً اس کے ایسے ساتھی پیدا ہوتے ہیں جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے (یعنی اس کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہو گی جن کی ظاہری نمازیں اور جن کے ظاہری روزے تمہاری نمازوں اور روزوں سے زیادہ خوش نما ہوں گے وہ بڑے نمازی اور روزہ دار ہوں گے مگر دین سے خارج۔ حضور کے سخت گستاخ اور بدگو) وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اُترے گا (شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ محدث قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس کے دو معنی بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے دل تعلیمات قرآن کو سمجھ نہیں سکیں گے اور تلاوت قرآن سے کچھ نفع حاصل نہیں کریں گے اور حلق، حنجرہ اور منہ سے ادائیگی حروف تقطیع وتلاوت کے سوائے قرآن سے ان کے لئے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ ان کا کوئی عمل اور تلاوت قرآن بارگاہ الٰہی میں نہ پہنچے گا۔ اور نہ قبول کیا جائے گا) دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ اس کی نوک اس کے پر اس کی لکڑی، اس کے نیچے کو دیکھو تو اس میں کچھ نہیں پایا جاتا حالانکہ وہ گوبر اور خون میں سے گزرا ہے (مقصد یہ ہے کہ جس طرح تیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ شکار جانور کے سارے اجزاء میں سے ہو کر گزرتا ہے اور جسم سے پار نکل جاتا ہے مگر خود اس کے

خون وغیرہ سے آلودہ نہیں ہوتا ایسے ہی وہ لوگ اسلام میں آکر اسلام سے نکل جائیں گے مگر ان میں اسلام کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آرہا ہے ان میں حافظ قرآن اور قاری بھی ہیں، مولوی بھی ہیں، عبادت گزار بھی۔ لیکن انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے سخت بے ادب گستاخ ہیں۔ ابو الوہابیہ تمیمی حرقوص بن زہیر کی طرح محبوب خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار بھی کرتے ہیں اور ان کی شان اقدس میں تنقیص و توہین کے مرتکب بھی ہیں۔ توحید کی آڑ میں ان کے خداداد فضائل و کمالات کے منکر ہیں۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔" اس حدیث سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے۔"
اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں ابھری پیشانی گھنی داڑھی اونچی کنپٹیوں والا سر منڈا ہوا۔ صحیح بخاری جلد جلد دوم صفحہ ۶۲۳ پر اس گستاخ رسول کے مندرجہ بالا حلیہ کے ساتھ "مشمر الازار" بھی وارد ہے یعنی اس معترض نے تہبند کھینچ کر باندھ رکھا تھا۔ اب بھی خوارج الاصل وہابیہ کی عموماً داڑھی لمبی، سر منڈا ہوا، پیشانی پر سجدہ کے داغ گھٹنے پائجامے یا اونچے تہبند ہوتے ہیں۔ خوارج کی یہ علامات دوسری روایات میں آئی ہیں۔ اہلسنت کو چاہیئے کہ داڑھی ایک مشت سے زیادہ نہ رکھیں، سر منڈانے کی عادت نہ ڈالیں ان لوگوں کی علامات سے بچیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے سیماھم التحالق (مسلم جلد

اول ص ۲۴۲) استرے سے سر منڈانا ان کی خاص علامت ہے۔
شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۶۱ میں ان علامات کے تحت حاشیہ پر مرقوم ہے۔ ایں حلیہ دلالت دارد بر شرارت وجہالت وقساوت قلب وہمہ خوارج ہمچنیں بودند۔ "یہ حلیہ شرارت وجہالت اور قساوت قلب پر دلالت کرتا ہے اور سارے خارجی ایسے ہی ہوتے ہیں"۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی پہچان کے لئے یہ علامت بھی ارشاد فرمائی۔ یتلون کتاب اللہ رطبا لایجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ (بخاری جلد دوم ص ۶۲۳۔ ۲۶۴) اور صحیح مسلم جلد اول ص ۳۴۱ میں ہے یتلون کتاب اللہ لینًا رطبًا (الحدیث) اس کے تحت حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں۔
ومعناہ سھلا لکثرۃ حفظتھم وقیل لینًا ای یلوون السنتھم بہ ای یحرفون معانیہ وتاویلہ۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کو آسانی سے پڑھ لیں گے اور کثرت سے حافظ قرآن ہوں گے۔ نیز یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کے معنوں اور تاویل میں تحریف کریں گے اور غلط مطلب نکالیں گے۔ اس کی تشریح وتصدیق اس روایت سے ہو جاتی ہے۔
کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین (صحیح بخاری ص ۱۰۲۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ

بُرا جانتے تھے اور فرماتے تھے یہ لوگ ان آیات قرآن کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تکون بعدی ائمۃ لایھتدون بھدای ولایستنون بسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس (صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۷) میرے بعد ایسے پیشوا پیدا ہوں گے جو میری ہدایت سے ہدایت نہ پائیں گے اور نہ میرے طریقہ پر چلیں گے ان میں ایسے لوگ کھڑے ہو جائیں گے جن کے دل شیاطین کے دل ہوں گے انسانی لباس میں۔" نیز فرمایا۔ دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم فیھا قذفوہ فیھا دوزخ کے دروازوں پر بُلانے والے جو دوزخ کی طرف لے جانے والی ان کی باتیں مانے گا اسے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ (یعنی ایسے پیشوا جو لوگوں کو ہدایت کے لباس میں گمراہی دیں گے، خیر دکھا کر شر دکھائیں گے، توحید کی آڑ میں گستاخی رسول کی تعلیم دیں گے، شربت ظاہر کر کے زہر پلائیں گے، یہ لوگ دوزخ میں بھیجنے کا سبب ہوں گے۔" حضرت حذیفہ بن الیمان نے عرض کی یارسول اللہ صفھم لنا یارسول اللہ آپ ہمیں ان کی پہچان بتا دیں؟ فرمایا۔ نعم۔ ھم قوم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا (صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۷۔ صحیح بخاری جلد اول ص ۵۰۹) ہاں، وہ ہمارے گروہ (مسلمانوں میں) سے ہوں گے اور ہماری زبان میں کلام کریں گے۔" نیز فرمایا۔ یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان السنتھم احلی من السکر وقلوبھم قلوب الذئاب الحدیث

(ترمذی جلد دوم ص ٦٣) آخر زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانے دنیا کمائیں گے۔ (دنیا کو دین کے ذریعہ دھوکہ دیں گے) لوگوں کے سامنے بھیڑوں کی کھال پہنیں گے (خود کو صلح پسند اور خوش اخلاق ظاہر کریں گے تاکہ لوگ انہیں پاکباز اور خدا رسیدہ سمجھیں) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی (حالانکہ) ان کے دل بھیڑیوں کے سے (خونخوار) ہوں گے"۔ یعنی دھوکہ سے جھپٹ کر لوگوں کے دین وایمان کو لوٹنے والے ہوں گے۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ یہ تمام باتیں سارے وہابیوں میں بہ تمام وکمال موجود ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا۔ لایزالون یخرجون حتی یخرج آخرھم مع الدجال فاذا لقیتموھم شر الخلق والخلیقۃ یہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی اگر تم ان سے ملو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت میں بدتر ہیں" نیز حضور انور نے مسلمانوں کو تاکیداً فرمایا ایاکم وایاھم ان لوگوں کو اپنے قریب نہ آنے دو اور نہ تم ان کے قریب جاؤ۔ انہیں خود سے دور رکھنا اور خود بھی ان سے دور رہنا تاکہ تم ان کی گمراہیوں سے بچے رہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ فتنہ خوارج نے اسلام اور مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اتنا کفار نے نہیں پہنچایا۔ انہوں نے سب سے پہلے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں انتشار وافتراق کا بیج بو کر مسلمانوں میں جنگ وجدال کی آگ بھڑکائی، انہی کی مذموم سازشوں کے نتیجہ میں حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ ان ہی لوگوں نے حضرت امیر المؤمنین علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (نعوذ باللہ) کافر قرار دے کر واجب القتل ٹھہرایا۔ ان ہی لوگوں نے علی الاعلان مسلمانوں کے خلاف تلوار بلند کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور مسلمانان امت کے خلاف صف آرا ہو کر جنگ کی اور مجاہدین اسلام صحابہ کرام علیہم الرضوان وشیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں پانچ ہزار کی تعداد میں مقتول ہو کر جہنم رسید ہوئے۔ چونکہ یہ لوگ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل تھے۔ اپنی گرفتاری اور قصاص سے بچنے کی خاطر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان قاتلان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے معاملہ پر اجتہادی اختلاف کو اس طریقے سے اُچھالا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دونوں پاکباز گروہ چارو نا چار آپس میں ٹکرا گئے۔ جب صلح کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اپنی طرف سے حَکَم یعنی پنچ مقرر کئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حَکَم مقرر فرمایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ تو ان خارجیوں نے کہا۔ علی اور معاویہ دونوں مشرک ہو گئے کیونکہ انھوں نے اللہ کے سوا اوروں کو حَکَم مان لیا اور پھر دس ہزار کی جمعیت سے علم بغاوت بلند کر کے حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ کے لئے صف آرا ہو

گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فہمایش کی اجازت چاہی اور ان کے حکم سے خوارج کے پاس گئے اور پوچھا۔ امیر المؤمنین کی کون سی بات تم کو پسند نہیں آئی؟ انہوں نے کہا۔ واقعہ صفین میں علی نے ابو موسیٰ اشعری کو حَکَم بنایا یہ شرک ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم نہیں مگر اللہ کے لئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اسی قرآن میں یہ آیت بھی تو ہے فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا زن و شوہر میں خصومت ہو جائے تو ایک حَکَم اس کی طرف سے بھیجو اور ایک حَکَم اس کی طرف سے اگر وہ اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا۔" (دیکھو، یہی طریقہ استدلال ہے جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب و امداد وغیرہما میں ذاتی وعطائی کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعوائے ایمان اور اثبات کی آیتوں سے انکار۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب کو سن کر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہو گئے اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی اور ذوالفقار حیدری سے جہنم واصل ہو گئے۔ ان کے چند آدمی بچے جن کی ذریت آج وہابیوں کی شکل میں امت مسلمہ کے لئے وبال بنی ہوئی ہے۔ خوارج کے قتل ہو جانے پر کسی نے کہا حمد ہے اسے جس نے ان خوارج کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔" کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ

ختم ہو گئے؟ ہرگز نہیں ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں کچھ باپ کی پیٹھ میں۔ جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہو جائے گا دوسرا سر اٹھائے گا۔ حتیٰ یخرج آخرھم مع الدجال یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔" اگرچہ حضرت امیرالمؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خداداد شجاعت و قوت سے خوارج کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ تاہم ان کی زیر زمین سرگرمیاں جاری رہیں اور بالآخر آپ نے بدبخت ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں مسجد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد یہی خوارج مختلف ناموں سے مختلف صورتوں اور شکلوں میں ہر زمانے میں موجود رہے ہیں کبھی زیر زمین رہ کر اور کبھی علی الاعلان حتیٰ کہ مختلف زمانوں میں روپ بہروپ بدلتے ہوئے ابتدائے تیرہویں صدی ہجری میں سرزمین نجد سے ابن عبدالوہاب نجدی کے ذریعہ جماعت وہابیہ کی صورت میں یہ عظیم فتنہ نمودار ہوا۔

اور وہاں سے پھیل کر دوسرے علاقوں میں پہنچا۔ برصغیر پاک و ہند میں سید احمد رائے بریلوی اور محمد اسماعیل دہلوی کے ذریعہ فتنہ وہابیہ کو فروغ ہوا۔ اور پھر بعد میں یہاں کے وہابی مختلف ناموں سے مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئے جو تاحال دونوں ممالک پاکستان اور ہندوستان میں سرگرم عمل ہیں۔ مذہب وہابیہ کی تمام تر بنیاد تحریف قرآن و حدیث اور دھوکہ و فریب پر قائم ہے یہ لوگ قرآن و حدیث کا نام لے کر قرآن و حدیث کے خلاف راہ دکھاتے ہیں۔ اسلام کی دعوت

دے کر گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ان کا مذہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کے خلاف ہے۔ جو امور قرآن وحدیث سے بالوضاحت ثابت ہیں۔ جن امور پر صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین سے لے کر آج تک مفسرین، محدثین، علمائے حق اور اولیاء امت کا اجماع ہے اور ان امور پر عمل پیرا ہیں یہ وہابی ان امور کو شرک وکفر قرار دے کر ان سب کو مشرک وکافر ٹھہراتے ہیں۔ ان کے اس طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے مسلّمہ راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اُمتِ مُسلمہ سے کٹے ہوئے ہیں۔ پس وہابیہ کے تمام گروہوں پر قرآن کریم کا فیصلہ ناطق ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (پ ۵ ع ۱۴) اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ فرمان الٰہی سے ثابت ہوا کہ طریق مسلمین ہی صراط مستقیم ہے۔ اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہوتی ہے۔ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شُذَّ فی النار (مشکوٰۃ باب الاعتصام) سواد اعظم کی اتباع کرو (امت کی بڑی جماعت کے ساتھ رہو) بلاشبہ جو سواد اعظم سے علیحدہ ہوا وہ الگ ہی آگ (جہنم) میں جائے گا۔

وما علینا الا البلاغ۔ وسلام علی من اتبع الھدی

وہابیوں کے ایک سوال کی دس شکلوں کا جواب

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی، جہل مرکب میں گرفتار، نشۂ توحید شیطانی میں سرشار ابوخالد نجدی وہابی نے اپنے خرافات واہیہ سے بھرپور کتابچہ کا آغاز یوں کیا ہے۔

"ایک سوال کی دس شکلیں"

کیا خدا کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟

اکثر مذہبی حلقوں میں یہ سوال کہ آیا خدا کے سوا (غیر اللہ) مشکل حل کرسکتا ہے؟ یا صرف خدا ہی اس پر قادر ہے، بڑے زور و شور سے اچھالا جاتا ہے مگر فریقین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہو پاتا۔ ایک ذی شعور انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے تو وہ اس سوال کو مختلف پہلوؤں سے جانچتا اور پرکھتا ہے کہ کس طرح خدا کے سوا اور کوئی ہستی مشکل کشائی کرسکتی ہے۔ اس سوال کی دس مختلف صورتیں ہیں۔

ایک شخص کو کسی مشکل کا سامنا ہے وہ چاہتا ہے کہ میری مشکل دور ہو وہ اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کو پکارنا چاہتا ہے جو اس کی مشکل دور کردے۔ اب.....

① اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کرسکتی ہے تو بتایئے کہ سائل اور مشکل کشا کے درمیان ہزاروں میل کی دوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سن سکتا ہے ؟

② بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اتنے فاصلے پر آواز سن سکتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں مثلاً سرائیکی والا سرائیکی میں مشکل پیش کرے گا، اسی طرح جرمن جرمنی زبان میں، انگریز انگریزی زبان میں اور پٹھان پشتو زبان میں آواز دے گا۔

③ اگر یہ بات بھی ثابت کردی جائے کہ وہ ہستی ہر زبان سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک لمحہ میں سینکڑوں یا ہزاروں لوگ اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ ان سب کی مشکلات اسی لمحہ سن اور سمجھ لے گا یا اس کے لئے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی ؟

④ کیا اس ہستی کو کبھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے۔ اگر کبھی نیند آتی ہے تو پھر ہمارے پاس ایک لسٹ ہونی چاہیے کہ کب اس کو نیند آتی ہے اور کب وہ جاگ رہا ہوتا ہے تاکہ ہم اپنی مشکل صرف اسی وقت پیش کریں جبکہ وہ سو نہ رہا ہو یا وہ نیند میں بھی سنتا ہے ؟

⑤ ایک شخص بولنے سے قاصر ہے وہ ایسی مشکل میں مبتلا ہے کہ اس کا گلا بند ہو چکا ہے اگر وہ دل ہی دل میں اپنی مشکل

پیش کرے تو کیا وہ اس کی دلی فریاد بھی سن لے گا؟

⑥ انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک چھوٹی بڑی تمام مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کرسکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر غیر ان تمام مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟

⑦ اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا خدا نے اٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات کسی غیر کو دے رکھے ہوں۔ ایسی صورت میں تو ہمارے پاس یہ فہرست ہونی چاہیے کہ کونسی مشکلات خدا تعالیٰ حل کرنے پر قادر ہے اور کونسی مشکلات غیر حل کرسکتا ہے تاکہ سائل اپنی مشکل اسی کے سامنے پیش کرسکے جو اس کے حل کرنے پر قادر ہو؟

⑧ کیا خدا کے سوا جو ہستی مشکل نکال سکتی ہے وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہے یا اس کی ڈیوٹی صرف حل کرنے پر ہے؟ اگر وہ مشکل حل کرسکتی ہے تو پھر ڈالنے والا کون ہے؟

⑨ بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ مشکلات ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا۔ بالفرض ایک ہستی مشکل ڈالنے پر مصر ہو اور دوسری مشکل حل کرنے پر تو دونوں میں سے کونسی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے لیگی؟

⑩ کسی بھی برگزیدہ یا گناہ گار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی

بخشش کے لئے اللہ کو آواز دی جائے یا مشکل کشا کو؟

ابو خالد نجدی وہابی کے تحریر کردہ ان دس سوالات کے علاوہ منکرین وہابی اس طرح کے جتنے بھی مضحکہ خیز جاہلانہ سوال کیا کرتے ہیں ان سب کا جواب قرآن وحدیث میں موجود ہے مگر چونکہ ان کے گرو دیو ابلیس لعین نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے ان کے دل ودماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اس لئے ان کو قرآن مجید میں ایسی آیات مبارکہ اور کتب حدیث میں وہ روایات حدیث دکھائی نہیں دیتیں جن میں انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے خداداد علوم وتصرفات اور فضائل وکمالات کا واضح بیان مذکور ہے۔ بمصداق ارشاد خداوندی۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل اولٰئک ھم الغٰفلون (پ ۹ ع ۱۲) وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں (یعنی حق سے اعراض کر کے آیات الٰہیہ میں تدبر کرنے سے محروم ہو گئے) اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں (راہ حق وہدایت) اور وہ کان جن سے سنتے نہیں (موعظت ونصیحت کو بگوش قبول) وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہو گئے اور مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ

ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اگلے صفحات میں ان شاء اللہ العزیز وہ آیات قرآن وروایات

حدیث درج ہوں گی جن سے منکرین کی تمام گمراہ کن باتوں کی تردید ہوتی ہے۔ سردست۔ مندرجہ ذیل حدیث قدسی ملاحظہ ہو۔ جس میں منکرین کے سوالات کا جواب شافی موجود ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عادیٰ لی ولیًّا فقد اٰذنته بالحرب وما تقرب اِلَیَّ عبدی بشی احب الی مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتیّٰ احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه۔ الحدیث (بخاری ص ۹۶۳ جلد ۲ مشکوٰۃ کتاب الدعوات) اللّٰہ تعالیٰ نے (اپنے رسول اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر) فرمایا کہ۔ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں نے اس کو اعلانِ جنگ فرما دیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ حملہ کرتا ہے اور اس کے وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ ودر بعضے روایات وفوادہ الذی یعقل بہ آمدہ ومی باشم دل وے کہ ادراک مے کند باں۔

ولسانه الذی یتکلم بہ وزبان وے کہ سخن مے کند باں و در آخر ایں حدیث در بعضے روایات ایں نیز زیادہ مے کند کہ فبی یسمع پس بہ من مے شنود وبی یبصر و بہ من مے بیند۔ وبی یبطش و بہ من مے گیرد۔ وبی یمشی و بہ من میرود۔" (اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص۱۹۴)

اور بعض روایات میں اور میں اس کا دل بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ ادراک کرتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ بات کرتا ہے اور اس حدیث کے آخر میں بعض روایات میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں کہ پس وہ (محبوب بندہ) میرے ساتھ (میرے ذریعہ) سنتا ہے اور میرے ساتھ (میرے ذریعہ) دیکھتا ہے اور میرے ساتھ (میرے ذریعہ) پکڑتا ہے اور میرے ساتھ (میرے ذریعہ) چلتا ہے۔" اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بُری چیز سے بچنا چاہتا ہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔ (الحدیث)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوئے۔

① عبد متقرب بالنوافل میں اس کے جسم اور صورت کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہو جاتا ہے یعنی "فنافی اللہ" کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور "فنافی اللہ" ہونے سے مراد بھی یہی ہے کہ بندہ اپنی خواہشات نفس سے اس طرح خالی ہو جائے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز تصرف کرنے والی (سننے، دیکھنے، بولنے، چلنے، ادراک کرنے، پکڑنے والی) باقی نہ رہے۔

(۲) عبد متقرب بالنوافل صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ کے نور سمع سے سنتا ہے اور اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔ نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر کمال انسانیت کے اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔

(۳) وماخلقت الجنّ والانس اِلّا لیعبدون کے معنی یہی ہیں جن کا مصداق یہ عبد مقرب ہے۔ عبادت کے معنی پامالی کے ہیں یعنی عبد مقرب اپنی انانیت اور صفات بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ ان کو فنا کر دیتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں اس کی اپنی صفات عبدیت کی بجائے صفات حق متجلّی ہوتی ہیں اور انوار صفات الٰہیہ سے وہ بندہ منوّر و مستنیر ہو جاتا ہے۔

اگر گردی تو در توحید فانی، زحق یابی بقائے جاودانی
فنا ترک ہوا را نام کردند، بقا جملہ صفاتش را شمردند

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر جلد پنجم ص ۶۸۷ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکایۃً عن رب العزت ماتقرب عبد اِلیَّ بمثل اداء ما افترضت علیہ ولایزال یتقرب اِلیَّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ، کنت سمعًا وبصرًا ولسانًا وقلبًا ویدًا ورجلًا بی یسمع وبی یبصر وبی ینطق

وبی یمشی وهذا الخبر یدل علی انه لم یبق فی سمعهم نصیب لغیر الله ولا فی بصرهم ولا فی سائر اعضائهم اذ لو بقی هناک نصیب لغیر الله تعالٰی لما قال انا سمعه وبصره۔ انتہی۔

(11) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر فرمایا: میرا بندہ میری طرف کسی چیز کے ذریعہ وہ نزدیکی حاصل نہیں کرسکتا جو ادائے فرائض کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور نوافل کے ذریعہ وہ ہمیشہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر جب وہ میرا محبوب ہوجاتا ہے تو میں اس کے کان اور آنکھ اور زبان اور دل اور ہاتھ اور پاؤں ہوجاتا ہوں وہ مجھ سے سنتا ہے، مجھ سے دیکھتا ہے، مجھ سے بولتا ہے، اور مجھ سے چلتا ہے۔ اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان بندگان مقربین بارگاہ ایزدی کی آنکھوں، کانوں بلکہ تمام اعضاء میں غیر اللہ کے لئے کوئی حصّہ باقی نہ رہا۔ اس لئے اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے غیر کے لئے کوئی حصّہ باقی رہا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں اس کی سمع اور بصر ہوجاتا ہوں۔"

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اس عبارت کے آگے تحریر فرماتے ہیں۔ ولہذا قال علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ واللہ ماقلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیۃ ولکن بقوۃ ربانیۃ وذالک لان علیاً کرم اللہ وجہہ فی ذالک الوقت انقطع نظرہ عن عالم الاجساد واشرقت الملائکۃ بانوار عالم الکبریاء فتقوی روحہ

وتشبہ بجواھر الارواح الملکیۃ وتلالات فیہ اضواء عالم القدس
والعظمۃ فلاجرم حصل من القدرۃ ماقدر بہا علی مالم یقدر
علیہ غیرہ وکذالک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام
الذی یقول اللہ کنت لہٗ سمعا وبصرا فاذا صار نور جلال اللہ
سمعا لہٗ سمع القریب والبعید واذا صار ذالک النور بصرا لہٗ
رای القریب والبعید واذا صار ذالک النور یدالہٗ قدر علی
التصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب۔ انتھٰی ۱۲۔ (تفسیر
کبیر جلد ۵ ص ۶۸۸ مطبوعہ مصر) اور اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ
نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں
اکھاڑا تھا بلکہ ربانی قوت سے اکھاڑا تھا اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس
وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر عالم اجساد سے منقطع ہو چکی تھی
اور مَلکی قوتوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عالم کبریا کے نور سے چمکا
دیا تھا جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح ملکیّہ کے جواہر
سے مشابہ ہو گئی تھی اور اس میں عالم قدس وعظمت کے انوار
چمکنے لگے تھے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل ہو
گئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں
پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے
متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعا وبصرا فرمایا ہے۔ جب اللہ
کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور نزدیک آوازوں کو
سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور نزدیک کی چیزوں

کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو گیا تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔" (تفسیر کبیر ص ۶۸۸ ج ۵)

تفسیر روح المعانی میں علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وا ذکروا ان من القوم من یسمع فی اللہ و للہ و باللہ و من اللہ جلّ و علی ولا یسمع بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کما فی الحدیث القدسی کنت۔ سمعہ الذی یسمع بہ (تفسیر روح المعانی پ ۲۱ ص ۱۰۳)

عارفین نے ذکر کیا ہے کہ قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ میں، اللہ کے لئے، اللہ کے ساتھ، اللہ سے سنتے ہیں اور وہ سمع انسانی کے ساتھ نہیں بلکہ سمع ربانی کے ساتھ سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ میں وارد ہے۔"

استاذ المحدثین علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ النفوس القدسیۃ اذا نجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلتہ بالملأ الاعلی و لم یبق لہ حجاب فتری وتسمع الکل کالشاھد (کتاب الشفاء) نفوس قدسیہ جب علائق بدنیہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو ملأ اعلی سے مل جاتے ہیں اور ان کے لئے کوئی حجاب باقی نہیں رہ جاتا پس وہ سب کچھ اس طرح دیکھتے اور سنتے ہیں جیسے کہ سب کچھ ان کے سامنے ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ و قد اخبر الحق تعالیٰ انہ اذا احب عبدا کان سمعہ و بصرہ۔ الحدیث۔ لکن قد یجمع اللہ تعالیٰ لمن شاء فی ھذا المقام الصفات کلھا و قد یعطیہ بعض الصفات علی التدریج شیئا بعد شیئ (الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۲۵)
اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ جب وہ کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو وہ اس کی سمع و بصر ہو جاتا ہے۔ (الحدیث) (یعنی وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفت سمع و بصر کا مظہر بن جاتا ہے۔) اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو جنہیں وہ چاہتا ہے ان میں اپنی کل صفات (جن کا مظہر ہونا بندہ کے حق میں شرعاً و عقلاً ممکن ہے) جمع کر دیتا ہے اور کبھی بعض صفات عطا فرماتا ہے اور درجہ بدرجہ تھوڑی تھوڑی صفات عطا فرماتا رہتا ہے" بہ نظر اختصار فقیر اسی پر اکتفا کرتا ہے ورنہ مفسرین و محدثین اور فقہا و علماء کی سینکڑوں عبارتیں اس سلسلہ میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ تمام اکابرین امت اور سارے مسلمان ازروئے قرآن و حدیث اس پر متفق ہیں کہ متصرف حقیقی حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں واجب الوجود، ازلی، ابدی، قائم بالذات، مستقل غیر متغیر، خالق و مالک حقیقی، غنی عن الغیر، وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اور محبوبانِ خدا۔ انبیاء و اولیاء صفات الٰہی کے مَظہر و مُظہِر ہیں۔ بہ اذن و عطائے الٰہی متصرف ہیں۔ ان میں پائی جانے والی صفات بالذات نہیں اللہ کی عطا سے ہیں۔ حادث ہیں۔ غیر مستقل، متغیر ہیں۔ ہر آں بہر حال محتاج الی اللہ ہیں یہی سب کچھ

اس حدیث قدسی سے ثابت ہے اور قرآن وحدیث کی بہت سی آیات وروایات صحیحہ اس پر شاہد عادل ہیں۔ ان امور پر کامل اعتقاد ویقین رکھنا عین ایمان ہے۔ یہی اسلام ہے اور یہی توحید رحمانی ہے اور ان امور پر اعتراض کرنا۔ ان حقائق کا انکار کرنا۔ اللہ رسول پر اعتراض اور قرآن وحدیث کا انکار کرنا ہے۔ کتاب "قرآنی درس توحید" کے مرتب ابوخالد نجدی وہابی نے اپنے پیشرو وہابیہ کی نقالی کرتے ہوئے توحید کی آڑ میں جو سوالات تحریر کیے ہیں یہ سوالات براہ راست اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد ہوتے ہیں نیز ان سوالات میں جو سوقیانہ استہزائیہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اللہ و رسول سے سوقیانہ استہزاء ہے۔ علی الاعلان قرآن وحدیث کا مذاق اڑانا ہے۔ وہابیہ کی یہ توحید، توحید شیطانی ہے۔ سراسر کفروالحاد ہے اعاذنا اللہ من ذالک۔ محبوبان خدا کے بارے میں ان کی دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی کی وجہ یہ ہے کہ تعلیمات قرآن وحدیث کو سمجھتے نہیں۔ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کے گستاخ ہونے کی پاداش میں قرآن وحدیث کو سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت ان سے سلب کر لی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ یتلون کتاب اللّٰه رطبالایجاوز حناجرهم یعرقون من الدین یمرق السهم من الرمیة (صحیح بخاری) اور صحیح مسلم جلد اول ص ۳۴۱ میں ہے یتلون کتاب اللّٰه یقینا ورطبا الحدیث۔ اس کے تحت شارح مسلم شریف امام

نووی فرماتے ہیں۔ "ومعناہ سھلا لکثرۃ حفظتھم وقیل لیا ای یلوون السنتھم بہ ای یحرفون معانیہ وتاویلہ"۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کو آسانی سے پڑھ لیں گے اور کثرت سے حافظ قرآن ہوں گے نیز یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ یہ لوگ قرآن مجید کے معنوں اور تاویل میں تحریف کریں گے"۔ یعنی یہ لوگ قرآن کے معنوں میں گڑبڑ کریں گے اور غلط مطلب نکالیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے "وہ قرآن کے قاری ہوں گے لیکن قرآن ان کی گردنوں سے نیچے نہیں اُترے گا"۔ (مسلم ص ۳۴۰-۳۴۱) شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ محدث قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس کے دو معنی بیان فرمائے، ایک یہ کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے دل تعلیمات قرآن کو نہیں سمجھ سکیں گے اور تلاوت قرآن سے کچھ نفع حاصل نہیں کریں گے، حلق و حنجرہ اور منہ سے ادائیگی حروف تقطیع و تلاوت کے سوائے قرآن سے ان کے لئے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ ان کا کوئی عمل اور تلاوت قرآن بارگاہ میں نہ پہنچے گا اور نہ قبول کیا جائے گا"۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد وہابیہ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ لوگ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کو من دون اللہ۔ جانتے ہیں یعنی جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً منقطع ہے۔ اسی لئے ان کے بارے میں گمراہ کن سوالات کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء و

اولیاء من دون اللہ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں مُظہر و مُظہر صفات الٰہی ہیں، ان کے اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ بشری قوت کے بجائے۔ اللہ کے نور جلال سے سنتے، دیکھتے، بولتے، دل سے ارادہ کرتے، ہاتھ سے تصرف کرتے اور پاؤں سے چلتے ہیں تو منکرین وہابیہ سے پوچھا جائے کہ اللہ سے کون سی چیز یا کون سا مقام دور ہے؟ کون سی چیز پوشیدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کون سی زبان نہیں جانتا؟ کیا اللہ تعالیٰ ایک ہی لمحہ میں تمام مخلوق کی فریادیں نہیں سن سکتا؟ خفیہ آوازیں اور دل کی باتیں اور دلوں کے راز نہیں جانتا؟ جب یہ امور اللہ تعالیٰ کے لئے حقیقتاً ثابت ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ امور انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے لئے بھی باذن و عطائے الٰہی ثابت ہیں پھر محبوبان خدا کے بارے میں اس قدر طوفان بدتمیزی برپا کرنا مضحکہ خیز سوالات توہین آمیز پیرایہ میں لکھنا اللہ تعالیٰ سے کھلی بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

المختصر۔ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے خارجیت، نجدیت وہابیت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ غزالی دوراں، محقق زماں، علامہ سید احمد سعید کاظمی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں۔ ”مخلوق کا مظہر انوار الٰہی ہونا شرک نہیں بلکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی حقیقت کو تسلیم کرنا فی الجملہ ضروریات دین سے ہے۔ امکان شرک کا عقیدہ یقیناً کفر خالص ہے لیکن مخلوقات کا

مظہر انوار الٰہی اور جلوہ گاہ کمالات الٰہی ہونے کا انکار بھی کفر و الحاد سے کم نہیں ۔ یہ امر بدیہات سے ہے کہ عالم کے ہر ذرے میں جو خوبی اور کمال موجود ہے درحقیقت وہ حسن و جمال الوہیت ہی کا ظہور ہے ۔" نیز فرماتے ہیں ۔" مخلوق کا مظاہر حق ہونا قرآن سے یقینی طور پر ثابت ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ ملاحظہ فرمایئے ۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی ۔ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ اے میرے رب مجھے دکھادے تو مُردوں کو کیسے جِلاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ اولم تؤمن (اے ابراہیم علیہ السلام) آپ کا اس پر ایمان نہیں ! قال بلیٰ ۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور میرا ایمان ہے ولکن لیطمئن قلبی ۔ لیکن میں اس لئے سوال کر رہا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندوں کو لے لیجئے اور ان کو اپنے ساتھ مانوس کر لیجئے پھر انہیں ذبح کر کے ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک جزو رکھ دیجئے ثم ادعھن یاتینک سعیا پھر ان کو پکار دیئے ۔ وہ آپ کے پاس دوڑتے چلے آئیں گے ۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا ابراہیم علیہ السلام نے حسب ارشاد خداوندی چار پرندے لے کر انہیں ذبح کیا اور ان کے اجزاء کو مخلوط کر کے ہر پہاڑ پر ان کے ایک ایک جزو کو رکھ دیا اور اس کے بعد انہیں پکارا تو وہ چاروں کے چاروں پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے ان کے سامنے آموجود ہوئے ظاہر ہے کہ احیاء یعنی زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور سوال بھی

اللہ تعالیٰ ہی کے احیاء کے متعلق تھا لیکن ان مردہ پرندوں کی زندگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پکارنے پر ظہور پذیر ہوئی جو اس امر پر روشن دلیل ہے کہ صفت احیاء اللہ تعالیٰ ہی کی تھی لیکن اس کا ظہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات اقدس میں ہوا۔ یہی ہمارا ایمان ہے کہ صفات خداوندی کا ظہور مقربان بارگاہ ایزدی میں علی وجہ الکمال ہوا کرتا ہے۔ اگر بندے میں صفات خداوندی کا ظہور ناممکن ہو تو تخلقوا باخلاق اللہ کے کیا معنی ہوں گے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ اخلاق الٰہیہ کے جلووں سے متصف ہونا مطلوب عندالشرع ہے اگر اس چیز شرک قرار دے جائے تو کمال انسانی کا کونسا مقام باقی رہے گا؟ ایک صفت یا ایک سے زیادہ صفات کے ظہور میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا یعنی جس طرح خدا تعالیٰ کی تمام صفات کا کسی بندے میں مستقلاً پایا جانا ممتنع عقلی ہے بالکل اسی طرح کسی ایک صفت خداوندی کا بھی بندے میں بالاستقلال پایا جانا محال ہے۔ بندے کا مظہر صفات الوہیت ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ انوار صفات سے منور ہو جائے نہ یہ کہ صفات الٰہیہ عرض قائم بالغیر کی طرح اس کی ذات میں پائی جائیں ایسا عقیدہ کتاب وسنت کے منافی اور صریح الحاد و بے دینی ہے۔" (تسکین الخواطر فی الحاضر والناظر ص ۱۸-۱۹)

خارجی الاصل ابوخالد نجدی وہابی نے ایک سوال کی دس شکلیں لکھ کر اپنی سفاہت، جہالت اور ضلالت کا ٹھوس ثبوت فراہم کر دیا ہے نیز اس امر کی بھی تصدیق کر دی ہے کہ وہ بھی تمام وہابیہ کی طرح تعلیمات

قرآن وحدیث کا منکر ہے۔ توحید و شرک کی حقیقت سے بے خبر ہے، اگر وہ سچا مومن ہوتا۔ اس کا دل نور ایمان سے منوّر ہوتا تو وہ اس طرح کے شیطانی وسوسوں کے چکر میں نہ پھنستا اور اس کے دماغ میں اس طرح کے لچر سوال پیدا نہ ہوتے۔ اگر وہ حقیقۃً قرآن وحدیث کا عالم ہوتا تو اسے علم ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ وہی ہر شئے کا خالق ومالک ہے وہی مدبّر الامور اور متصرف حقیقی ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس کی مشیت واذن کے بغیر کوئی پتا اور ذرّہ تک حرکت نہیں کرسکتا۔ سارے اختیارات اور تمام قدرتیں کامل واکمل طور پر بالذات مستقلاً اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ کائنات میں جملہ امور اسی کی تدبیر اور ارادہ کے مطابق انجام پاتے ہیں۔ اسے کسی مشیر یا مددگار کی قطعاً احتیاج نہیں۔ مختصر یہ وہ فعال لما یرید اور علیٰ کل شیئ قدیر ہے۔

ابو خالد نجدی وہابی کو یہ بھی معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت وحکمت کے تحت عالم دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات میں ہر چھوٹا بڑا کام اسباب وذرائع اور وسائل کے تحت ہوتا ہے۔ یہ سنت الٰہی ہے ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلًا۔ اور ابو خالد کو یہ بھی معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی تدابیر اس کی مشیت سے مخلوقات کے ذریعہ اور وسیلے سے ظہور پذیر ہیں۔ باقی تمام اشیاء مظاہر قدرت وصفات الٰہی ہیں تاہم اللہ تعالیٰ کی مشیت وقدرت ہی ہر چیز اور ہر امر میں موثر حقیقی ہے

اس حقیقت کا انکار سنّت اللہ کو جھٹلانا ہے اور اپنی سفاہت و جہالت اور ضلالت کا اظہار ہے۔ ابو خالد نجدی وہابی کو اس کا بھی علم ہوتا کہ حضور پُر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ذات و اسماء وصفات الٰہی کے مظہر اتم واکمل ہیں اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام قدسنا اللہ باسرارہم آپ کی نیابت اور وساطت سے مظاہر اعلیٰ ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے طفیل، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا وعطا سے اولیائے کرام کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ظہور ان کے ذریعہ ہونے لگتا ہے اور یہ نفوس قدسیہ اپنے وجود کو مقام فنا میں تحلیل کر چکنے کے بعد بقاء باللہ کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ اور مذکورہ حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی کے مطابق اولیاء کرام نور الٰہی کی قوت سے سنتے دیکھتے ہیں پس ان کی سماعت وبصارت کے لئے ظاہر وباطن اور نزدیک ودور کے امور میں انہیں قوت تصرف حاصل ہوتی ہے اور ان کی رفتار کے آگے تمام مسافتیں اور دُوریاں کالعدم ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اگر اس فرمان خداوندی پر ایمان مستحکم ہو جائے تو ابو خالد جیسے کور چشم کور باطن گمراہوں کے دل ودماغ میں پیدا ہونے والے شیطانی وسوسے سب ختم ہو جاتے ہیں اور ایک سوال کی دس شکلیں دم توڑ دیتی ہیں۔ پھر نہ قطار بنانے کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ کوئی لسٹ بنانی پڑتی ہے اور نہ ہی کوئی فہرست مرتب کرنے کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ تمام شکوک وشبہات اور شیطانی وسوسے

رفع دفع ہو جاتے ہیں اور نام نہاد مسلمان صحیح معنوں میں سچا مسلمان بن جاتا ہے پھر اسی حدیث قدسی میں اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ فرمایا وان سالنی لاعطینہٗ، ولئن استعاذنی لاعاذنیہ اگر میرا محبوب بندہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو ضرور (اسے قبول فرما کر) عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔ پس اولیاء اللہ ہمارے لئے وسیلہ ہیں کہ ان کے وسیلہ سے ہماری دعائیں، التجائیں اور درخواستیں قبول اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مصیبتیں دور ہوتی ہیں اور مشکلات حل ہوتی ہیں۔ جس طرح دنیا کے امور میں ہم اسباب و ذرائع اور وسائل ظاہری کے محتاج ہیں اسی طرح اولیاء اللہ کے وسیلہ کے بغیر چارہ نہیں۔ جب دنیاوی وسائل اختیار کرنا شرک نہیں تو محبوبان خدا کا وسیلہ اختیار کرنا کیونکر شرک قرار پا سکتا ہے؟ اپنے پیشرو وہابیوں کی نقالی کرتے ہوئے ابو خالد نجدی وہابی نے اپنے کتابچہ میں توحید اور شرک کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس کے باوجود اس نے توحید اور شرک کی جامع ومانع تعریف نہیں لکھی۔ اور یہ لکھتا بھی کیونکر جبکہ امام وہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی کو "کتاب التوحید" میں اور وہابیہ کے گرو دیو اسماعیل دہلوی کو "تقویۃ الایمان" میں اور دیگر پیشوایان وہابیہ کو بھی اپنی کتابوں میں۔ توحید اور شرک کی تعریف لکھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ۔

نجدی وہابی توحید اور شرک کی حقیقت سے لاعلم و بے خبر ہیں۔

اسی لئے ان کے عقائد، قرآن و حدیث کے خلاف ہیں ان کا اسلام، امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام سے مختلف ہے۔ ان کا طریق اہل اسلام کے طریق سے جداگانہ ہے۔ یہ ضال و مضل سبیل المؤمنین سے ہٹ گئے ہیں۔ سواد اعظم سے کٹ چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں اور چونکہ تعلیمات قرآن و حدیث سے ناآشنا ہیں محبوبان خدا۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں۔ انبیاء و اولیاء کو بتوں پر قیاس کرتے ہیں کہ یہ لوگ صفات ذاتی اور صفات عطائی کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ نسبت حقیقی اور نسبت مجازی میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ وہابیہ کے مذہب میں کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی کفر و شرک میں داخل ہے کہ یہ صفت، یہ شان یہ کمال اسے اللہ کی عطا سے حاصل ہے۔ چنانچہ۔ ابوخالد وہابی اپنے کتابچہ کے ص ۱۹ پر لکھتا ہے۔" اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبی، ولی، پیر، شہید، غوث، قطب کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت از خود ہے یا اللہ پاک نے ایسی قدرت ان کو بخشی ہے وہ شخص از روئے کتاب و حدیث رسول اللہ مشرک ہو جاتا ہے"۔ اسی طرح وہابیہ کے پیشوا اسماعیل دہلوی نے "تقویۃ الایمان" ص ۲۱ پر لکھا۔ اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک

ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے" صفات ذاتی اور صفات عطائی کا فرق بیان کرنے سے پہلے۔ فقیر توحید اور شرک کی تعریف و حقیقت بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہے تاکہ یہ مسئلہ سمجھنے میں مزید آسانی ہو جائے۔

توحید کی تعریف

کلمہ طیبہ۔ "لا الہ الاّ اللہ" میں توحید کا مکمل بیان ہے یعنی اس بات کا زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنا کہ سچا معبود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ لا الہ الاّ اللہ کی تشریح میں حضرت العلاّمہ علی قاری محدث علیہ الرحمۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

(لا الہ) لا ھی النافیۃ للجنس علی تنصیص علی نفی کل فرد من افرادہ (الاّ اللہ) قیل خبر۔ لا۔ والحق انہ محذوف والاحسن فیہ لا الہ معبود بالحق فی الوجود۔ الاّ اللہ۔ ولکون الجلالۃ اسما للذات المستجمع لکمال الصفات وعلما للمعبود بالحق قیل لو بدل بالرحمٰن لایصح بہ التوحید المطلق ثم قیل التوحید ھو الحکم بوحدانیتہ منعوتا بالتنزہ عما یشاء بہ اعتمادا فقولا وعملا فیقینا وعرفانا فمشاھدۃ وعیانا فتبوتا ودواما"

ترجمہ: لا الہ میں لا نفی جنس کا ہے جو ہر فرد الہ کی نفی پر نص ہے اور الاّ اللہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ "لا" کی خبر ہے اور حق یہ ہے

کہ خبر محذوف ہے اور احسن یہ ہے کہ ہستی میں کوئی "الٰہ" معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے کیونکہ اسم "اللہ" ذات مستجمع صفات کمال کا اسم اور معبود برحق کا علم ہے۔ کہا گیا ہے کہ اگر اس کی جگہ "الرحمٰن" لایا جائے تو توحید مطلق اس سے صحیح نہ ہو۔ پھر کہا گیا ہے کہ توحید کسی شئے کی وحدانیت کا حکم کرنا اور اس کو جاننا ہے اور اصطلاح میں "توحید" اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کی وحدانیت کے ساتھ مشابہ سے منزہ ثابت کرنا اعتقاداً پھر قولاً و عملاً پھر یقیناً و عرفاناً پھر مشاہدۃً و عیاناً پھر ثبوتاً و دواماً۔

شرک کی تعریف

شرک وہی ہے جس کو لا الٰہ الا اللہ نے باطل کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود ٹھہرانا۔ تفسیر خازن میں ہے "من یشرک باللہ یعنی یجعل معہٗ شریکا غیرہٗ" شرک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک ٹھہرایا جائے۔ شرح عقائد میں ہے "الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام" یعنی شرک کرنا یہ ہے کہ شریک کا ثابت کرنا ہے الوہیت میں یعنی وجوب وجود میں جیسے کہ مجوسی کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق عبادت میں جیسے کہ بت پرست کرتے ہیں۔ کذا فی شرح الفقہ الاکبر۔

حضرت شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہ

العزیز اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ۔ بالجملہ شرک سہ قسم است ۔ در وجود و در خالقیت و در عبادت ۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ شرک تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو واجب الوجود ٹھہرائے دوسرے یہ کہ کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقۃً خالق جانے ۔ تیسرے یہ کہ غیر اللہ کی عبادت کرے یا اللہ کے سوا کسی کو مستحق عبادت سمجھے ۔ معلوم ہوا کہ واجب الوجود یعنی اپنی ذات وصفات میں دوسرے سے بے نیاز اور غنی بالذات فقط اللہ تعالیٰ ہے اور فقط وہی عبادت کے لائق ہے اور حقیقۃً وہی خالق ہے ۔ پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو ذات وصفات میں دوسرے سے بے نیاز اور غنی بالذات جانے یا اسے حقیقۃً خالق جانے یا مستحق عبادت سمجھے تو وہ مشرک ہے مثلاً آریہ جو اللہ کے سوائے روح اور مادہ کو بھی قدیم اور واجب الوجود مانتے ہیں اور خالق سے بے نیاز جانتے ہیں مشرک ہیں اور مثلاً ستارہ پرست کہ تغیرات عالم کو تاثیر کواکب سے جانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ستارے اپنی تاثیرات میں غنی بالذات ہیں ۔ کسی کے محتاج نہیں ۔ پس یہ بھی مشرک ہیں ۔ یا بت پرست جو بتوں کو مستحق عبادت جانتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں یہ بھی مشرک ہیں ۔ لیکن جو لوگ اشیاء کو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے موجود مانتے اور ان کی تاثیرات وصفات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں وہ کسی طرح مشرک نہیں ٹھہرتے ۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں واجب الوجود ، ازلی ، ابدی ، مستقل ، غیر متغیر ،

قائم بالذات، خالق ومالک حقیقی، غنی عن الغیر، وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے پس اللہ کی سی صفات اوروں کے لئے تسلیم کرنے یا اللہ کی صفات کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنے کا یہ مطلب ہوا کہ غیر اللہ کے لئے صفات ذاتی، قدیم، مستقل، غیر متغیر" کا اعتقاد رکھا جائے اور اسے عطاءِ الٰہی کے بغیر کسی صفت سے متصف تسلیم کیا جائے جو کہ یقیناً شرک ہے اہلسنت وجماعت کے عقیدہ کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لئے ذرہ بھر قدرت یا اختیار یا علم ثابت کرنا اور تسلیم کرنا یا کسی بھی صفت کو ماننا اگر بالذات ہو تو شرک ہے لیکن غیر اللہ کے لئے کسی صفت کا اثبات بہ عطاءِ الٰہی ہرگز شرک نہیں۔ جبکہ وہ صفت ازروئے قرآن وحدیث اس کے لئے ثابت ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کفار ومشرکین آثار کو اسباب کی طرف حقیقۃً منسوب کرتے ہیں اور انہیں مستقلاً بالذات مؤثر جانتے ہیں مگر مسلمان اسباب کو وسائل جانتے ہیں اور ان وسائل کے حجابات میں قادر مطلق کے دست قدرت کو دیکھتے ہیں، اختیار بالذات اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتے ہیں اور افعال وصفات اور تاثیرات کو اسباب ووسائل کی طرف مجازاً منسوب کرتے ہیں نہ کہ حقیقتاً۔ پھر اگر اس فرق وامتیاز کو تسلیم نہ کیا جائے تو انسان ہر بات میں مشرک ہو جائے اور ایمان کی کوئی راہ ہی نہ رہے۔ پس مخلوق میں سے کسی کے لئے صفات وکمالات کو بہ عطائے الٰہی جاننا ہی "اللہ کی سی صفات اوروں کے لئے تسلیم یا ثابت کرنے" کے حکم سے خارج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات بالذات ہیں نہ کہ بالعطاء یعنی

اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت یا کمال غیر سے حاصل شدہ نہیں۔ اس کا ہر کمال ذاتی اور غیر مکتسب ہے تو ثابت ہوا کہ کسی اور کے لئے صفات وکمالات بعطائے الٰہی تسلیم یا ثابت کرنا شرک نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سفہاء الاحلام وہابی اب تک ذات وصفات الٰہی سے بے خبر اور جاہل ہیں کہ یہ مسئلہ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا۔ اسی لئے یہ لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کے لئے کوئی صفت وکمال بہ عطائے الٰہی تسلیم کرنے کو بھی اللہ کی سی صفت قرار دیکر خواہ مخواہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ ہنوز وہ خود توحید وشرک کی حقیقت سے بے خبر ہیں قصور تو ہے خود ان کے فہم وعلم کا مگر مجرم ٹھہراتے ہیں دوسرے بے گناہوں کو۔ ان کے اس مسئلہ کو نہ سمجھنے کا یہ ناقابل تردید ثبوت ہے کہ یہ مخلوق میں سے کسی کے لئے بھی کوئی صفت بہ عطائے الٰہی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ پھر بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ اگر تم کسی کے لئے کوئی صفت بعطائے الٰہی تسلیم کرنے کو شرک ہی ٹھہراتے ہو تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی صفت "حی" ہے یا نہیں۔ پھر کیا شرک سے بچنے کی خاطر تم اپنے آپ کو مُردہ کہو گے؟ کیا تمہارے بڑے بھی کسی زمانہ میں صفت حیات سے متصف نہیں رہے ہیں اور کیا اب تم بھی اس دنیاوی زندگی میں صفت "حی" سے متصف ہو یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "عالم" ہے تو کیا تم خود کو یا اپنے پیشواؤں کو عالم نہیں سمجھتے؟ "سمیع" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور "بصیر" بھی تو کیا تم سمیع اور بصیر نہیں ہو؟

پھر" کلام کرنا،، بھی اللہ کی صفت ہے اور ارادہ و قدرت بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں پھر شرک سے بچنے کے لئے تم کیا کرو گے؟ آیا یوں کہو گے کہ ہم میں اللہ کی صفات میں سے کوئی صفت نہیں ہم وہابی سب مردے ہیں، جاہل مطلق ہیں۔ بہرے ہیں، اندھے ہیں، گونگے ہیں اور ہم وہابیوں میں نہ ارادہ ہے نہ قدرت تو کیا پھر تم خاک ہو یا پتھر، جماد محض ہو؟ پھر اگر تمہاری یہ بات بھی تسلیم کر لی جائے کہ تم سب کے سب اجساد جامد ہو تو بھی تمہارا بچا شرک سے نہیں چھوٹتا کہ جسم جامد ہونے کی صورت میں بھی "موجود" ہونا پایا جائے گا اور موجود ہونا بھی اللہ کی صفت ہے تو پھر شرک سے بچنے کے لئے اپنے وجود کا بھی انکار کر دو گے؟ یعنی کہ دنیا میں تمہارا وجود ہی نہیں ہے۔ پس اگر تمہاری باتیں صحیح ہیں تو بتاؤ کہ تم کیا ہو؟ تم کس حیثیت سے موجود ہو؟ دنیا میں کیونکر چلتے، پھرتے، دیکھتے، سنتے، دنیاوی کام کاج کرتے اور یہ شرک و کفر کی گردانیں رٹتے، اوٹ پٹانگ تحریریں لکھتے اور لمبی چوڑی تقریریں جھاڑتے پھرتے ہو۔ تم میں یہ صفات کہاں سے اور کیسے آ گئیں؟ کیا تم میں یہ صفات بالذات ہیں، خود بخود ہیں یا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ؟

تو اب انہیں لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا اور کہنا پڑے گا کہ ہمیں یہ صفات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں مگر اس قدر خرابی بسیار کے بعد بھی اپنے خانہ ساز وہابیانہ اصول کی بنا پر شرک سے نہ بچ سکے بلکہ مشرک ہی رہے کیونکہ ان کا اصول یہ ہے کہ "پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان

کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔" (تقویۃ الایمان)
توان کو چاہیئے کہ کوئی تیسری صورت نکالیں اور شرک سے بچنے کی تدبیر کریں۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زُلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مزید برآں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ بقول نجدیہ دہابیہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے کسی کو کوئی صفت عطا نہیں فرمائی تو پھر افراد واشیاء مخلوقات میں ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بلکہ لاتعداد اقسام صفات کیونکر پائی جاتی ہیں؟ مثلاً آگ، پانی، ہوا، مٹی مختلف اقسام کی ادویہ اور جڑی بوٹیاں کہ نفع بھی پہنچاتی ہیں اور نقصان بھی۔ بارود ڈائنامیٹ، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم وغیرہ ہتھیاروں میں یہ قوت کہاں سے اور کیونکر ہے کہ چشم زدن میں ہزاروں لاکھوں جانداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیں، پہاڑوں کو اڑا دیں اور علاقوں کے علاقے تباہ وبرباد کر ڈالیں۔ نیز ٹیلی فون، وائرلیس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ میں یہ صفات کہاں سے آگئیں کہ سینکڑوں، ہزاروں میل دور ہلکی سے ہلکی آوازوں اور تصویروں کو بھی آن واحد میں پہنچا دیں۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ ان اشیاء میں یہ صفات وتاثیرات ذاتی نہیں ہیں تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان اشیاء میں یہ صفات وتاثیرات بہ عطائے الٰہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرتوں کا ظہور ان کے ذریعہ ہوتا ہے تو پھر جب کہ ایسی ادنیٰ اور بے جان اشیاء کے لئے بھی صفات وتاثیرات

بہ عطائے الٰہی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں تو حضرت انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے۔ اس کے لئے صفات بہ عطائے الٰہی تسلیم کرنے میں کیونکر تامل ہو سکتا ہے۔ پس نجدیہ وہابیہ کے انکار سے واضح ہے کہ یہ عقل و دانش سے عاری لوگ عام انسان کے مقام و منصب سے بھی واقف نہیں چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں، خلفاء اللہ فی الارض انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارہم کے اعلیٰ و بلند و بالا مقامات و مناصب کو جان سکیں اور ان کے فضائل و کمالات علوم و اختیارات اور خداداد تصرفات کو سمجھ سکیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور حدیث میں سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گواہ ہیں کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء متخلق باخلاق اللہ ہیں۔ صفاتِ الٰہی کے مظہر ہیں۔ بہ عطائے الٰہی متصرف ہیں اور ان کا ہر کام حکم و مشیت الٰہی کے تحت ہوتا ہے۔ غزالی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عطاء خداوندی کا اعتقاد رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق کو عطا فرمایا ہے وہ عطا کے بعد حکم خداوندی ارادہ و مشیت ایزدی کے ماتحت ہے۔ ہر آن خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ متعلق ہے اور اس بندے کا ایک آن کے لئے بھی خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال اور ممتنع بالذات ہے۔“

(تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر)

فرشتہ کی قوت سماعت اور وسعت علم ملاحظہ ہو

محدث امام بخاری نے تاریخ میں، محدث طبرانی، محدث عقیلی، محدث ابن النجار اور محدث ابن عساکر اصبہانی (علیہم الرحمۃ) نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالیٰ مَلکا اعطاہ اسماع الخلائق، (رواہ الطبرانی کلھا) قائم علی قبری (زاد الی یوم القیامۃ) فما من احد یُصَلِّیْ عَلَیَّ صلوٰۃ اِلَّا ابلغنیھا بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ نے تمام جہان کی بات سن لینی عطا کی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔" علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمۃ شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں: "ای قوۃ یقتدر بھا علی سماع ماینطق بہ کل مخلوق من انس وجنّ وغیرھما (زاد المناوی) فی ای موضع کان۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت دی ہے کہ انسان جنّ وغیرہما تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو۔" اور محدث دیلمی علیہ الرحمۃ نے "مسند الفردوس" میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اکثروا الصلوٰۃ علیَّ فانّ اللہ تعالیٰ وکّل لی ملکا عند قبری فاذا صلیّٰ عَلَیَّ رجل من امتی قال لی ذالک الملک یا محمد ان فلان ابن فلان یُصلی علیک الساعۃ مجھ پر کثرت

سے درود بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی میرا امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں ابن فلاں نے ابھی ابھی درود بھیجا ہے۔"یہ فرشتہ بہ عطا و اذن الٰہی وہیں کھڑے کھڑے شرقاً غرباً جنوباً شمالاً ہر وقت روئے زمین کی آوازیں سنتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی قدرت کو یہ شرک فروش وہابی کیا جانیں انہیں یہ اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرما سکتا ہے۔ اس فرشتہ کی قوت سماعت کے ساتھ ساتھ اس کے علم کی وسعت بھی دیکھئے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالیہ میں درود و سلام عرض کرنے والا مومن کائنات کے کسی بھی گوشے میں ہو، زمین پر ہو یا زمین کے نیچے۔ فضا میں ہو، ہوا میں پرواز کر رہا ہو یا سمندر کے کسی حصے میں سفر کر رہا ہو، پانی کے اوپر ہو یا پانی کی تہہ کے نیچے یا ساتوں آسمانوں میں سے کسی آسمان کے کسی حصہ میں ہو۔ یہ فرشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ یا رسول اللہ فلاں ابن فلاں نے ابھی ابھی درود بھیجا ہے۔ یعنی فرشتہ ہر درود خواں کے نام کو جانتا ہے اس کے والد کے نام کو بھی جانتا ہے اور ان کو پہچانتا ہے۔ حالانکہ درود بھیجنے والا صرف درود ہی پڑھتا ہے۔ اپنا اور اپنے والد کا نام بیان نہیں کرتا۔ تو کیا ناقوس وہابیہ ابو خالد خارجی یا کوئی بھی وہابی تعزیرات وہابیہ کے تحت اس فرشتہ کو بھی مشرک ٹھہرائے گا؟ اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی شرک کا فتویٰ لگائے گا؟ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فرشتہ کے لئے صفات الٰہی کا اثبات

فرما کر (العوذ باللہ) شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ دنیا بھر میں ہے کوئی ایسا جرأتمند وہابی جو اس بات کا جواب بالصواب دے سکے؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

چونکہ وہابی خارجی الاصل ہیں اس لئے ان کے خمیر میں ہی تحریف قرآن اور توہین رسالت کا عنصر شامل ہے۔ جہالت وشرارت اور قساوت قلبی ان کی علامات مخصوصہ ہیں۔ جس طرح ابوالخوارج "ہرقوص بن زہیر" نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول اللہ مانتے ہوئے بھی حضور کو عدل وانصاف کے ساتھ مال غنیمت تقسیم کرنے کا وعظ سنا کر توہین رسالت کا بدترین مظاہرہ کیا تھا۔ اسی طرح نجدی وہابی بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "رسول اللہ" بھی مانتے ہیں اور حضور کے فضائل وکمالات اور خداداد اعلیٰ صفات کا انکار کرتے اور توہین رسالت کا بدترین مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ جس طرح خارجیوں نے آیت قرآن مجید اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ اور دوسری آیات کے معنیٰ اور مفہوم کو بگاڑ کر تحریف قرآن کر کے حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ، حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن العاص، تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور سارے مسلمانوں کو مشرک اور کافر ٹھہرایا تھا۔ اسی طرح وہابی بھی قرآن میں تحریف کر کے سارے مسلمانوں کو مشرک وکافر ٹھہراتے ہیں۔ خوارج کے متعلق صحیح بخاری ص ۱۰۲۴ میں ہے۔ کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الیٰ آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین "۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی

بدترین مخلوق جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ ان آیات قرآن کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ نجدی وہابی بھی اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں کہ یہ لوگ بھی آیات قرآن میں تحریف کرتے ہیں۔ مشرکین کفار کی مذمت اور بتوں کی تردید میں نازل شدہ آیات کو انبیاء و اولیاء اور مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ بتوں کی جگہ انبیاء و اولیاء کو مراد لیتے ہیں اور کفار مشرکین کی جگہ مسلمانوں کو شمار کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات اور حدیث کی روایات کے واضح ارشادات کو رد کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و صفات کا انکار کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کے منکر ہیں۔ حضورؐ کے حیات ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ حضور کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد ان میں جان کی رمق تک باقی نہ رہی۔ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی جواب دے سکتے ہیں۔ امت کے حالات سے مطلقاً بے خبر ہیں۔ ان پر امت کے اعمال و احوال پیش نہیں ہوتے۔ حضورؐ تو یہ تک نہیں جانتے کہ آئندہ ان کو کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور کسی دوسرے کے لئے کیا پیش آنے ہیں۔ حضور کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ حضور کو اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں ہے۔ ان کے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں۔ بالکل خالی ہاتھ ہیں۔ تو کسی کو کیا دے سکتے ہیں؟ ان کو کسی چیز کا اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی ان کو کچھ قوت تصرف حاصل ہے۔ حضور عام انسانوں کی طرح ایک

انسان تھے۔ ان کو محض یہ فضیلت تھی کہ "نبی اللہ" تھے اس حیثیت سے ان کو اللہ کا کلام اور پیغام مخلوق تک پہنچانے کی فضیلت تھی سو اللہ کا کلام اور پیغام پہنچا کر وفات پا گئے۔ وفات کے بعد ان سے کچھ فائدہ باقی نہیں رہ گیا، حضور سے توسل واستمداد شرک ہے۔ یارسول اللہ کہہ کر ندا کرنا شرک ہے۔ ان کو شفیع، حامی اور مددگار جاننا ماننا شرک ہے۔ حضور کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا شرک ہے۔ وغیرہ وغیرہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی توہین وتنقیص پر مشتمل وہابیہ کی گندہ دہنی اور غلاظت قلمی کے چند نمونے درج ذیل ہیں۔

وہابیہ نجدیہ کا امام ابن عبدالوہاب نجدی

اپنی کتاب التوحید کے ص ۲۷ پر لکھتا ہے "یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے جو کام "قبر پرستی" کیا وہ بہترین عبادت ہے، پس جس چیز کو اللہ ورسول نے حرام کیا اس کا اعتقاد رکھا حالانکہ یہ ایسا صریح کفر ہے جس سے مال اور خون حلال ہو جاتا ہے۔"

نیز ص ۱۹ پر ہے: "قبہ پرستی، قبر پرستی، غیر اللہ کی نذر ونیاز، توسل غیر اللہ اور نداء ودعا اولیاء اللہ یہ سب شرعاً حرام وناجائز امور ہیں اور بعض بعض سے زیادہ برے اور قابل ملامت، ان میں سے بعض صریح شرک ہیں جیسے نداء غیر اللہ وغیرہ وغیرہ۔

پیشوائے وہابیہ اسماعیل قتیل دہلوی

تقویۃ الایمان ص ۱۸ پر لکھتا ہے "اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے" اور "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (تقویۃ الایمان)

نیز ص ۱۸ پر ہے جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور ناشکرا" نیز اس کے آگے لکھا ہے "مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کو ثابت کرنا سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت اور پری میں کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا۔

خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں و شہیدوں سے خواہ بھوت و پری سے۔

ماہر القادری مدیر رسالہ فاران

توحید نمبر ص ۲۶ پر لکھتا ہے "اب اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انداز میں تعریف کرتا ہے کہ ساری مخلوقات آپ کے در سے پل رہی ہے، آپ کائنات کے مالک و مختار ہیں، آپ حاضر و ناظر ہیں۔ آپ ہر امتی کے حال پر نظر رکھتے ہیں، آپ پریشان حالوں کی فریاد سنتے اور ان کی مشکلوں کو کھولتے ہیں تو وہ آپ کو حد سے بڑھاتا ہے۔ پھر ص ۲۶ پر ہے۔" عیسائی، ہندو اور بدھ جتنے مشرکین اور کفار زمین کے پردے پر پائے جاتے ہیں ان کا فساد عقائد کے اس باب میں مشترک ہے۔"

نقّال وہابیہ ابو خالد

قرآنی درس توحید ص ۲۲ پر لکھتا ہے۔" اس خدائی فیصلہ کے مطابق جب کہ خود سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہ تو خود بخود ہے نہ قرآن کی بخشی ہوئی تو پھر کسی اور نبی، ولی، پیر، شہید، غوث و قطب کو کیا اختیار جو کسی کی کوئی مشکل کشائی، حاجت روائی کر سکیں۔ ص ۲۳ پر ہے۔" اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی اور سے خواہ وہ نبی ہوں یا ولی، امام ہو یا شہید، غوث ہو یا

قطب حاجتیں مانگنا ، سجدے کرنا ، نذرونیاز چڑھانا ، حاضرو ناظر جان کر نزدیک یا دور سے پکارنا یہ سب کام شرک میں داخل ہیں ۔" اور ص ۳۶۔ ۳۷ پر لکھا خود غرض اور مطلبی مولوی ، ملا ، ڈھونگی ، مرشد ، پیرزادہ ، نقلی صوفی ، درویشوں نے اپنی طمع نفسانی اور دنیا طلبی کی غرض سے ہمارے ناواقف بے علم بھائیوں کو اپنے مکر کے جال میں پھانس کر توحید و سنّت پر خوب پردہ ڈالا اور شرک اور ضلالت ایسا چمکانے کی ناکام کوشش کی ۔ اپنے زعم باطل میں توحید کے آفتاب کو مدھم بنا دیا ۔ خدائے لایزال کے صفات خاصہ غیر خدا میں منوا دیئے ۔ قبر پرستی ، پیر پرستی ، ارواح پرستی ، رسوم تعزیہ داری ، علم ، الاؤ ، نعل کی سواری ، خواجہ خضر کی ناؤ ، بی بی کی صحنک ، قبر پر عرضیاں ، عرس ، ناچ رنگ ، غیر اللہ کی نذرونیاز ، بزرگوں کے ناموں کے درود و وظائف ، فال گنڈے ، ٹونے ٹوٹکے ، بدشگونی ، وہم پرستی ، اصلی نقلی قبروں کے سجدے ، طواف ، چڑھاوے ، نبی ، ولی ، پیر ، شہید کو غیب داں جاننا ۔ ان کی ارواح کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا داخل اسلام ہوگیا ۔ لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان قبروں کے پجاری اور لاکھوں مجاور قبروں کے بیوپاری بن بیٹھے ۔ قیصر و کسریٰ کی مملکتوں سے خراج وصول کرنے والے اب بزرگوں کی کمائی پر جینے لگے ۔ ہزارہا آیات و احادیث کے باوجود خلاف شرع کاموں سے ایک انچ پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ افسوس ہے کہ آج کلمہ توحید کو پڑھنے والے توحید کے دشمن بن کر شرک و کفر کی ان تاریک غاروں میں گھس کر جن میں گر کر اگلی قومیں غارت ہوگئی تھیں ۔ انہیں برگزیدہ

بزرگوں کے ناموں ، انہیں کی قبروں کے ساتھ وہی کام کر رہے ہیں جو بت پرست بتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ سخت حیرت اور بے حد تعجب کا مقام ہے کہ تم نے شرک کو اسلام اور کفر کو اسلام سمجھ لیا طاق تعزیئے، چلے، چبوترے، تھان، نشان پر تمہارے سر جھکنے لگے مسجدیں بے رونق مقبرے آباد کر لئے خدائی اوصاف مخلوق میں مانے جانے لگے۔ اور ص ۲۹ پر ہے۔ بہر حال آج کسی میں یہ قوت نہیں ہے کہ امت مسلمہ کو بزور اس برائی سے روک دے مگر اہل علم پر ذمہ داری ضرور ہے کہ وہ پوری بات واشگاف کہہ دیں کہ لوگو اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اقرار کرنے کے بعد بھی تم نے وہی مشرکانہ اعتقادات باقی رکھے جو قوم نوح سے لے کر آج تک ہر مشرک قوم میں پائے جاتے رہے ہیں تو تم بھی بدانجامی سے نہ بچ سکو گے۔ ان قوموں نے اپنے انبیاء اور بزرگوں کو مرنے کے بعد بھی مرنے نہ دیا اور آج تم بھی اپنے نبی اور دوسرے اللہ کے بندوں کے ساتھ مختلف بہانوں اور جھوٹی روایتوں کے ذریعہ یہی کام کر رہے ہو۔"

نجدی وہابیوں کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے مختصر سے گروہ کے سوا سارے مسلمانان امت کو صریحًا کافر و مشرک جانتے ہیں۔ سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو بتوں، جنوں، شیطانوں اور بھوتوں پریوں میں شمار کرتے ہیں۔ ان محبوبان خدا کو من دون اللہ قرار دے کر ان کی سخت توہین اور مذمت کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ

توان باتوں سے صاف ظاہر ہے مگر محبوبان خدا اور مسلمانوں کے متعلق ان کے دلوں میں جو غیظ و غضب جوش مار رہا ہے وہ ان کی زہریلی باتوں سے بدرجہا زیادہ ہے جسے وہ مجبوراً ظاہر نہیں کر پا رہے کہ ان کا بس نہیں چلتا۔ اگر آج بھی ان کا بس چلے تو اسی طرح مسلمانوں کا قتل عام کرنے سے ہرگز دریغ نہ کریں۔ جس طرح امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی نے ابن سعود نجدی کو ساتھ ملا کر سرزمین نجد و حجاز میں مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا تھا۔ ان واقعات کی تفصیل کتب تاریخ میں اور فقیر کی کتاب "مکمل تاریخ وہابیہ" میں موجود ہے الغرض حسب فرمان خداوندی وہابیہ کا یہ حال ہے کہ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنا لکم الآیات ان کنتم تعقلون (پ ۴ ع ۳) بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ (غیظ و عناد) جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔" تو ان سے دوستی نہ کرو۔

سرکارِ دو عالم، اللہ کے خزانوں اور کائنات کے مالک و مختار ہیں

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (پ ۹ ع ۱۳)

ترجمہ:۔ تم فرماؤ میں اپنی جان کے لئے بھلے برے کا خود مختار نہیں۔"

لا۔ حرف نفی ہے۔ املک لنفسی، مستثنیٰ منہ ہے۔ اِلَّا حرف استثنار ہے۔ ماشاء اللہ مستثنیٰ ہے۔ مستثنیٰ منہ میں حرف نفی سے جس چیز کی نفی کی جاتی ہے الّا سے اسی میں سے کچھ کا اثبات کیا جاتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوئے کہ میں نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ ہاں اس قدر کا مالک ہوں جس قدر کا اللہ مالک بنا دے۔ اس آیت مبارکہ سے فی الجملہ مالکیت کا ثبوت ہو گیا۔

یعنی مجھے نفع و نقصان کی ذاتی قدرت نہیں۔ الّا ماشاء اللہ مگر جس قدر اللہ چاہے۔ یعنی میں اللہ کے چاہنے سے نفع و نقصان کا مالک ہوں۔ تفسیر صاوی میں ہے قولہ الّا ماشاء اللہ ای تملیکہ لی فانا املکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اِلَّا ماشاء اللہ کا مطلب یہ ہے کہ میں ذاتی طور سے نفع و نقصان کا مالک۔ نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے مجھے مالک بنا دینے سے نفع و نقصان کا مالک ہوں۔ ثابت ہوا کہ اس آیت مبارکہ میں ذاتی قدرت کی نفی ہے قدرت عطائی کی نفی نہیں ہے۔ مگر وہابیوں کو اللہ تعالیٰ کی یہ بات پسند نہیں کہ وہ اپنے محبوب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

کچھ قدرت واختیار عطا کرے۔ اس لئے وہ قرآن مجید کی آیہ مبارکہ کے مفہوم میں تحریف کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً بے اختیار ثابت کرنے کی خاطر قرآن مجید کی آیت۔ الّا ما شاء اللہ۔ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ ناقوس وہابیہ ابو خالد۔ حسب قاعدہ وہابیہ نجدیہ صفحہ ۲۴ پر یہ آیت مبارکہ درج کرتا اور صفحہ ۲۲ پر آیت مبارکہ قل انی لا املک لکم ضرًا ولا رشدًا قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا۔ لکھ کر کس بے حیائی کے ساتھ یہ فتویٰ صادر کرتا ہے۔" اس خدائی فیصلہ کے مطابق جبکہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت نہ تو خود بہ خود ہے اور نہ قرآن کی بخشی ہوئی تو پھر کسی اور نبی، ولی، پیر، شہید، غوث وقطب کو کیا اختیار جو کسی کی کوئی مشکل کشائی، حاجت روائی کر سکیں۔ ایمان دار کو سر تسلیم خم کرنے کے لئے تو یہ اٹل فیصلہ ہے"۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ابو خالد یا کوئی بھی وہابی۔ یہ بتائے کہ قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس میں فرمایا گیا ہو کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت عطا نہیں کی گئی۔ ابو خالد تو کیا دنیا بھر کے سارے وہابی مل کر بھی ایسی کوئی آیت پیش نہیں کر سکتے اس لئے کہ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت ہے ہی نہیں۔ تو وہابیہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان باندھتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔ مگر "شرم چہ کتی ست کہ پیش وہابیہ آید"

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اعلان فرماتا ہے کہ میں نے اپنے

محبوب سید الانبیار صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کا مالک و مختار بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا اعطینک الکوثر (پ ۳۰) اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔" حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اس میں حوض کوثر بھی شامل ہے (صحیح بخاری) تفسیر خازن میں ہے۔ وَاَصْلُ الْکَوْثَرِ فَوْعَلٌ مِنَ الْکَثْرَۃِ اصل کوثر کا فوعل کے وزن پر کثرت سے ہے۔" تفسیر نسفی میں ہے ھو فَوْعَلٌ من الکثرۃ وھو المفرط الکثرۃ کوثر فوعل کے وزن پر ہے کثرت سے جس کے معنی ہیں بہت زیادہ کثرت، تفسیر جلالین میں ہے۔ انا اعطینک یا محمد الکوثر ھو نھر فی الجنّۃ ھو حوضہ ترد علیہ امتہ او الکوثر الخیر الکثیر من النبوّۃ والقرآن والشفاعۃ ونحوھا۔

یا محمدؐ! ہم نے تم کو کوثر عطا فرمایا۔ یہ نہر ہے جنّت میں اور آپ کا یہ حوض ہے جس پر آپ کی اُمّت وارد ہوگی یا کوثر خیر کثیر ہے نبوّت سے اور قرآن سے اور شفاعت اور اسی طرح کی دوسری نعمتیں۔" تفسیر صاوی میں کوثر کی تشریح میں پندرہ اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ السادس عشر الخیر الکثیر الدنیوی والاخروی وکل من ھذہ الاقوال تحقیق بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفوق ذالک مما لایعلم غایتہ الا اللہ تعالیٰ۔ سولھواں قول یہ ہے کہ کوثر سے مراد دنیوی اور اخروی خیر کثیر ہے اور یہ تمام اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بالتحقیق ثابت ہیں اور کوثر

سے ان تمام چیزوں سے اور بھی زیادہ اتنا کچھ مراد ہے جس کی حد وانتہا اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا عطا فرمایا ہے کہ تمام مخلوق مل کر بھی اس کا اندازہ نہیں کرسکتی اور یہ ساری دنیا اس عطائے کوثر کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ قل متاع الدنیا قلیل ۔ تمام دنیا کا سازوسامان ، وہ سب کچھ جو دنیا میں ہے قلیل ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک کائنات بہ عطائے الٰہی ہونا اسی آیت مبارکہ سے ثابت ہے کہ اے محبوب بے شک ہم نے آپ کو بہت ہی کثرت سے عطا فرمایا جس میں یہ کائنات بھی شامل ہے ۔ غور کا مقام ہے کہ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک ہم نے آپ کو بہت کچھ نہایت کثرت سے عطا فرمادیا ہے ۔ مگر منکرین وہابیہ کہتے ہیں ۔ اللہ نے اپنے رسول کو کچھ بھی عطا نہیں کیا ۔ حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفع ونقصان کے بھی مالک نہیں ہیں ۔ نعوذ باللہ من ھفوات الوھابیہ ۔ تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی قدس سرہ فرماتے ہیں ۔ قولہ انا اعطینٰک الکوثر ای انا اعطینٰک الکثیر فاعط انت الکثیر ولا تبخل ۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد انا اعطینٰک الکوثر کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو بہت کچھ کثرت سے عطا فرمایا پس آپ کثرت سے (سوالیوں ، محتاجوں کو عطا فرمائیں اور (عطا فرمانے میں) بخل نہ فرمائیں ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان دیکھئے اور علمائے حق مفسرین کی تفسیروں کو دیکھئے اور پھر وہابیہ کا

بیان ملاحظہ کیجئے۔ اب آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور مفسرین کے بیان کو صحیح قرار دیں، یا وہابیہ کی خرافات کو مانیں۔ یہ آپ کے فہم و دانش پر چھوڑتا ہوں۔ تاہم حق بات یہ ہے کہ۔ ومن اصدق من اللہ قیلا (الایہ) اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وما نقموا ان اغناھم اللہ ورسولہٗ من فضلہٖ (پ ۱۰ سورہ توبہ) اور انہیں کیا بُرا لگا۔ یہی نا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا"۔ کسی کو غنی وہی کر سکتا ہے جو خزانوں کا مالک ہو اور مختار بھی ہو۔ نفع پہنچانے پر قادر ہو۔ سخی اور جوّاد بھی ہو۔ اس آیت مقدسہ سے ثابت ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اللہ کے خزانوں کے مالک و مختار ہیں۔ نفع پہنچانے پر قادر ہیں اتنے سخی اور جوّاد ہیں کہ اپنے فضل سے جس کو چاہیں غنی کر دیتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وصحبہٖ وسلم غنی کرتے اور فضل و کرم فرماتے ہیں۔ فرمان الٰہی کے مطابق عین ایمان ہے۔ مگر کفار و منافقین کی طرح نجدی وہابیوں کو یہ بات بُری لگتی ہے لہذا وہ اس عقیدہ کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد واضح کو نہیں مانتے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ و رسولہٗ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہٗ انا الی اللہ راغبون (پ ۱۰ ع ۱۳) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا

ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

اس آیت مقدسہ میں بھی فضل وعطا کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی فرمائی گئی ہے۔ اس کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں واضح فرمایا ہے۔ انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۳۹) بے شک میں تقسیم کرنے والا اور خزانچی ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔" ثابت ہوا کہ

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

مگر منکرین وہابیہ نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ حدیث کو۔ لہٰذا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل وعطا کے عقیدے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ (پ ۲۲ ع ۲) اور اے میرے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نعمت دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی اور اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی طرف بھی۔ اللہ تعالیٰ نعمت عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعمت عطا فرماتے ہیں۔ مگر نجدی وہابی اس کے بھی انکاری ہیں وہ کہتے ہیں۔ سب کچھ اللہ دیتا ہے رسول کچھ نہیں دے

سکتا۔ رسول کسی کو کچھ بھی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا اسے تو اپنی جان کے لئے بھی نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے کفر ہے۔ اب قارئین بہ نظر انصاف فیصلہ کریں کہ اللہ کی بات سچی ہے یا ان وہابیہ کی بات سچی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے جنّت میں داخلہ کے سرٹیفکیٹ عطا فرمائیں گے اور جہنّمیوں کو جنّتی بنائیں گے۔

وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوضع للانبیاء منابر من نور یجلسون علیہا ویبقیٰ منبری لا اجلس علیہ، او قال لا اقعد علیہ، قائما بین یدی ربی مخافۃ ان یبعث بی الی الجنۃ وتبقی امتی بعد فاقول یا رب امتی امتی۔ فیقول اللہ عز وجل۔ یا محمد ما ترید ان اصنع بامتک؟ فاقول یا رب عجل حسابہم، فیدعی بہم فیحاسبون، فمنہم من یدخل الجنۃ برحمتہ، ومنہم من یدخل الجنۃ بشفاعتی فما ازال اشفع حتی اعطی صکاکا برجال قد بعث بہم الی النار حتی ان مالک خازن النار لیقول۔ یا محمد ما ترکت لغضب ربک فی امتک من نقمۃ " رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط والبیہقی فی البعث۔ قال المنذری ولیس فی رواتہ متروک۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (قیامت کے دن) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے نوری منبر رکھے جائیں گے وہ (سب) ان پر بیٹھ جائیں گے۔ اور میرا منبر (خالی) رہ جائے گا۔ میں اس پر نہیں بیٹھوں گا۔ اپنے رب کے حضور کھڑا رہوں گا اس خوف سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں بھیج دے اور میرے بعد میری امت (بے سہارا) رہ جائے۔ پس میں عرض کروں گا۔ اے میرے رب، میری امت، میری امت۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا اے محمدؐ! تو اپنی امت کے بارے میں کیا چاہتا ہے؟ (عرض کرکہ میں ویسے ہی کردوں۔ میں عرض کروں گا۔ اے میرے رب تو ان کا حساب جلد کر دے۔ پس ان کو بلا کر ان کا حساب کیا جائے گا پس ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جو اس کی رحمت سے جنّت میں داخل ہو جائیں گے اور ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جو میری شفاعت سے جنت میں جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کرتا جاؤں گا۔ حتیٰ کہ جن لوگوں کو جہنم کے لئے بھیجا جا چکا ہو گا ان کو (جنّت میں داخل کرنے کے لئے) میں دستاویزات (سرٹیفکیٹ) عطا فرماؤں گا۔ یہاں تک کہ جہنم کا خزانچی فرشتہ "مالک" کہے گا۔ اے محمدؐ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اپنا ایسا کوئی امتی نہیں رہنے دیا جس کو اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کے سبب کوئی سزا دے"۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے بعث میں اور منذری نے فرمایا اس حدیث کے راویوں میں کوئی متروک نہیں ہے۔

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت عطا فرماتے ہیں

جاء فی روایة عن جابر رضی الله عنه انه قال۔ فقلنا فعلام نبایعک؟ فقال۔ علی السمع والطاعة فی النشاة والکسل علی النفقة فی العسر و علی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر ولکم الجنة۔ الحدیث۔ قال الحافظ ابن حجر ولاحمد، من وجه اخر عن جابر قال کان العباس اخذ ابید رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما فرغنا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اخذت واعطیت، اھ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲۳) رواہ احمد (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۴۸) ای اخذت البیعة واعطیت الجنة۔

ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے وقت)، ہم نے عرض کی۔ ہم آپ سے کون سے کاموں پر بیعت کریں؟ فرمایا "اس پر کہ حکم سن کر قبول کریں گے خوشی و سستی میں (بہر حالت) فرمانبرداری کریں گے، اور تنگدستی میں راہ خدا میں خرچ کریں گے اور نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے پر، اور تمہارے لئے جنت ہے" الحدیث۔ حافظ الحدیث ابن حجر نے "ولاحمد" بھی فرمایا۔ دوسرے طریق کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بیعت کرتے وقت) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑا ہوا تھا پس جیسے ہم (بیعت سے) فارغ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے لے لی اور دے دی" الی آخرہ۔ (فتح الباری رواہ احمد

مجمع الزوائد) ای اخذت البیعة واعطیت الجنة ۔یعنی میں نے بیعت لے لی اور جنّت عطا فرمادی۔

اور ایک دوسری روایت ہیں۔ قال جابر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لھم تبایعونی علی السمع والطاعة ۔ الیٰ ان قال ولکم الجنة ۔ قال فقالوا ۔ واللّٰہ لاندع ھذہ البیعة ابدا ولانسلبھا ابدا فبایعناہ فاخذ علینا وشرط ویعطینا علی ذالک الجنة ۔ قال الھیثمی اصحاب السنن طرفا منہ رواہ احمد والبزار ورجال احمد رجال اصح ۔ الیٰ آخرہ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۴۶) حضرت جابر رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم سمع و طاعة پر مجھ سے بیعت کرو۔ یہاں تک کہ فرمایا اور تمہارے لئے جنّت ہے۔ ان لوگوں نے عرض کی۔ اللّٰہ تعالیٰ کی قسم ہم اس بیعت کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ اسے کبھی توڑیں گے پھر ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کرلی تو حضور نے اس پر ہم سے عہد و پیمان لیا اور اس کے عوض میں ہم بیعت کرنے والوں کو جنت عطا فرمادی۔" محدث ہیثمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا دوسرے اصحاب السنن محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ امام احمد اور بزار نے اسے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی روایت کرنے والے سب کے سب صحیح راوی ہیں۔ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وعلینا معھم یا ارحم الراحمین۔ آمین۔

منکر قرآن و حدیث ابو خالد وہابی صفحہ ۲۳ پر" ہوشیار ہو کر غور سے سنیئے اللّٰہ تعالیٰ کے فرمان" لکھ کر آیہ مبارکہ قل لااقول لکم عندی

خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما

مایوحی الیؔ (پ ۷، ع ۱۱) اور صفحہ ۲۴ پر۔ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا

الا ھو اور ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء

اور وما ادری ما یفعل بی ولا بکم، اور قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا،

اور قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ اور قل لا یعلم من فی

السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ لکھ کر قرآن

مجید سے یہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں۔ نہ حضور

غیب جانتے ہیں، نہ حضور اپنے لئے کسی قسم کی بھلائی جمع کر سکے۔ نہ

تکلیفوں سے خود کو محفوظ رکھ سکے۔ حضور تو یہ تک نہیں جانتے کہ آئندہ

ان کو کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور کسی دوسرے کے لئے کیا

کیا پیش آنے ہیں۔ حضور کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کا ہرگز اختیار

نہیں رکھتے۔ حضور کو اپنی جان کے لئے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں

ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ

نجدی وہابی جو بزعم خود توحید کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں، خود کو

قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم سمجھتے ہیں لیکن قرآن مجید

کی آیات مبارکہ کے ایسے من گھڑت مفاہیم و مطالب بیان کرتے ہیں

جو نہ صرف یہ کہ تعلیمات قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہوتے ہیں بلکہ

ان کے بیان کردہ مفاہیم و مطالب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ

قرآن و حدیث باہم متصادم ہیں یعنی قرآن کی آیات احادیث کی تردید

کر رہی ہیں اور احادیث آیات قرآن کو جھٹلا رہی ہیں۔ گویا اللہ اور رسول ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مثلاً آیۃ مبارکہ قل لااقول لکم عندی خزائن اللہ۔ اے نبی آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں" سے وہابی یہ مطلب نکالتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خالی ہاتھ ہیں جب اللہ تعالی نے ان کو اپنے خزانوں میں سے کچھ نہیں دیا تو وہ کسی کو کیا دے سکتے ہیں؟ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی (بخاری) زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ (قبضہ) میں دے دی گئیں۔

نیز فرمایا۔ انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی (صحیح بخاری صفحہ ۴۳۹ جلد اول) بے شک میں تقسیم کرنے والا اور خزانچی ہوں اور اللہ تعالی عطا فرماتا ہے"۔ نیز فرمایا۔ وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض (بخاری صفحہ ۵۰۰ جلد اول اور صحیح مسلم صفحہ ۲۵۰ جلد دوم) اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئیں"۔ نیز فرمایا فانی انا ابوالقاسم اقسم بینکم (صحیح مسلم صفحہ ۲۰۶ جلد دوم) پس بلاشبہ میں ابوالقاسم ہوں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں"۔ نیز فرمایا مااعطیکم ولا امنعکم انما انا قاسم اضع حیث امرت (صحیح بخاری صفحہ ۴۳۹ ج ا)۔ میں نہ ذاتی طور پر تمہیں کچھ عطا فرماتا ہوں اور نہ ذاتی طور پر تم سے کچھ روکتا ہوں میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ میں اللہ

تعالیٰ کے حکم کے مطابق کچھ دیتا یا روکتا ہوں"۔ ارشادات سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے بہ عطائے الٰہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں۔ حضور کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ تمام مخلوقات کو جو بھی نعمتیں مل رہی ہیں۔ باذن الٰہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ سے تقسیم ہو رہی ہیں۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

لیکن بدنصیب وہابیہ کا ہز ماسٹرز وائس، ابو خالد نجدی وہابی نہ صرف یہ کہ ان تمام احادیث صحیحہ کا منکر ہے۔ بلکہ ان صحیح احادیث کے مطابق عقیدہ و ایمان رکھنے والے تمام مسلمانوں کو مشرک کافر ٹھہراتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدی وہابی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کے مخالف ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بے ایمان ہیں کہ فرمایا۔ لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ۔ رواہ فی شرح السنۃ (مشکوۃ باب الاعتصام) تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے (احکام اسلام) کے تابع نہ ہو"۔

مسئلہ علم غیب

وہابی چونکہ خوارج الاصل ہیں۔ انہی کے اصول کے مطابق قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب اور وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو اور ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء۔ آیات مقدسہ پیش کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب بہ عطائے الٰہی کو بھی شرک فی العلم قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔ "غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان) اور نقال وہابیہ ابو خالد لکھتا ہے۔" اول۔ اللہ وحدہٗ لاشریک اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ نزدیک ہے وہ محض اپنے فضل و کرم سے بغیر کسی وسیلہ، واسطہ اور ذریعہ کے سب کی پکار سنتا ہے، سب کا نگہبان ہے ہر جگہ ہر حال میں حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خواہ وہ دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں یا اُجالے میں، آسمانوں میں یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر، سمندر کی تہہ میں خبر رکھنا اسی کی شان ہے۔ اگر کوئی کسی نبی، ولی، پیر یا شہید کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے، اٹھتے بیٹھتے ہر دم اس کا نام جپے، نزدیک یا دور سے اس کو پکارے، مصیبت کے وقت اس کی دہائی دے، دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے، اس کے نام کا ختم پڑھے، اس کی صورت کا تصور باندھے، اس کو واقف راز خفی و جلی

جانے وہ شخص مشرک ہوجاتا ہے۔ یہ شرک فی العلم ہے (۱۴-۱۵) آیئے اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہٖ من یشاء فاٰمنوا باللّٰہ ورسلہٖ (پ ۴ ع ۹) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں چن لیتا اپنے رسولوں سے جسے چاہے (تو ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے۔ اور سید الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں، اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کے علم آپ کا معجزہ ہیں۔" تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر" اور تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے۔" تفسیر جلالین میں ہے۔ والمعنی۔ لاکن اللّٰہ یجتبی ای یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی غیبہٖ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ۔ لیکن اللہ چن لیتا ہے یعنی دوسرے رسولوں میں سے جسے چاہے پسند فرما لیتا ہے تو اسے اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔" اور تفسیر روح البیان صفحہ ۱۳۲ جلد دوم مطبوعہ بیروت میں ہے۔ فان غیب الحقائق والاحوال لاینکشف بلا واسطۃ الرسول۔ بلاشبہ۔ اللہ تعالیٰ۔ رسول کے واسطہ (ذریعہ) کے بغیر حقائق اور احوال کا غیب منکشف نہیں کرتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللّٰہ

علیک عظیما (پ ۵ ع ۱۴) اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ (امور دین و احکام شرع و علوم غیب) اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب و حکمت کے اسرار و حقائق پر مطلع کیا۔ تفسیر خزائن العرفان) اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے" کہ تمہیں ان نعمتوں کے ساتھ ممتاز کیا۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ ای من الاحکام والغیب یعنی احکام اور غیب کے علوم آپ کو عطا فرمائے۔

تفسیر مدارک التنزیل صفحہ ۲۵۰ جلد اول میں ہے یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہ علمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین وکیدھم من امور الدین و الشرائع او من خفیات الامور وضمائر القلوب۔ یعنی شریعت کے احکام اور امور دین کا علم عطا کیا۔ اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ تم کو علم غیب میں سے وہ باتیں سکھا دیں جن کا تمہیں علم نہ تھا۔ اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ تم کو پوشیدہ امور کا علم دے دیا اور دلوں کے پوشیدہ رازوں پر مطلع کر دیا اور منافقوں کے احوال اور ان کے مکر و فریب بتا دیئے۔ دین و شریعت کے امور سکھا دیئے چھپے امور اور دلوں کے بھیدوں کا علم دے دیا۔" تفسیر مظہری میں ہے۔ وعلمک العلوم بالاسرار والمغیبات۔ آپ کو اسرار (پوشیدہ باتوں) اور مغیبات کے علوم عطا کر دیئے"۔ تفسیر کشاف ۵۶۳ جلد اول میں

ہے۔ من خفیات الامور وضمائر القلوب او من امور الدین و الشرائع۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھپے امور اور دلوں کے پوشیدہ رازوں کا علم دیا۔ یا امور دین اور شریعت کے احکام سکھائے"۔ اور تفسیر حسینی فارسی صفحہ ۱۲۴ میں ہے۔ آں علم ماکان ویکون ہست کہ حق سبحانہ، درشب اسرار بداں حضرت عطا فرمود چنانچہ در حدیث معراج ہست کہ من درزیر عرش بودم قطرہ در حلق من ریختند فعلمت ما کان ومایکون۔" یہ ماکان ومایکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے۔) کا علم ہے کہ حق سبحانہ نے معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ چنانچہ حدیث معراج میں ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا کہ میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو مجھے تمام گذشتہ و آئندہ واقعات کا علم حاصل ہو گیا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ الرحمٰن علّم القرآن خلق الانسان علّمہ البیان (پ ۲۷ ع ۱۱) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمدؐ کو پیدا کیا۔ ماکان ومایکون کا بیان انہیں سکھایا انسان سے اس آیت میں سید عالم محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں اور بیان سے ماکان ومایکون کا بیان۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولین وآخرین کی خبریں دیتے تھے"۔ (تفسیر خزائن العرفان)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے خلق الانسان ای محمدًا علیہ السلام علّمہ البیان یعنی بیان ماکان ومایکون"۔ پیدا کیا انسان کو محمد علیہ السلام کو اس کو بیان سکھایا یعنی ماکان ومایکون کا بیان۔

اور تفسیر خازن میں ہے قیل اراد بالانسان محمدًا صلی اللہ

علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ما کان و مایکون لانہ علیہ السلام نباء عن خبر الاولین والاخرین وعن یوم الدین ۔ علمائے حق نے فرمایا اللہ کی مراد انسان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ اس کو بیان سکھایا یعنی ما کان و مایکون کا بیان اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے اولین و آخرین کی خبریں دی ہیں اور قیامت کے دن کی خبر دی ہے ۔"

حضور حاضر ناظر ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ یاایھا النبیّ انا ارسلنک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً (پ ۲۲ ع ۶) اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر ناظر، خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا چراغ ۔" اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاایّھا النبیّ سے خطاب فرمایا ۔ "نبی " نبأ سے مشتق ہے ۔ نبأ کے معنی ہیں ۔ خبر ۔ آگاہی ۔ نبی اسم فاعل ہے ۔ اس کے معنی ہیں خبریں دینے والا ۔ آگاہ کرنے والا ۔ خبریں وہی دے سکتا ہے جو خبروں سے واقف ہو ۔ جانتا ہو ۔ علم رکھتا ہو ۔ آگاہ وہی کر سکتا ہے جسے آگاہی حاصل ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کی پیدائش سے پہلے سے لے کر تا قیامت اور احوال قیامت ۔ اور قیامت کے بعد جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور جہنمیوں کے جہنم میں جانے اور جنت و

دوزخ کے احوال کی غیبی خبریں مخلوق کو بتائیں۔ اس سے واضح ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ اعلام الٰہی تمام حالات، احوال، واقعات سے باخبر ہیں۔ کائنات کے ذرہ ذرہ کی حقیقتوں سے واقف ہیں۔ بہ تعلیم خداوندی مغیبات کے عالم ہیں۔ خالق کی ذات وصفات اور علومِ ظاہر و باطن اور مخلوق کے اولین و آخرین کے سارے علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جمع ہیں اور مخلوق الٰہی میں فوق کل ذی علم علیم حضور ہی ہیں۔ جس آنکھ نے خالق کائنات کو معراج میں دیکھا ہو مخلوق اس سے کس طرح چھپ سکتی ہے؟

اِنَّا اَرسلنک۔ بے شک ہم نے تم کو بھیجا۔ نبوّت کے ساتھ رسالت کا ذکر فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق کو پہنچاتے ہیں اور ہمارے بھی رسول ہیں کہ ہماری عرضداشتیں بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں ہماری حاجات پوری کراتے ہیں مشکلات حل کراتے ہیں۔ حضور خالق و مخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شاھدًا حاضر و ناظر۔ شاھدًا یعنی گواہ۔ گواہی اس کی مقبول و معتبر ہوتی ہے جو موقعہ واردات پر موجود ہو اور حال واقعہ کو بچشم خود دیکھے۔ یعنی حاضر بھی ہو اور ناظر بھی ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خالق کے بھی گواہ ہیں اور مخلوق کے بھی گواہ ہیں۔ خلق کے سامنے خالق کی جنت، جہنم اور تمام غیبی چیزوں کے گواہ ہیں۔ حضور دنیا میں تشریف آوری سے پہلے خالق کے

قرب خاص میں رہ کر تمام چیزوں کا مشاہدہ فرما کر یہاں تشریف لائے اور آخرت میں خالق کے سامنے مخلوق کے گواہ ہوں گے۔
تفسیر روح البیان پ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت انا ارسلنک شاھدًا و مبشرًا ونذیرًا۔ فرماتے ہیں۔ فانه لما کان اول مخلوق خلقه الله کان شاھدًا بوحدانیة الحق وشاھدًا بما اخرج من العدم الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والارکان والاجساد والمعادن و النبات والحیوان والملک والجن والشیطان والانسان وغیرذالک لئلا یشذ عنه ما یمکن للمخلوق واسراره وافعاله وعجائبه فشاھد خلقه وما جرای علیه من الاکرام والاخراج من الجنة بسبب المخالفة وما تاب الله علیه الی اخر ما جری الله علیه۔" بلاشبہ جب کہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ کی تمام مخلوق سے پہلے اولین مخلوق تھے تو آپ تمام عالم کے پیدا ہونے سے پہلے حق تعالیٰ کی واحدانیت کا مشاہدہ فرماتے تھے اور جو ارواح۔ نفوس۔ اجرام۔ ارکان۔ اجسام۔ معادن۔ نباتات۔ حیوانات۔ ملائکہ۔ جن۔ شیطان۔ انسان اور ان کے علاوہ جو کچھ عدم سے وجود میں نکالے گئے یعنی تمام مخلوق جو پیدا کی گئی ان سب کا مشاہدہ فرمارہے تھے تاکہ مخفی نہ رہیں آپ سے رب کے وہ اسرار و عجائب جو کسی مخلوق کے لئے ممکن ہیں۔ آپ نے آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا۔ ان کی تعظیم ہونا۔ اور خطا پر جنت سے ان کا اخراج اور پھر ان کی توبہ قبول ہونا آخر تک ان کے سارے معاملات جو ان پر گزرے سب کو دیکھا اور آپ نے شیطان

کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گزرا وہ سب کچھ دیکھا۔"

سے
سلام اس پر کہ جس نے اِس کو اُس کو سب کو دیکھا ہے
سلام اس پر کہ جس نے چشم سر سے رب کو دیکھا ہے

تفسیر فتح العزیز میں زیر آیۃ ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ پ ۲

ع ۱) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں "و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است۔ نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اخلاص شمارا و نفاق شمارا" اور تمہارا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوگا اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مطلع ہیں۔ اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے رتبہ دین پر کہ وہ آپ کے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ ترقی سے رہ گیا وہ حجاب کون سا ہے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہچانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے اچھے اور بُرے اعمال کو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے اخلاص کو بھی جانتے ہیں اور تمہارے نفاق کو بھی پہچانتے ہیں"۔ لہٰذا آپ کی گواہی دنیا میں شرع کے حکم سے امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

قرآن مجید میں اور بھی بہت آیات مقدسہ ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی اور حاضر و ناظر ہونے کا

واضح بیان ہے۔ تاہم فقیر بہ نظر اختصار اسی پر اکتفا کرتا ہے۔

صاحب ایمان کے لئے یہی کافی ہے۔

ہو شرم تو کافی ہے بس اک حرف صداقت بھی

بے شرم کو کافی نہیں دفتر نہ صحیفے

قرآنی درس توحید لکھنے والے ابو خالد نجدی وہابی کو لازم ہے کہ وہ یہ بتائے کہ مندرجہ بالا آیات مقدسہ قرآن میں ہیں، یا نہیں؟ تو پھر کیا وجہ ہے وہ اپنے پیشرو شیطان کے ایجنٹ وہابیہ کی طرح ان آیات مقدسہ سے آنکھ بند کر کے صرف وہی آیات مقدسہ لکھ کر دھوکہ دینے اور گمراہی پھیلانے کی ناکام کوشش کرتا ہے جن آیات قرآن مجید میں علم غیب ذاتی کی نفی مقصود ہے۔ علم غیب عطائی کی ہرگز نفی مقصود نہیں ہے؟

آیئے اب اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب۔ صاحب قرآن جان ایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ سے ایمان کو تازہ کریں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ"۔ (طبرانی۔ مواہب اللدنیہ اور نسیم الریاض مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۸ جلد دوم) امام زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں ای اظھر وکشف لی الدنیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کی ہر چیز ظاہر فرما دی اور ہر بات کھول دی ہے پس میں دنیا کی تمام چیزوں کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں واقعات

وحالات ہونے والے ہیں سب کو اس طرح واضح طور پر دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔"

نیز فرمایا۔ انی فرطکم و انا شہید علیکم و انی واللہ لانظر الی حوضی الآن و انی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض ۔الحدیث (بخاری جلد اول صفحہ ۵۰۸ اور مسلم جلد دوم صفحہ ۲۵۰) میں (آخرت میں) تمہارے لئے سازوسامان اور تمہاری بہتری و آسائش کا انتظام کرنے والا ہوں۔ اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قسم بے شک میں اب بھی حوض کوثر کو ملاحظہ فرما رہا ہوں۔ اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔" نیز فرمایا۔ انی اریٰ مالا ترون و اسمع مالا تسمعون (امام احمد۔ ترمذی۔ اور ابن ماجہ) بلاشبہ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔"

نیز فرمایا "عرضت علیَّ اعمال امتی حسنہا وسیئہا۔ الحدیث (صحیح مسلم۔ مشکوٰۃ باب المساجد) مجھ پر میری امت کے اچھے اور بُرے اعمال پیش کئے گئے۔" یعنی تاقیامت میرا جو امتی جو اچھا یا بُرا عمل کرے گا وہ سب مجھے دکھائے گئے۔ نیز فرمایا" فعلمت ما فی السموات و الارض ۔ الحدیث (دارمی۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ باب المساجد) تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا" محدث علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ مرقاۃ (۲۱۰ جلد ۲) میں فرماتے ہیں "قال ابن حجر ۔ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل و ما فوقہا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین

السبع بل و ماتحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن الثور و الحوت الذین علیھما الارضون کلھا" ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ یہ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسعت علم کی کھلی دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتوں آسمانوں بلکہ ان آسمانوں سے اوپر کی تمام چیزوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے نیچے کے ذرہ ذرہ اور قطرے قطرے بلکہ مچھلی اور بیل جن پر سب زمینیں قائم ہیں ان سب کا علم کلی عطا فرمایا۔" نیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ فتجلیٰ لی کل شیئ وعرفت۔ الحدیث (احمد۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ) تو میرے لئے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔" یعنی عالم علوی۔ عالم سفلی عالم غیب اور عالم شہادت کا ہر ذرہ مجھ پر فقط منکشف ہی نہ ہوا بلکہ میں نے ہر ایک کو الگ الگ پہچان لیا۔ علم اور معرفت میں بڑا فرق ہے۔ مجمع پر نظر ڈال کر جان لینا کہ یہاں دو لاکھ آدمی بیٹھے ہیں یہ علم ہے اور ان میں سے ہر ایک کے سارے حالات سے واقف ہو جانا معرفت ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم پوری کائنات کو محیط ہے۔

حضور نے تاقیامت تمام حالات و واقعات بیان فرما دیئے

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ایک دن ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی اور منبر پر چڑھے اور نماز ظہر تک خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر اترے۔ نماز ظہر پڑھ کر پھر منبر پر چڑھے اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ پھر اترے نماز عصر پڑھی پھر منبر پر چڑھے (اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ (یعنی فجر سے مغرب تک سارا دن خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ احکام کا نہ تھا بلکہ غیبی خبریں دینے کا تھا۔) فاخبرنا بما هو كائن الى يوم القيمة قال فاعلمنا احفظنا رواه مسلم (مشکوٰۃ باب فی المعجزات) تو ہم کو ان تمام چیزوں کی خبر دی جو قیامت کے دن تک ہونے والا ہے۔ فرمایا۔ پس ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جس نے ان باتوں کو زیادہ یاد رکھا۔

منکرین علم حضور منافقوں کو جواب

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ پر میری تمام امت اپنی صورتوں کے ساتھ پیش کی گئی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا، اس پر منافقین نے استہزاءً کہا۔ محمد کا یہ زعم ہے کہ جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے وہ ان کے متعلق بھی جانتا ہے کہ کون ان میں سے ایمان لائے گا اور کون انکار کرے گا۔ حالانکہ ہم (منکرین علم غیب منافق) ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ

ہمیں تو پہچانتا نہیں"۔ ان کی اس بات پر حضور منبر پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا۔ ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی عن شیئ فیما بینکم وبین الساعۃ الا نبئتکم بہ۔ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو میرے علم پر طعن کرتے ہیں (اے منکرو) اب سے لے کر قیامت تک جس چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرو میں تمہیں اس کا جواب دے سکتا ہوں"۔ (تفسیر خازن۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر قادری۔ تفسیر جامع البیان۔ تفسیر حسینی وغیرہم۔)

میرا باپ کون ہے؟ یارسول اللہ

عن ابی موسیٰ قال سئل النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن اشیاء کرھھا فلما اکثر علیہ غضب ثم قال للنّاس سلونی عما شئتم فقال رجل من ابی۔ قال ابوک حذافۃ فقام اٰخر فقال من ابی یارسول اللہ۔ قال ابوک سالم مولی شیبۃ فلما رأی عمر ما فی وجھہ قال یارسول انا نتوب الی اللہ عزوجل (صحیح بخاری صفحہ ۲۰)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور سے لوگوں نے کچھ ایسے سوال کیے جن سے حضور نے کراہت فرمائی جب اس قسم کے سوال کثرت سے کیے گئے تو حضور جلال میں آ گئے اور فرمایا "اچھا جو چاہو مجھ سے پوچھ لو"۔ ایک شخص نے کہا۔ "میرا باپ کون ہے؟"۔ حضور نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے"۔ پھر دوسرا

شخص اٹھا اور اس نے پوچھا اور میرا باپ کون ہے یا رسول اللہ؟
حضور نے فرمایا: تیرا باپ سالم ہے: شیبہ کا آزاد کردہ غلام ،،حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ پر آثار جلال و غضب دیکھے تو عرض کی یا رسول اللہ ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں،، اندازہ لگایئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہ عطائے الٰہی کس قدر علوم غیب حاصل ہیں۔ کوئی شخص خواہ کتنا بڑا عالم محقق کیوں نہ ہو یقین و تحقیق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شخص فلاں کا واقعی بیٹا ہے اور فلاں شخص فلاں کا واقعی باپ ہے، رحم مادر میں جس کا نطفہ ٹھہرا ہو وہ بچہ اس کا بیٹا ہوتا ہے، کسی شخص کے متعلق صرف اس کی ماں ہی جانتی ہے کہ وہ کس کے نطفہ سے ہے۔ اور وہی بتا سکتی ہے کہ فلاں کا بیٹا ہے۔ مگر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب دیکھئے کہ جس بات کو صرف ماں ہی جانتی ہے حضور اس بات کو بھی جانتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

میں دجّال کے مخالف مجاہدین کے باپ داداؤں کے نام جانتا ہوں

حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث ہیں۔ شامی مسلمانوں اور رومی کفار کی اس چار روزہ جنگ کے حالات بالتفصیل بیان فرمائے جو قریب قیامت ہوگی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں رومی کفار بہت بڑی تعداد میں مار دیئے جائیں گے اور کفار کو شکست ہوگی۔ اور مسلمان مجاہدین بھی بڑی تعداد میں شہید ہو جائیں گے بقیہ غازی اپنے بچے کھچوں کو شمار کریں گے تو حالت یہ ہوگی کہ جس قبیلہ کے سو آدمی جہاد میں آئے تھے ان میں سے ایک بچا ہوگا۔ ننانوے شہید ہو چکے ہوں گے۔ یعنی ایک فی صد بچے گا۔ دریں اثناء ایک چیخنے کی آواز آئے گی کہ دجّال ان کے بال بچوں میں پہنچ گیا تو مسلمان سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ادھر متوجہ ہو جائیں گے تاکہ اپنے اہل و عیال کو دجّال سے بچا لیں اور دس سواروں کو دجال کی خبر کی تحقیقات کے لئے بھیجیں گے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعرف اسمائھم واسماء ابائھم والوان خیولھم ھم خیر فوارس اومن خیر فوارس علی ظھر الارض یومئذ۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ باب الملاحم) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان کے نام اور ان کے

باپ دادوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں، وہ لوگ اس دن روئے زمین پر بہترین سوار ہوں گے ؟

تاقیامت فتنہ گر پیشواؤں کے نام معہ ولدیت وقبیلہ بتادیئے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ واللہ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من، قائد فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ من معہ ثلاث مائۃ فصاعدا الاقد سماہ لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلۃ۔ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن) اللہ کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ختم ہونے تک کے تمام فتنہ گر پیشواؤں کو جو تین سو یا کچھ زیادہ ہیں نہیں چھوڑا مگر ہم کو ان کے نام بتادیئے۔ اس کا نام اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام" یعنی فتنہ پیدا کرنے والے بڑے بڑے پیشواؤں کے نام بتادیئے جن میں سے ہر ایک کے ماتحت ہزارہا فتنہ گر ہوں گے۔ تمام عرب وعجم مشرق ومغرب، شمال وجنوب کے فتنہ گر سب ہی بتادیئے۔

نبی ہمارا خدا کا پیارا رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے
خدا کے اذن وعطا سے بیشک خبیر بھی ہے علیم بھی ہے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنّتیوں اور جہنّمیوں کا علم ہے

عن عبد اللہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی یدہ کتابان فقال اتدرون ماھذان الکتابان فقلنا لا یا رسول اللہ الا ان تخبرنا فقال للذی فی یدہ الیمنیٰ ھذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماء اھل الجنۃ واسماء ابائھم وقبائلھم ثم اجمل علیٰ اٰخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابدا ثم قال الذی فی شمالہ ھذا کتاب من رب العالمین، فیہ اسماء اھل النار واسماء اٰبائھم وقبائلھم ثم اجمل علیٰ اٰخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابدًا۔ الیٰ اٰخر الحدیث۔

(ترمذی جلد دوم صفحہ ۳۲ اور مشکوٰۃ باب القدر) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضور کے ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ دو کتابیں کیا ہیں؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ، ہم نہیں جانتے بجز اس کے کہ آپ ہمیں خبر دیں، تو حضور نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے داہنے ہاتھ میں تھی۔ یہ کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں اہلِ جنّت کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام

درج ہیں پھر اس کے اخیر میں کل جمع کی میزان لکھی ہوئی ہے اس میں ہرگز نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا۔ پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو حضور کے بائیں ہاتھ میں تھی۔ یہ کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں جہنمیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر اخیر میں کل جمع کی میزان لکھی گئی ہے۔ پس اس میں نہ ہرگز زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا۔ قرآن وحدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اذن وعطاء الٰہی ماکان ومایکون کا علم حاصل ہے۔ مگر باطل پرست نجدی وہابی قرآن وحدیث کی صریحاً مخالفت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔

"کسی انبیاء و اولیاء یا امام یا شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے" (تقویۃ الایمان صفحہ ۲۴) نیز لکھتا ہے۔ "غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟" (تقویۃ الایمان صفحہ ۸۲) اور "قرآنی درس توحید"، کتابچہ کا مرتب ابو خالد خارجی شیطانی توحید کا درس دیتے ہوتے لکھتا ہے "اللہ وحدہٗ لاشریک اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ نزدیک ہے وہ محض اپنے فضل وکرم سے بغیر کسی وسیلہ، واسطہ، اور ذریعہ کے سب کی پکار سنتا ہے سب

کا نگہبان ہے ہر جگہ ہر حال میں حاضر وناظر رہنا اور ہر چیز کی خواہ وہ دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اُجالے میں، آسمانوں میں زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر سمندر کی تہہ میں خبر رکھنا اسی کی شان ہے۔ اگر کوئی کسی نبی، ولی، پیر یا شہید کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے ...... اس کو واقف راز خفی وجلی جانے وہ شخص مشرک ہو جاتا ہے یہ شرک فی العلم ہے۔" (صفحہ ۱۴-۱۵) اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفہاء الاحلام وہابی اللہ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کو جھٹلاتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔ یہ بدبخت وہابی اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خداداد علم غیب کا انکار کر کے خود کو وحشی درندوں اور ابوجہل لعین سے بھی بدتر ثابت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

درندہ بھیڑیئے کی گواہی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک بھیڑیا کسی بکریوں کے چرواہے کی طرف گیا اور ایک بکری پکڑ کر لے گیا۔ چرواہے نے اسے تلاش کر لیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور دم دبائی اور بولا۔" اللہ نے مجھے روزی دی میں نے اسے پکڑ لیا اور تو نے مجھ سے چھین لیا"۔ چرواہا بولا:

"اللہ کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا۔ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے (تعجب ہے کہ بھیڑیا انسانی زبان میں باتیں کر رہا ہے) فقال الذئب اعجب من ھذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضیٰ وما ھو کائن بعدکم "۔ تو بھیڑیا بولا۔" اس سے عجیب تر یہ ہے کہ ایک صاحب دو پہاڑوں کے بیچ کھجوروں کے جھنڈوں میں سے تم کو ساری گذشتہ اور تمہارے بعد میں ہونے والی باتوں کی خبر دے رہے ہیں۔ (یعنی تمام غیبی خبریں دے رہے ہیں۔ از آدم علیہ السلام تا قیامت ہر بات لوگوں کو بتا رہے ہیں) وہ چرواہا یہودی تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ خبر سنائی اور مسلمان ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ قیامت کے آگے کی نشانیاں ہیں (یعنی بھیڑیے کا انسان سے کلام کرنا علامات قیامت سے ہے اور اب قیامت قریب قریب ہے کہ ایک شخص (گھر سے) نکلے گا نو نہ لوٹے گا حتیٰ کہ اس کے جوتے اور اس کا کوڑا اسے ان باتوں کی خبریں دیں گے جو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں نے کہیں "۔ رواہ شرح السنۃ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات) یعنی قریب قیامت کوئی شخص اپنا جوتا اپنا کوڑا گھر چھوڑ جائے گا وہ دونوں گھر والوں کی آوازیں ان کے کام کہہ کر لیں گے اس شخص کے آنے پر یہ دونوں سب کچھ بتا دیں گے یہ زمانہ اب بہت ہی قریب معلوم ہوتا ہے۔ ٹیپ ریکارڈر وغیرہ ایجاد ہو چکے ہیں۔ اس ارشاد حضور سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو پندرہ سو سال بعد کی سائنسی ایجادات کا بھی علم حاصل ہے۔

اگر تو رسول ہے تو بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟

عارف باللہ مولانا رومی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے یہ واقعہ مثنوی معنوی میں بیان فرمایا۔

سنگہا اندر کف بوجہل بود — گفت اے احمد بگو ایں چیست زود

گر رسولی چیست در مشتم نہاں — چوں خبر داری ز راز آسمان

ابو جہل کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جلدی بتاؤ یہ کیا ہے؟

اگر تو رسول ہے تو بتا میرے ہاتھ میں کیا چیز پوشیدہ ہے جب کہ تو آسمان (تک) کے بھیدوں سے واقف ہے۔

گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست — یا بگویند آنکہ ما حقیم و راست

حضور نے فرمایا۔ اگر تو چاہے تو میں بتاؤں کہ یہ کیا ہے یا وہ چیزیں خود بول اٹھیں کہ ہم سچے اور برحق رسول ہیں۔

گفت بوجہل آں دوم نادر تر ست — گفت آرے حق ازاں قادر تر ست

ابو جہل نے کہا وہ دوسری بات عجیب ہے وہ کرو۔ حضور نے فرمایا ہاں اللہ اس سے بھی زیادہ قادر ہے۔

گفت شش پارہ حجر در دست تست — بشنو از ہر یک تو تسبیح درست

فرمایا تیرے ہاتھ میں چھ پتھریاں ہیں اب ہر ایک سے صاف لفظوں میں تسبیح سن لے۔

از میان مشت او ہر پارہ سنگ		در شہادت گفتن آمد بے درنگ

اس (ابوجہل) کی مٹھی سے ہر پتھری بلا توقف کلمہ شہادت پڑھنے لگی۔

لا الہ گفت و الا اللہ بگفت		گوہر احمد رسول اللہ سفت

اور بولی لا الہ الا اللہ ساتھ ہی محمد رسول اللہ کا موتی پرو دیا۔

چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں		زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں

جب ابوجہل نے پتھریوں سے یہ سنا تو غصے کے ساتھ ان پتھریوں کو زمین پر دے مارا۔

گفت نبود مثل تو ساحر دگر		ساحراں را سر توئی و تاج سر

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سے کہا۔ تم سا کوئی جادوگر نہ ہوگا تم ہی جادوگروں کے سردار اور افسر ہو۔

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت		گفت در خشم و بسوئے خانہ رفت

جب گرم مزاج ابوجہل نے وہ معجزہ دیکھا تو غضبناک ہوا اور گھر کی راہ لی۔

رہ گرفت و رفت از پیش رسول		او فتاد اندر چہ آں زشت سفول

اپنی راہ لگا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے سے چلتا بنا وہ بدخو پست خیال چاہ گمراہی میں گر گیا۔

معجزہ را دید و شد بدبخت و زفت		سوئے کفر و زندقہ شد نیز رفت
خاک بر فرقش کہ بدکور و لعین		چشم او ابلیس آمد خاک بیں

اس کے سر پر خاک پڑے کیونکہ وہ ازل سے اندھا تھا اور ملعون تھا اس کی آنکھ ابلیس کی آنکھ تھی جو آدم علیہ السلام کے مادہ خاکی کو دیکھنے والا اور ان کے فضائل و کمالات سے چشم پوشی کرنے والا ہے۔ ابوجہل لعین کافر ہونے کے باوجود یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ کا رسول وہی ہو سکتا ہے جو غیب کی باتیں جانے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس نے اپنی مٹھی میں پوشیدہ کنکریوں کے بتا دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر اشقیاء ازلی مسلمان کہلاتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا رسول وہی ہو سکتا ہے جو غیب کی باتیں نہ جانے۔ اس لحاظ سے یہ لوگ ابوجہل سے بھی بدتر ہیں۔

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

اللہ و رسول کے فضل و کرم سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں نجدی وہابیہ کے اس عقیدہ باطل کی مدلل طور پر مکمل تردید ہو گئی کہ۔ (معاذاللہ) رسول اللہ کے پاس نہ تو اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی غیب جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں مسلمانوں کو ان شرک فروش۔ دین و ایمان کے لٹیرے وہابیہ کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اور ہم سب کو اہلسنت وجماعت کے اس مبنی بر حقیقت عقیدہ پر قائم رکھے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

اللہ کی مرضی سب چاہیں، اللہ رضا ان کی چاہے
ہے جنبش لب قانون خدا قرآن و خبر کی گواہی ہے

گذشتہ صفحات میں قرآن مجید کی وہ آیات مقدسہ اور حدیث شریف کی روایات مبارکہ درج کی جاچکی ہیں جن سے بالوضاحت ثابت ہوا کہ ابتدائے پیدائش دنیا سے لے کر قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد کے احوال و واقعات سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم باعلام الٰہی واقف ہیں۔ آپ کو ما کان و ما یکون کا علم غیب حاصل ہے ترمذی شریف اور مشکوۃ شریف کی حدیث ابھی ابھی گزری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام جنتیوں اور جہنمیوں کو جانتے ہیں۔ ان کے ناموں، ان کے باپ دادوں کے ناموں اور ان کے قبیلوں تک کی خبر آپ کو حاصل ہے۔ مگر شیطانی توحید کے پجاری وہابیوں کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں اتنے سخت اور سیاہ ہوچکے ہیں کہ ان آیات قرآن و روایات حدیث کو قبول نہیں کرتے۔ ان کی منحوس آنکھیں اندھی ہیں کہ ان آیات قرآن و روایات کو نہیں دیکھتیں۔ ان کے دل اور دماغ پر شیطان مسلط ہے وہ ان اشقیا کو ارشادات خدا و رسول خدا تسلیم کرنے سے مانع ہے۔ اس کے باوجود یہ لوگ اس قدر ڈھیٹ اور بے حیا ہیں کہ خود کو صحیح توحید پرست سچے مسلمان کہلانے سے نہیں شرماتے۔ سچ ہے اذلم تستحی فاصنع ماشئت۔ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

نجدی وہابی اپنی شیطانی ہٹ پر قائم ہیں اور سرکار دو عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننے کو شرک، شرک کی رٹ لگاتے ہیں۔ حسب معمول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلقاً بے علم ٹھہرانے کی خاطر قرآن وحدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ آیۃ مبارکہ قل ماکنت بدعا من الرسل وما ادری مایفعل بی ولا بکم۔ کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور تمہارے ساتھ بھی کیا ہونے والا ہے۔" ملاحظہ ہو۔ (فاران توحید نمبر صفحہ ۹) اور امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے اس حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لاادری واللہ لاادری وانا رسول اللہ مایفعل بی ولا بکم کا ترجمہ لکھا۔ کہا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی۔ کہ نہیں جانتا میں پھر قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا تم سے" پھر اس کی تشریح یوں کی۔ "یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا" تقویۃ الایمان۔ اور نقال وہابیہ ابوخالد آیۃ مبارکہ وما ادری مایفعل بی ولا بکم (پ ۲۶ ع ۱) کا ترجمہ لکھتا ہے۔" اے نبی آپ لوگوں سے کہہ دیجئے) مجھے نہیں معلوم کہ آئندہ مجھ کو کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور تم کو کیا کیا پیش آتے ہیں"
(قرآنی درس توحید صفحہ ۲۴)

قرآن وحدیث کی روشنی میں وہابیہ کی ہفوات کا پوسٹ مارٹم

کر کے دیکھیں کہ آیۃ مقدسہ اور حدیث مبارکہ کا صحیح معنی اور مطلب کیا ہے اور وہابیہ کیا بکتے ہیں۔ آیت مقدسہ قل ماکنت بدعا من الرسل وما ادری مایفعل بی ولابکم ان اتبع الاما یوحی الیّ وما انا الانذیر مبین (پ ۲۶ ع ۱) تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں (مجھ سے پہلے بھی رسول آچکے ہیں تو تم کیوں نبوّت کا انکار کرتے ہو؟) اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔" منکرین نبوت کفار سے کہا گیا کہ میری نبوّت کوئی نئی انوکھی بات تو نہیں، مجھ سے پہلے بھی انبیاء آتے رہے ہیں تو پھر تمہیں میری نبوت سے انکار کیوں ہے؟ اور ما ادری مایفعل بی ولابکم کی تفسیر علماء حق مفسرین نے دو طرح فرمائی ہے۔ ۱۔ اس میں علم کی نفی نہیں۔ درایت کی نفی ہے۔ (والراجع الدرایۃ) بالرفع عطفا عن الاشیہ ای الراجع من جملۃ الدرایۃ ادراک العقل بالقیاس علی غیرہ" (الردالمختار جلد اول ص ۹۷) یعنی درایۃ کا مطلب ہے از روئے عقل، اٹکل اور قیاس کے جاننا" پس لاادری یا ما ادری کے معنی ہوئے "میں از روئے

قیاس، یا اٹکل کے طور سے نہیں جانتا اور ما ادری ما یفعل بی ولا بکم کا ترجمہ یہ ہوا کہ جو کچھ میرے ساتھ ہونے والا ہے اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس کو میں اٹکل اور قیاس سے نہیں جانتا کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہو سکے بلکہ میں ان امور کو وحی الٰہی سے جانتا ہوں، یعنی جو کچھ میرے اور تمہارے ساتھ معاملہ کرے گا اس کو میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کی بنا پر یقینی طور سے جانتا ہوں۔ ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ میں تو وحی کا اتباع کرتا ہوں۔ وحی الٰہی کے ذریعہ مجھے اپنے اور دوسروں کے انجام کا علم حاصل ہے جو یقینی حتمی ہے۔ علامہ نیشاپوری تفسیر میں فرماتے ہیں۔ نفی اپنی ذات سے جاننے کی ہے من جہۃ الوحی جاننے کی نفی نہیں۔" یہی معنی اور یہی مطلب اس حدیث مبارک کے ہیں۔ جس سے وہابیہ، خبیثہ شقاوت ازلی کا اظہار کرتے ہوئے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ "جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔"

حدیث میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔" بدبخت وہابی حقیقت کو چھپانے کی خاطر یہ

نہیں بکھتے نہ ہی بتاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس موقعہ پر کس وجہ سے یہ ارشاد فرمایا تھا اور اس ارشاد کا صحیح مطلب کیا ہے کہ صحیح حقیقت واضح ہو جانے سے نجدیت وہابیت کی بیخ کنی ہوتی ہے بلکہ وہابیت کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمایئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جنہوں نے دو ہجرتیں کیں اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ آپ مدینہ منورہ میں پہلے مہاجر ہیں جن کی وفات ہوئی۔ ہجرت کے ۳ ماہ بعد جب آپ کی وفات ہوئی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی میت کی پیشانی چومی، بعد دفن فرمایا۔ تم ہمارے بہترین پیشرو ہو۔ حضرت ام العلاء صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر فرمایا۔ "میں گواہی دیتی ہوں کہ تم جنتی ہو"۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا

بکم باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور رسول کی عقل تمام جہان سے زیادہ ہوتی ہے مگر اپنے یا دوسروں کا انجام میں بھی اپنی عقل وقیاس سے معلوم نہیں کر سکتا۔ بلکہ مجھے یہ علم وحی الٰہی سے حاصل ہے اور تم محض اپنی عقل وقیاس سے یہ کیوں کہہ رہی ہو؟ جبکہ تم پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ نہ تم نبی نہ رسول ہو۔ الحمدللہ کہ حدیث کا صحیح مطلب ومفہوم واضح ہو چکا۔ اب فقیر راقم الحروف ابوالحسان قادری

غفرلک آیت مقدسہ مذکورہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

نمبر۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ آیت وما ادری مایفعل بی ولابکم۔ اور حدیث لاادری واللہ لاادری وانا رسول اللہ مایفعل بی ولابکم اس آیت لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر سے منسوخ ہیں (تفسیر خزائن العرفان) حضرت العلام ملا عبدالرحمن دمشقی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ "ناسخ ومنسوخ" میں فرماتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ما ادری مایفعل بی ولابکم نسخ بقولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر۔ یعنی آیت ما ادری مایفعل بی ولابکم اس آیت انا فتحنا لک الآیۃ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ نیز تفسیر خازن میں ہے۔ لما نزلت ھذہ الآیۃ فرح المشرکون فقالوا واللات والعزّٰی ما امرنا وامر محمد الا واحدٌ وماله علینا من مزیۃ وفضل لولا انہ ما ابتدع مایقولہ لاخبرہ الذی بعثہ بمایفعل بہ فانزل اللہ عزّ وجل لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک الآیۃ فقالت الصحابۃ ھنیئًا لک یا نبی اللہ قد علمت مایفعل بک فماذا یفعل بنا فانزل اللہ لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰت الآیۃ وانزل وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلًا کبیرا وھذا قول انس وقتادۃ وعکرمۃ قالوا انما ھذا قبل ان یخبر بغفران ذنبہ عام الحدیبیۃ فنسخ ذالک۔

جب یہ آیت (ما ادری مایفعل بی ولابکم) نازل ہوئی تو مشرک

خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم ہمارا اور محمدؐ کا تو یکساں حال ہے ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں۔ اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتا ہوتا تو اس کو بھیجنے والا خدا اس کو بتا دیتا کہ اس سے کیا معاملہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے لیغفر لک اللہ ما تقدم الآیۃ نازل فرمائی۔ پس صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ علیہ السلام آپ کو مبارک ہو، آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ (اب ہمیں بھی بشارت دیجیے) ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰت الآیۃ۔ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں اور یہ آیت اُتری۔ وبشّر المؤمنین بانّ لھم من اللہ فضلاً کبیرًا۔ اے میرے حبیب! مومنوں کو خوشخبری دیجیے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ یہ حضرت انس اور حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ارشاد ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت (ما ادری ما یفعل بی ولا بکم) اس سے قبل نازل ہوئی تھی جبکہ صلح حدیبیہ کے سال میں اللہ تعالیٰ نے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک الآیۃ نازل فرما کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (بذریعہ وحی) مطلع فرمایا۔ پس یہ آیت ما ادری ما یفعل بی ولا بکم) منسوخ ہوگئی۔

تفسیر صاوی جلد ۴ صفحہ ۶۲ میں اسی طرح کے بیان کے بعد فرمایا فما خرج صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا حتیٰ اعلمہ اللہ فی القرآن مایحصل لہٗ وللمؤمنین والکافرین فی الدنیا والآخرۃ اجمالاً وتفصیلاً۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اجمال اور پوری تفصیل کے ساتھ سب بتادیا جو کہ آپ سے اور مومنین کے ساتھ اور کافروں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ہونے والا ہے یہ ثابت ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با علام الٰہی نہ صرف اپنے متعلق بلکہ جملہ مومنین اور کفار کے ساتھ دنیا و آخرت میں ہونے والے معاملات سے اجمالاً و تفصیلاً باخبر ہیں مگر خوارج الاصل وہابی آج تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دشمنان خدا اور رسول خدا کفار و مشرکین اور منافقین والے اسی عقیدہ پر قائم ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ اپنی عاقبت کے متعلق کچھ علم ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اس باطل عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کی خاطر اور مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے کے لئے نیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس اور ان کے خداداد کمالات میں تنقیص و توہین کی خاطر ان خبثا کی جدوجہد بھی قابل دید ہے کہ اپنے مذموم مقاصد کی خاطر کتنے پاپڑ بیلتے ہیں۔ آیات قرآن و روایات حدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ غلط تاویلات تلاش کرتے ہیں۔ معانی بگاڑتے ہیں۔ من گھڑت مفہوم نکالتے ہیں اور منسوخ شدہ آیات و روایات ڈھونڈ کر ان سے استدلال کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔

فقیر اتمام حجت کے پیش نظر چند ایسی صحیح احادیث پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہے جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اور تمام لوگوں کے ساتھ ہونے والے سب معاملات کو جانتے ہیں

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم یوم القیمۃ واول من ینشق عنہ القبر واول شافع واول مشفع۔ رواہ مسلم۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں پہلا وہ ہوں جس کی قبر کھلے گی اور میں پہلا شفاعت فرمانے والا ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا ہوا۔ شارح مسلم حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ قال الھروی السید ھو الذی یفوق قومہ فی الخیر وقال غیرہ ھو الذی یفزع الیہ فی النوائب والشدائد فیقوم بامرھم ویتحمل عنھم مکارھھم ویدفعھا عنھم (مسلم جلد نمبر ۲ ص ۲۴۵) اور مسلم جلد اول ص ۱۱۱ پر ہے۔ وقال القاضی عیاض قیل السید الذی یفوق قومہ والذی یفزع الیہ فی الشدائد والنبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدھم فی الدنیا والآخرۃ۔ محدث ہروی علیہ الرحمۃ نے فرمایا سید اسے کہتے ہیں جو بھلائی میں ساری قوم سے بلند و بالا ہو اور مشکلات و مصائب میں لوگ فریاد لے کر اس کے پاس جائیں اور وہ ان کی فریادرسی کرے اور ان کی مشکلات اور تکالیف کو دور کرے اور استاذ المحدثین قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے

ہیں۔ سید وہ ہے جو ساری قوم سے بلند و بالا ہو اور سید وہ ہے کہ لوگ سختیوں (مصائب) کے وقت فریاد لے کر اس کے پاس جائیں اور اسی معنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں سب کے سردار ہیں"۔ اس حدیث سے نجدیت وہابیت کے سارے ہوائی قلعے برباد ہو گئے۔ بلکہ پوری وہابیت کا بیڑا غرق ہو گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سید ہوں اور سب لوگ میری بارگاہ میں فریادی ہوں گے اپنی مشکلات و مصائب میرے حضور عرض کریں گے اور میں سب کی فریادیں سن کر ان کی مشکلات حل کروں گا اور ان کے مصائب دور کر دوں گا۔ محدثین عظام فرماتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں سب کے سردار ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بھی لوگوں کی مشکلات حل فرماتے ہیں، ان کے مصائب دور کرتے ہیں اور قیامت میں بھی فرمائیں گے۔ وللہ الحمد

مذہب وہابیہ کی بنیاد ہی ان باتوں کی تردید و تکذیب پر قائم ہے، یہ لوگ ان باتوں کو شرک ٹھہراتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور محدثین عظام کے ارشاد سے یہ باتیں عین ایمان ثابت ہو گئیں۔ تو پھر وہابیت کے ملعون و مردود ہونے میں کیا شک باقی رہا؟

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰتی باب الجنۃ یوم القیمۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بک امرت ان لا افتح لاحد قبلک۔ رواہ مسلم۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر میں آؤں گا۔ دروازہ کھولنے کے لئے کہوں گا تو خازن جنت کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمدؐ ہوں۔ وہ عرض کرے گا مجھے آپ کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا شفیعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا ایئسوا الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی۔ (سنن دارمی۔ ترمذی جلد دوم ص ۲۰۱ اور مشکوٰۃ ص ۵۰۶)

میں سب سے پہلے روضہ اقدس والنور سے باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے اور میں ان کا پیشوا ہوں جب وہ حاضر بارگاہ ہوں گے۔ میں ان کا خطیب ہوں جب وہ دم بخود ہوں گے۔ اور میں ان کا شفیع ہوں جب وہ محبوس ہوں گے۔ اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہوں گے عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہیں اور لواءالحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا"۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۲۷۴ میں الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی کے ترجمہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ بزرگی دادن وکلید ہائے بہشت وابواب رحمت آں روز بدست من است"۔ بزرگی (عزت) دینا اور جنت اور رحمت کے دروازوں کی چابیاں اس (حشر کے) دن میرے ہاتھ (قبضہ) میں ہیں۔ اور حافظ الحدیث ابن حجر مکی محدث

رحمۃ اللہ علیہ نے "الجواہر المنظم ص ۵۲ میں فرمایا۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ وتحت ارادتہ یعطی منہا من یشاء ویمنع من یشاء" بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانوں اور اپنی نعمتوں کے خوان آپ کے دست کرم (آپ کے قبضہ واختیار) میں دے دیئے ہیں اور آپ کے ارادہ کے تحت کر دیئے ہیں آپ (ان خزانوں اور نعمتوں میں سے) جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور جسے چاہیں محروم رکھیں۔ نیز ترمذی شریف جلد نمبر۲ ص ۲۰۱ میں ایک روایت کے آخر میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیّین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر اور ترمذی شریف جلد نمبر۲ ص ۲۰۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اول من تنشق عنہ الارض فاکسٰی الحلۃ من حلل الجنۃ ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذالک المقام غیری جب قیامت کا دن ہوگا میں تمام انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا پیشوا ہوں گا اور ان کا خطیب ہوں گا اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ بغیر فخر کے۔ یعنی میں یہ باتیں بطور فخر نہیں کہتا بلکہ اظہار حقیقت اور تحدیث نعمت کے لئے کہہ رہا ہوں اور فرمایا میں وہ پہلا ہوں جس کے لئے زمین شق ہوگی اور مجھے جنتی حلّہ پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں

گا اور اس مقام پر میرے سوا مخلوقات میں سے کوئی نہ پہنچے گا" نیز صحیح بخاری جلد نمبر ۲ ص ۱۱۰۸ اور ترمذی شریف جلد نمبر ۲ ص ۱۴۳ میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ نے فرمایا۔ قیامت کے دن جب لوگ پریشان اور غمگین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرانے کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت بیان کریں گے اور طالب شفاعت ہوں گے۔ آپ جواب میں فرمائیں گے لست ھناکم میرا یہ مقام نہیں کہ تمہارے لئے شفاعت کروں۔ اور فرمائیں گے۔ تم سب کے سب نوح علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی جواب دیں گے لست ھناکم اور فرمائیں گے ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ لوگوں کو یہاں سے بھی یہی جواب ملے گا لست ھناکم اور انہیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جانے کا ارشاد فرمائیں گے۔ وہاں سے یہی جواب پا کر آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب شفاعت ہوں گے تو وہ بھی یہی فرمائیں گے لست ھناکم میرا یہ مقام و منصب نہیں ہے۔ لیکن تم لوگ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر طلب شفاعت کرو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ پھر لوگ میری خدمت میں حاضر ہوں گے تو میں فرماؤں گا انا لھا ہاں میرا منصب ہے میں تمہاری شفاعت کرتا ہوں پھر بہ اذن اللہ بارگاہ الٰہی میں لوگوں کی شفاعت کروں گا اور لوگوں کو پریشانی اور مصیبت سے نجات دلاؤں

گا اور دوزخیوں کو دوزخ سے نکال کر جنّت میں داخل کروں گا۔"
کتب احادیث میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کے اجتماعی لحاظ سے بھی سارے حالات کا علم ہے اور فرداً فرداً ہر ایک کے بارے میں بھی جانتے ہیں کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ بہت سے جنّتیوں اور جہنمیوں کے نام لے کر حضور نے ان کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ترمذی شریف کی حدیث درج کی جا چکی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنّتیوں اور جہنمیوں کو جانتے ہیں۔ سب کے ناموں، ان کے آباء و اجداد کے ناموں اور ان کے قبیلوں کے ناموں سے واقف ہیں مگر اشقیاء ازلی نجدی وہابیوں کو ایسی کوئی حدیث دکھائی نہیں دیتی۔ ان بدبختوں کو ان حدیثوں میں شرک سجھائی دیتا ہے۔ لہٰذا یہ شیطانی توحید کے ٹھیکیدار ان حدیثوں کو نہ مانتے ہیں نہ ان پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی اسی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ "جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔" یعنی وہی مرغے کی ایک ہی ٹانگ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نیز مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ کے فضل و کرم سے بہرہ ور ہونے کے مخلوق خدا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم کی محتاج ہے کہ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہوگا کہ

میری مخلوق سختیوں میں گھری ہوئی ہے۔ سخت پریشان ہے بدحال ہے۔ بڑی مصیبت میں ہے۔ مگر ان کو سختیوں سے نجات نہ دے گا۔ ان کی پریشانیوں کو رفع نہ کرے گا۔ ان کی بدحالی پر رحم اور فضل وکرم نہ فرمائے گا۔ اور ان کو مصیبت سے نہ چھڑائے گا۔ جب تک کہ آدم علیہ السلام سے لے کر تاقیامت پیدا ہونے والے جن میں منکرین وہابی بھی شامل ہوں گے۔ سب لوگ جلیل القدر انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور فریاد نہ کرلیں۔ اور ان حضرات سے لست ھنالکم جواب سُن کر سرکار دو عالم، خلیفۃ اللہ الاعظم، رحمت مجسم محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچ کر ان سے فریاد نہ کرلیں، ان کا وسیلہ اختیار نہ کرلیں۔ ان سے استمداد نہ کرلیں۔ پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حالت زار پر رحم فرما کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کی شفاعت فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت قبول فرما کر لوگوں کو مصیبت اور پریشانی سے رہائی بخش دے گا۔ اس سے واضح ہوا کہ ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل، استمداد اور استغاثہ کو شرک وکفر قرار دینے والے منکرین ٹھنڈے دل سے سوچیں اور اس امر پر غور کریں کہ اگر یہ امور شرک وکفر ہیں تو حشر کے دن کیونکر جائز ہو سکتے ہیں؟ شرک بہرحال بہر مقام شرک ہی رہتا ہے جس کی معافی ہرگز قطعاً

کسی صورت ممکن نہیں۔ پس منکرین کو یہ مشورہ مان لینا چاہیئے۔

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

ثابت ہوا کہ محبوب خدا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل و ندا، و استغاثہ و استمداد۔ ایسے اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند و محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے حصول کا مستحکم، یقینی ذریعہ ہیں۔ شیخ المحققین شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں: ”بحقیقت دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم محبوب الٰہی و سرور کائنات و مظہر فیوض نامتناہی اوست جل و علا و خلیفہ رب العالمین و نائب مالک یوم الدین است و مقامیکہ اورا باشد ہیچ یکے را نہ باشد و جاہے کہ او راست کسے را نبود روز روز اوست و حکم حکم او بحکم رب العالمین“ بہ حقیقت اس (قیامت کے) دن ظاہر ہوگا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور کائنات کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے فیوض نامتناہی کے مظہر ہیں اور رب العالمین کے خلیفہ اور نائب مالک یوم الدین آپ ہی ہیں (روز قیامت) جو مقام آپ کا ہوگا اور کسی کو حاصل نہ ہوگا اور جو جاہ و مرتبہ آپ کا ہے اور کسی دوسرے کا نہیں (روز قیامت) آپ ہی کا دن ہے اس دن باذن اللہ تعالیٰ آپ ہی کا حکم چلے گا۔“

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

وہابیہ کا سب سے بڑا گمراہ کن خطرناک حربہ

خوارج الاصل وہابیوں کے پاس مسلمانوں کو بہکانے اور گمراہی پھیلانے کے لئے دوسرے مخصوص ہتھکنڈوں کے علاوہ سب سے بڑا گمراہ کن حربہ یہ ہے کہ سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ سے توسل، استمداد اور استغاثہ کو شرک و کفر ٹھہرانے کے لئے ان آیات قرآن مجید کو پیش کرتے ہیں جن آیات میں " من دون اللہ .. ٹھہرا کر معبودان باطل بتوں، دیوی دیوتاؤں، جنّوں اور بھوتوں میں شمار کرتے ہیں۔ ابو خالد وہابی نے اپنے پیشرو وہابیہ کی طرح اپنے کتابچہ میں بتوں کی تردید اور بت پرست کفار و مشرکین کی مذمت میں نازل شدہ آیات چن چن کر اور دہرا دہرا کر درج کی ہیں اور شیطانی توحید کے جوش میں بڑھ چڑھ کر بڑھکیں ہانکی ہیں۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ اس پر جنون سوار ہے۔ جامے سے باہر ہوا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ حق و صداقت سے تہی دامن ہے۔ کوئی ڈھنگ کی بات لکھنے یا کوئی معقول دلیل پیش کرنے کے بجائے وہی حربہ استعمال کرتا ہے جو وہابیہ کا روایتی ہتھیار ہے وہی فریب کارانہ طرز استدلال جسے بار بار رد کیا جا چکا ہے اور وہی گھسی پٹی باتیں جن کی تردید علماء حق سینکڑوں ہزاروں مرتبہ کر چکے۔ جن آیات قرآن کو منکرین وہابیہ پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ سے توسل و استمداد اور استغاثہ کو شرک ٹھہراتے ہیں۔ مثلاً و مالکم من

دون اللہ من ولیّ ولا نصیر ۔ ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وھم عن دعائھم غافلون ۔ انھم اتخذوا الشیطین اولیاء من دون اللہ ویحسبون انھم مھتدون اور والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون ۔ وغیرہ ۔ ایسی تمام آیات میں انبیاء و اولیاء کی نفی نہیں بلکہ من دون اللہ کی نفی ہے جنہیں کفار نے از خود اپنے ناصر و مددگار بنا رکھا ہے ۔ جیسے بت شیاطین وغیرہ ۔ ولی اللہ وہ جسے اللہ تعالیٰ نے ناصر و مددگار بنایا جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام قدسنا اللہ باسرارہم ۔ گورنر وہ ہے جسے گورنمنٹ گورنر بنائے اگر کوئی شخص کسی کو از خود گورنر مان لے تو وہ مجرم و باغی ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ○ ومن یتول اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون ۔ (المائدہ ع ۸) اے مسلمانو تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں ۔ (اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں) اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا مددگار (دوست) بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے ۔" اس آیہ مبارک میں اللہ و رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں ۔ ورنہ عام

مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے کہ فرمایا ہے۔ والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ "من دون اللہ" نہیں۔ میرے اولیاء ہیں۔ میں نے ان کو تمہارے لئے وسیلہ، مددگار، شفیع مان لیا ہے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے انبیاء واولیاء اللہ کو وسیلہ، مددگار، شفیع بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بت من دون اللہ ہیں میں نے ان کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہیں بنایا۔ مسلمانوں نے بتوں کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہیں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لینا ہی حق اور عین ایمان ہے۔ مسلمان وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہو جیسا وہ حکم فرمائے مسلمان سر تسلیم خم کر دے۔ لیکن اس کے برعکس خدا نے مشرکین سے فرمایا۔ بتوں کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہ سمجھو، انہوں نے بتوں کو وسیلہ، مددگار، شفیع سمجھ کر سرتابی کی۔ خدا کے باغی ہو گئے۔ وہابیہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا انبیاء و اولیاء کو من دون اللہ قرار دے کر ان کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہ سمجھا خدا کے باغی ہو گئے۔ پس مشرکین کفار اور نجدی وہابی انکار و بغاوت میں یکساں ہیں۔

"من دون اللہ" کی وضاحت

"من دون اللہ" کی دو قسمیں ہیں۔ واقعی اور غیر واقعی۔ واقعی وہ ہیں جن کا تعلق، اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً منقطع ہے۔"معبودان باطل اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلوق کے لئے وسیلہ، مددگار، شفیع نہیں بنایا۔ انہیں کچھ اختیار نہیں"۔ "دون" کے لغوی معنی "قصر" (مفردات راغب) یعنی علیحدگی، کٹ جانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما قصرین۔ لہذا من دون اللہ وہ ہے جو اللہ سے کٹا ہوا ہو، متعلق نہ ہو، یہ سب اولیاء اللہ نہیں بلکہ قطعاً اولیاء من دون اللہ ہیں۔ جیسے بت اور خدا کے اوتار۔ رام، لچھمن، کرشن، مہادیو وغیرہم۔ جن کی تردید قرآن وحدیث نے فرمائی۔ "غیر واقعی" وہ مقبول ہستیاں جنہیں کفار و مشرکین نے مستقل بالذات متصرف وصاحب قدرت مان لیا اور ان کو بھی معبود جان کر ان کی عبادت کرنے لگے۔ یا انہیں خدا کی بیٹیاں اور بیٹے جان کر انہیں خدائی میں شریک ٹھہرالیا اور ان میں خدائی مان لی۔ جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نصاریٰ نے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو یہود نے خدا یا خدا کا بیٹا مان کر معبود ٹھہرالیا۔ یا بعض مشرکین نے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں بنادیا۔ پس یہ نفوس قدسیہ از روئے عقیدہ کفار و مشرکین کے "من دون اللہ" ہیں۔ مگر حقیقتاً اولیاء اللہ ہیں۔ حقیقتہً من دون اللہ نہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی جو حقیقۃً من دون اللہ ہیں۔

وہابی ان کی تردید کرتے ہیں جو حقیقۃً من دون اللہ نہیں ہیں۔
اور نام لیتے ہیں قرآن و حدیث کا۔ شرم ان کو مگر نہیں آتی۔

ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہٗ
الی یوم القیٰمۃ وھم عن دعائھم غافلون۔ واذا حشر الناس کانوا
لھم اعداءً وکانوا بعبادتھم کافرین۔ (پ ۲۶ ع ۱) اور اس سے بڑھ
کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے (یعنی بتوں کو) جو قیامت
تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں (کیونکہ وہ
جماد بے جان ہیں) اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں
گے (یعنی بت اپنے پجاریوں کے) اور ان سے منکر ہو جائیں گے
اور کہیں گے کہ ہم نے انہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی۔
درحقیقت یہ اپنی خواہشوں کے پرستار تھے۔"

نیز کفار کے معبودان باطل، بتوں کی تردید میں اللہ عزوجل
نے فرمایا والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم
یخلقون ○ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (پ ۱۴ ع ۸)
اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں (یعنی بتوں کو) وہ کچھ بھی نہیں بناتے
اور (بنائیں کیا کہ) وہ خود بنائے ہوئے ہیں (اور اپنے وجود میں
بنانے والے کے محتاج ہیں اور وہ) مردے ہیں (بے جان) زندہ
نہیں اور انہیں خبر تک نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔" ان
آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پجاری مشرکین کفار کو
بڑے ظالم اور گمراہ ٹھہرا کر تردید فرمائی اور بتوں کی مذمت میں فرمایا

کہ ان کی حقیقت یہ ہے کہ مطلقاً بے جان ہیں۔ اپنے بنانے والوں کے محتاج ہیں کہ مشرکین ان کو گھڑ کر تراش کر بناتے ہیں۔ اپنے پجاریوں کی عبادت سے بے خبر ہیں۔ اپنے پجاریوں کی بات سن بھی نہیں سکتے۔ اور انہیں خبر تک نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ اور جب حشر ہوگا اپنے پجاریوں سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے دشمن ہوں گے۔

تفسیر جلالین میں ہے۔

والذین یدعون۔ بالتاء والیاء۔ تعبدون۔ من دون اللہ وھو الاصنام۔ لایخلقون شیئا وھم یخلقون۔ یصورون من الحجارۃ وغیرھا۔ اموات۔ لاروح فیھم۔ خبر ثان۔ غیر احیاء۔ تاکید۔ وما یشعرون۔ ای الاصنام۔ ایان۔ وقت۔ یبعثون۔ ای الخلق۔ فکیف یعبدون اذلایکون الاھا الا الخالق الحی العالم بالغیب۔ اور وہ لوگ جو عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے بتوں کی۔ یہ بت کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں یعنی بتوں کو لوگ پتھر وغیرہ سے گھڑ کر بناتے ہیں، اموات ہیں ان میں مطلقاً روح نہیں۔ غیر احیاء تاکید کے لئے ہے۔ یہ بت نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

اور حاشیہ میں ہے۔ ای الخلق۔ فالضمیر فی یشعرون للاصنام و فی یبعثون للخلق وقیل الضمیران للاصنام۔ ای لایعلمون وقت بعثھم ای اعادتھم فانھم تعادون کما قال اللہ تعالٰی۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم۔ یعنی یشعرون میں ضمیر

بتوں کے لئے ہے اور یبعثون میں مخلوق کے لئے۔ اور بعض علماء نے فرمایا دونوں ضمیریں بتوں کے لئے ہیں۔ یعنی یہ بت نہیں جانتے کہ انہیں دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔ کیونکہ یقیناً بتوں کو بھی حشر میں اٹھایا جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد شاہد ہے انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم تم اور جن معبودان باطل کو تم اللہ کے سوائے پوجتے ہو سب کے سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

تفسیر خازن میں ہے

والذین تدعون من دون اللہ۔ یعنی الاصنام التی تدعونھا الھۃ من دون اللہ۔ اموات۔ ای جمادات میتۃ لاحیاء فیھا غیر احیاء کغیرھا والمعنی لو کان ھذہ الاصنام الھۃ کما تزعمون لکانت احیاء غیر جائز الی الموت لان الالہ الذی یستحق ان یعبد ھو الحی الذی لایموت وھذہ اموات غیر احیاء فلا یستحق العبادۃ فمن عبدھا فقد وضع العبادۃ فی غیر موضعھا۔ ما یشعرون۔ یعنی ھذہ الاصنام۔ ایان یبعثون۔ یعنی متیٰ یبعثون وفیہ دلیل علی ان الاصنام تجعل فیھا الحیوٰۃ وتبعث یوم القیٰمۃ حتیٰ تتبرأ من عابدیھا" اور وہ لوگ جو عبادت کرتے ہیں، سوائے اللہ کے بتوں کی الٰہ قرار دے کر اموات بے جان جمادات ہیں ان میں (مطلقاً) زندگی نہیں ہے۔ غیر احیاء اپنے علاوہ دوسروں کی طرح۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ بت الٰہ (خدا) ہوں جس طرح کہ (بت پرست) گمان کرتے ہیں تو ان (بتوں میں) وہ زندگی ہوتی

جس کے لئے موت جائز نہیں اس لئے کہ قابل پرستش وہ خدا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کو موت نہیں ہے اور یہ (بت) بے جان ہیں ان میں مطلقاً زندگی نہیں ہے۔ پس اس لئے یہ بت عبادت کے مستحق نہیں ہیں۔ پس جس نے ان کی پرستش کی تو اس نے بلاشبہ غیر موضع عبادت میں عبادت کی۔ یہ بت نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا اور اس آیت مبارکہ میں اس امر پر دلیل ہے کہ بلاشبہ قیامت کے دن بتوں کو زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ یہ اپنے پجاریوں سے برائت (بری الذمہ ہوئے) کا اظہار کریں گے۔"

تفسیر فتح البیان میں ہے

ان ھذہ الاصنام اجساد ھا جماد و میتۃ لاحیات لھا اصلا فمن اد قولہ غیر احیاء لبیان انھا الاجساد التی یمیتون بعد ثبوت الحیات بھا بل لاحیات لھذہ الاصنام اصلا۔ ان بے جان مورتیوں کے جسم بے جان پتھر کے جسم ہیں انہیں بالکل کوئی زندگی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اموات کے آگے غیر احیاء کا جو اضافہ فرمایا وہ اسی حقیقت کو بیان کرنے کے لئے کہ یہ مورتیاں ان بعض اجسام کی طرح نہیں ہیں جو ثبوت حیات کے بعد مردہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ یہ مورتیاں سرے سے کوئی حیات رکھتی ہی نہیں ہیں۔"

تفسیر عرائس البیان میں ہے

اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون ۔ فمثالھم مثال اصنام التی لا ارواح فیہا ولا استعداد لہا یقبول الحیات افکذالک اھل الجھل بہ لیس لھم استعداد بقبول الحیوۃ المعرفۃ وروح المحبۃ لذالک اکد فی حق الاصنام بعد قولہ اموات بقولہ غیر احیاء قطع الحیوۃ الاصلیۃ عنہا وقطع عنہا ایضًا استعداد قبول الحیاۃ لانہا جمادات ‘‘

(جن کی نسبت یہ حکم وارد ہوا ہے) ان کی مثال بتوں کی مثال ہے کہ ان میں کوئی روح نہیں ہے اور نہ ہی حیات ہونے کی استعداد رکھتے ہیں (ان میں زندگی قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے) پس ایسی ہی مثال اہل جہالت کی ہے کہ ان میں بھی معرفت کی زندگی اور محبت کی روح قبول کرنے کی استعداد نہیں ۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتوں کے بارے میں اموات فرمانے کے بعد غیر احیاء کے ارشاد سے تاکیدًا بتوں کی حالت بیان فرمائی کہ ان بتوں سے حیات اصلیہ قطع کردی گئی ہوتی ہے ۔ زندگی قبول کرنے کی استعداد بھی ان میں ودیعت نہیں فرمائی گئی اور یہ اس لئے کہ یہ جمادات ہیں ‘‘

تفسیر بیضاوی میں ہے

’’ بتوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب ہوگی اور یہ کب اٹھائے جائیں گے ۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بتوں کو بھی حشر فرمائے گا، جن کے ساتھ شیاطین ہوں گے پس سب کو دوزخ میں ڈال دیئے جانے کا حکم فرمائے گا۔"

تفسیر خزائن العرفان میں ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء اللہ من دون اللہ نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار سے مناظرہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت قریش کے سردار" حطیم" میں موجود تھے اور کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ نضر بن حارث، حضور کے سامنے آیا اور آپ سے کلام کرنے لگا، حضور نے اس کو جواب دے کر ساکت کر دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم یہ فرما کر حضور تشریف لے آئے۔ پھر عبداللہ بن زبعری سہمی آیا اس کو ولید بن مغیرہ نے اس گفتگو کی خبر دی، کہنے لگا" خدا کی قسم میں ہوتا تو ان سے مباحثہ کرتا" اس پر لوگوں نے حضور کو بلایا۔ ابن زبعری یہ کہنے لگا" آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں"

حضور نے فرمایا "ہاں"، کہنے لگا یہود تو عزیر کو پوجتے ہیں۔ اور نصاریٰ حضرت مسیح کو پوجتے ہیں اور بنی ملیح فرشتوں کو پوجتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون (پ ۱۷، ع ۷) اور بیان فرمادیا کہ حضرت عزیر اور مسیح اور فرشتے وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہو چکا اور وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں" اور حضور نے فرمایا۔ "درحقیقت یہود و نصاریٰ وغیرہ شیطان کی پرستش کرتے ہیں" ان جوابات کے بعد اس کو مجال دم زدن نہ رہی اور وہ ساکت رہ گیا۔ اور درحقیقت اس کا اعتراض کمال عناد سے تھا کیونکہ جس آیت پر اس نے اعتراض کیا اس میں ماتعبدون اور "ما" زبان عربی میں غیر ذوی العقول کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے اس نے اندھا بن کر اعتراض کیا۔ یہ اعتراض تو اہل زبان کی نگاہوں میں کھلا ہوا باطل تھا۔ مگر مزید بیان کے لئے اس آیت میں توضیح فرمادی گئی۔

مشہور متداول اور بلند پایہ تفاسیر قرآن اور حدیث سے واضح ہوا کہ "من دون اللہ"، بت پرست مشرکین و کفار کے معبودان باطل بت اور ان کی وہ مزعومہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے وسیلہ و مددگار نہیں بنایا۔ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے منقطع ہے۔ اور جن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا فرشتوں کو کفار نے اپنے زعم فاسد سے از خود معبود بنا لیا ہے وہ بھی حقیقۃً "من دون اللہ"، نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مقبولان بارگاہ رب العزت ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے واضح ہوا کہ انبیاء و فرشتگان کو معبود ٹھہرا لینے والے درحقیقت شیطان کی پرستش کرتے ہیں لیکن نجدی وہابی کس قدر ظالم ہیں کہ وہ قرآن و حدیث کے منشار کے خلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، فرشتوں اور اولیاء اللہ کو "من دون اللہ" قرار دیتے ہیں۔ انہیں بتوں کے مقام میں شمار کر کے انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد اور استغاثہ کرنے والے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرکین و کفار کے زمرہ میں شامل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کوئی مسلمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام کو یا شہداء کو معبود نہیں جانتا اور نہ ہی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرتا ہے، مسلمان انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد کرتے ہیں اور محبوبان خدا سے توسل و استمداد قرآن و حدیث سے بالبداہت ثابت ہے جس پر خود ماحی شرک و کفر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین سے لے کر آج تک سب عمل پیرا ہیں۔ اگر بقول وہابیہ، توسل و استمداد شرک ہے اور جس سے توسل کیا جا رہا ہے اس کی عبادت کرنے کے مترادف ہے تو معاذ اللہ، خاک بدہن وہابیہ خبیثہ صاحب قرآن، جان ایمان، معلّم توحید و عرفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرک ٹھہرے اور آسمان ہدایت کے ستارے صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، سارے مفسرین و محدثین اور علماء کرام و صلحاء عظام علیہم الرحمۃ بلکہ پوری امت کے سب مسلمان، مشرک، کافر اور جہنمی ٹھہرتے ہیں۔ جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان

یا کچھ بھی خوف خدا موجود ہو وہ یہ جسارت نہیں کرسکتا کہ وہ خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر توحید کا علمبردار و محافظ ٹھہرائے یا توحید و شرک کی مقتضیات کو ان سے زیادہ سمجھنے والا سمجھے۔ مگر یہ اہل اسلام کے لئے بڑا المیہ ہے کہ خوارج الاصل نجدی وہابی تقریر و تحریر کے ذریعہ خود کو اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے بڑھ کر توحید کے محافظ ٹھہراتے ہیں۔ کہ جن امور کو خدا اور رسول نے شرک نہ ٹھہرایا یہ ان امور کو کفر ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اللہ و رسول کے مقام سے اپنا مقام اونچا جانتے ہوئے ان کے احکام میں ترمیم کرتے اور قرآن و حدیث کی اصلاح کر رہے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مرتکب ہو کر کفر صریح کا ارتکاب کرتے ہوئے بمصداق ارشاد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وصحبہ وسلم یقرأون القرآن لا تجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ اور یقرئن القرآن لا یجاوز حناجرھم یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ نیز فرمایا۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہیں کریں گے اور وہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے پار نکل جاتا ہے۔" دین اسلام

سے خارج ہو چکے ہیں۔

ضالّ ومُضِلّ ابو خالد کا متکبّرانہ انداز

کتابچہ "قرآنی درس توحید" کا مؤلف ابو خالد وہابی لکھ وہی کچھ رہا ہے جو اس کے پیشرو وہابی لکھتے اور علماء حق سے منہ کی کھاتے آئے ہیں لیکن اس کا انداز نیا اور ان سے زیادہ جارحانہ ہے۔ یہ بزعم خود خدائی فوجدار متکبّرانہ تحکمانہ لہجہ میں یوں عنوانات جماتا ہے۔ "فرمان الٰہی خوب ہوشیار ہو کر سنیئے" "کان کھول کر سنیئے"، "ہوشیار ہو کر غور کیجیے" "آسمانی فیصلہ کارخانہ الٰہی میں کسی کو کچھ دخل نہیں" "غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے" "مردوں کو نبی بھی نہیں سنا سکتے" "ایک زبردست انکشاف شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس جنت میں زندہ ہیں قبروں میں نہیں" "آدم کا نبی کی ذات کو وسیلہ بنانے کی غلط روایت" "اللہ تعالیٰ کو کسی کے حق کا واسطہ دینا جائز نہیں" "بت پرستی اور قبر پرستی کی ہمرنگی" وغیرہ وغیرہ۔ اور عنوانات کے تحت وہی ابلیسانہ تلبیسات، تحریف قرآن وحدیث، اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکام سے بغاوت، سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی شان میں دریدہ دہنی، تنقیص و توہین اور امت مرحومہ کو سواد اعظم کو مشرک کافر ٹھہرانے کی شیطانی حرکتیں ہیں جو وہابیہ کا مخصوص شعار اور مسلمانوں اور وہابیوں میں امتیازی نشان ہیں۔

چونکہ مذہب وہابیہ کا تمام تر زور اس بات پر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو من دون اللہ ٹھہرا کر ان نفوس قدسیہ سے توسل واستمداد و استغاثہ کو شرک قرار دیں۔ لہٰذا فقیر نے اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے بیان کر دینا ضروری سمجھا۔ تاکہ "من دون اللہ"، کی بخوبی وضاحت ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ قارئین اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔ اب فقیر اس عظیم الشان حدیث کی تحقیق پیش کرتا ہے جس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم باعث تخلیق آدم (علیہ السلام) باعث ایجاد عالم، نور خلاق عالم رسول اکرم محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شان و عظمت ظاہر و ثابت ہوتی ہے۔ مگر اس حدیث مبارکہ سے خبیث ابوخالد نجدی وہابی کو حد سے زیادہ تکلیف پہنچ رہی ہے، اس کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے نہ صرف اس کے دل و دماغ کو سخت صدمہ لاحق ہے بلکہ اس کی جان و تن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جسے وہ برداشت نہیں کر پا رہا۔ اس لئے وہ اس حدیث مبارکہ کو غلط اور موضوع قرار دے کر سکون و راحت پانے کے لئے کوشاں ہے۔ چنانچہ اپنے کتابچہ کے ص ۳۲ پر یہ عنوان جماتا ہے۔

"آدم کا نبی کی ذات کو وسیلہ بنانے کی غلط روایت" اور اس کے تحت لکھتا ہے۔ "غضب تو یہ ہے کہ ایک ایسی روایت بھی لائی جاتی ہے جس میں آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہو جانے کا قصہ بھی بیان فرمایا گیا ہے اور یہ بھی کہ پھر ان کی توبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

وسیلہ سے دعا کرنے پر قبول ہوئی۔ پھر حدیث اور اس کا ترجمہ لکھنے کے بعد اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک کہ اے نبی اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

اللہ اللہ! یہ اللہ تعالیٰ و رسول پر کس قدر شدید بہتان ہے۔ قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

فتلقّٰی آدم من رّبّہٖ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التوّاب الرّحیم۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کو توبہ کی دعا سکھائی اور اس کے برعکس یہ روایت کہتی ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دریافت کرنا پڑا کہ تم نے آخر کار محمدؐ کا وسیلہ کیسے پکڑا۔ مفسّرین کا اس بات اتفاق ہے کہ وہ دعا جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی اور جس کے ذریعہ توبہ قبول ہوئی قرآن میں بیان کر دی گئی ہے اور وہ یہ ہے قالا ربّنا ظلمنا انفسا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین۔

ترجمہ! (آدم و حوا نے) کہا اے ہمارے رب، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تم ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔" دوسرا ظلم اس روایت میں یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ قرآن فرماتا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون۔ ترجمہ: میں نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر اپنی بندگی کے لئے۔ ثابت ہوا

کہ تخلیق کائنات کی غایت بندگی الٰہی ہے نہ کہ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ خود ذات نبوی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس روایت کو ہر محدث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بتایا ہے اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی ہے اور اس پر یہ حکم لگایا گیا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد۲ص ۱۰۶) انتھیٰ کلامہ

اوّل الخلق، مقصودِ کائنات محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اجماع امت ہے کہ ؎

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا

یہ محفل کن فکان نہ ہوتی اگر وہ شاہِ اُمم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

ہر اک سویدائے دل سے پیدا جھلک محمد کے میم کی ہے
اگر وہ خلوت سرا نہ ہوتا تو نقش یہ مرتسم نہ ہوتا

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

یہ وہ عظیم الشان حقیقت ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں ” ھو الاوّل والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم (وہی

ذات اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر شے کا جاننے والا ہے) یہ کلمات اعجاز اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ ہیں حمد و ثنار پر بھی مشتمل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کے ذکر و بیان کے خطبہ میں ارشاد فرمایا اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت کو بھی شامل ہیں، کیونکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ان اسمار وصفات کے ساتھ آپ کی توصیف فرمائی باوجودیکہ یہ اسمار منجملہ اسمار حسنیٰ بھی ہیں اور وحی متلو (جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ جو کہ بواسطہ جبریل علیہ السلام خدا کا ارشاد ہوتا ہے) اور وحی غیر متلو (جس کی تلاوت نہ کی جائے جو بغیر کسی واسطہ کے القار، خواب اور براہ راست کلام الٰہی کا نزول ہو) ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی قرار دے کر آپ کے حلیہ مبارک، حسن و جمال اور کمال و خصال کا آئینہ دار بنایا۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام اسمار صفات سے متخلق و متصف ہیں۔ اس کے باوجود خصوصیت کے ساتھ ان میں سے کچھ صفات کو نامزد کر کے گنایا۔ مثلاً نور، علیم، حکیم، مومن، مہیمن، ولی، ہادی، رؤف اور رحیم وغیرہ اور یہ چاروں مذکورہ اسمار صفات یعنی اول، آخر، ظاہر، باطن بھی انہی قبیل سے ہیں۔

حضور کی شانِ اولیت

اب رہا یہ امر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم صفت اول

کیسے ہے ؟ تو یہ اولیت اسی بنا ر پر ہے کہ آپ کی تخلیق ، موجودات میں سب سے اول ہے ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ۔ اول ما خلق اللہ نوری ۔ اللہ تعالی نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا نمبر ۲ یہ کہ آپ مرتبہ نبوت میں بھی اول ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے ۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَۃٍ (میں اس وقت بھی تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں ہی تھے) نمبر ۳ ۔ یہ کہ آپ ہی روز میثاق سارے جہان سے پہلے جواب دینے والے تھے ۔ چنانچہ حق تعالی نے فرمایا الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ؟) قالوا بلی (سب نے کہا ہاں) نمبر ۴ یہ کہ آپ ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں چنانچہ فرمایا ۔ وَ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِاللہِ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (اللہ پر جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اس کے حکم کی تعمیل کی ان میں سب سے پہلے مومن ہوں) نمبر ۵ یہ کہ جب زمین شق ہو گی اور لوگ اس سے نکلیں گے تو میرے لئے سب سے پہلے زمین شق ہو گی ۔ نمبر ۶ یہ کہ (روز قیامت) سب سے پہلے میں ہی سجدہ کرنے کی اجازت پاؤں گا ۔ نمبر ۷ یہ کہ باب شفاعت سب سے پہلے میرے لئے ہی کھلے گا ۔ نمبر ۸ یہ کہ سب سے پہلے میں ہی جنت میں داخل ہوں گا ۔

حضور کی شان آخر

اس سبقت و اولیت کے باوجود بعثت و رسالت میں آپ

آخر ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں) اور نمبر ۲ یہ کہ کتابوں میں آپ کی کتاب قرآن کریم آخری اور دینوں میں آپ کا دین آخری ہے۔ چنانچہ فرمایا نحن الآخرون السابقون تمام سبقتوں کے باوجود بعثت میں ہم آخری ہیں۔ کیونکہ بعثت میں یہ آخریت و خاتمیت اور فضیلت میں اولیت و سابقیت کا موجب ہے۔ اس لئے کہ آپ ہی گزشتہ تمام کتابوں اور دینوں کے ماحی اور ناسخ ہیں۔

شان ظاہر و باطن

اب رہا آپ کا ظاہر و باطن ہونا تو آپ ہی کے انوار نے پورے آفاق کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے کسی کا ظہور آپ کے ظہور کے مانند اور کسی کا نور آپ کے نور کے ہم پلہ نہیں ۔اور باطن سے مراد آپ کے وہ اسرار ہیں جن کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے۔ اور قریب اور بعید کے لوگ آپ کے جمال اور کمال میں کھو کر رہ گئے

ہر شے کے جاننے والے

وھو بکل شیئ علیم (وہی ہر شے کا جاننے والا ہے) کا ارشاد بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے کیونکہ فوق کل ذی علم علیم (ہر صاحب علم کے اوپر اور زیادہ جاننے والا ہے) کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔ علیہ من الصلوات افضلہا و من

التحیات انتمها واکملها (مقدمہ مدارج النبوۃ)

لولاک لما خلقت الافلاک

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں۔

انت الذی لولاک ما خُلِقَ اِمرَءٌ
کلّا و لا خلق الوریٰ لولاک (قصیدۃ النعمان)

آپ وہ ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی شخص نہ پیدا کیا جاتا بلکہ آپ نہ ہوتے تو تمام مخلوق پیدا نہ ہوتی۔

اے خاتم پیغمبران اے باعث خلق جہاں
اے سرور والا نشاں اے شاہ لولاک لما

باعث نہ ہوتا تو اگر پیدا نہ ہوتا اک بشر
معدوم تھا سب سر بہ سر جز ذات پاک کبریا

محدث حاکم نے صحیح مستدرک میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جب آدم علیہ السلام نے اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہٗ کے نام کے ساتھ عرش پر لکھا دیکھا تو عرض کیا الٰہی یہ کون ایسا ہے کہ جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھ رکھا ہے حکم ہوا کہ لولا محمد ما خلقتک وہ میرے نزدیک ایسا عزیز ومکرم ہے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

میں نے خلق کو اسلئے پیدا کیا کہ تیری عزت و منزلت انہیں جتلا دوں

صحیح حدیث میں ہے۔ خلقت الخلق لاعرفهم كرامتك و منزلتك عندی ولولاک ما خلقت الدنیا۔ (ابن عساکر۔ مواہب اللدنیہ) اے میرے حبیب میں نے خلق کو اس لئے پیدا کیا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں انہیں اس کی پہچان کرا دوں اور اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا۔"

عن عمر رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لما اقترف آدم الخطيئة قال یارب اسئلك بحق محمد لما غفرت لی۔ فقال اللہ یا آدم وكيف عرفت محمد ولم اخلقه قال یارب لانك لما خلقتني بيدك ونفخت فی من روحك رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مكتوبا لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق اليك فقال اللہ صدقت یا آدم، انه لاحب الخلق الیّ ادعنی بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك۔"

اخرجه الحاكم فی المستدرك وصححه (جلد ۲ ص ۶۵۱) ورواه الحافظ السیوطی فی الخصائص النبوية وصححه، ورواه البيهقی فی دلائل النبوة وهو لا یروی الموضوعات كما صرح بذالك فی مقدمة كتابه وصححه ايضا القسطلانی والزرقانی فی المواهب اللدنية جلد ۲ ص ۶۲ والسبکی

فی شفاء السقام قال الحافظ رواه الطبرانی فی الاوسط وفیہ من لم اعرفہم (مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۵۳) وجاء من طریق اٰخر عن ابن عباس بلفظ فلولا محمد ماخلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار رواہ الحاکم فی المستدرک (جلد ۲ ص ۶۵۱) وقال صحیح الاسناد وصححہ شیخ الاسلام البلقینی فی فتاویہ ورواہ ایضا الشیخ ابن الجوزی فی الوفاء فی اول کتابہ نقلہ ابن کثیر فی البدایۃ (جلد اول ص ۱۸۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے عرض کی۔ یارب میں تجھ سے بحق محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دیجیے۔ اللہ نے فرمایا۔ اے آدم تم نے محمدؐ کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ان کو ابھی (عالم بشریت میں) پیدا بھی نہیں کیا؟ عرض کی اے رب میں نے اس طرح پہچانا کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی (اشرف دی ہوئی) روح مجھ میں پھونکی اور میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا واقعی وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے اور جب تو نے اس کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تیری مغفرت کر دی اور اگر محمدؐ نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

اسے حاکم علیہ الرحمۃ نے مستدرک میں روایت کیا اور روایت کو صحیح قرار دیا۔ اور اس روایت کو حافظ الحدیث جلال الدین سیوطی نے "خصائص نبویہ" میں روایت کیا اور اس روایت کو صحیح فرمایا اور اسے بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں روایت کیا اور امام بیہقی موضوع روایات کو روایت نہیں کرتے جیسے کہ انھوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں تصریح فرمائی ہے۔ اسی طرح امام قسطلانی اور امام زرقانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام سبکی نے شفاء السقام میں اس روایت کو صحیح فرمایا ہے۔ حافظ الحدیث نے فرمایا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے "الاوسط" میں صحیح فرمایا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ حدیث دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اس لفظ سے فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار۔ رواہ الحاکم فی المستدرک (جلد۲ ص ۶۵۱) اور فرمایا۔ یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ شیخ الاسلام بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصحیح فرمائی۔ اور اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن جوزی نے اپنی کتاب "الوفا" کے شروع میں اور اسے نقل کیا ہے ابن کثیر نے "بدایہ" میں (جلد اول ص ۱۸۰) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ نیز اس حدیث کو مسند ابو نعیم اور مسند ابو الشیخ میں روایت کیا گیا ہے۔ امام قاضی عیاض مالکی نے الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ ص ۱۳۸ پر اور امام عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر فتح العزیز ص ۲۳۳ پر اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس حدیث مبارکہ کو مفسرین و محدثین کرام نے بطیب خاطر

قبول کیا۔ امنّا وصدقنا کہا۔ اپنی کتاب مبارکہ میں درج کر کے مسلمانان امت تک پہنچایا۔ الحاصل اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ بہت دانشمند علماء نے اور ائمہ الحدیث نے اور ان حفاظ حدیث نے جن کا مقام جانا پہچانا ہے اور جن کا مقام عزت و مرتبہ عالی ہے۔ اور یہ حضرات سنت نبویہ پر امین ہیں۔ پس ان میں سے حاکم، سیوطی اور سبکی اور بلقینی ہیں۔ اور اس حدیث کو بیہقی نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا جس نے یہ شرط عائد کر رکھی ہے کہ موضوعات کو اپنی کتاب میں درج نہیں کرے گا۔ (کذا فی شرح المواہب وغیرہ کتب حدیث) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اکابر محدثین اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں لیکن "قرآنی درس توحید" کا مؤلف بدبخت ابو خالد اس حدیث کو موضوع قرار دے کر محدثین مفسرین کو جھٹلاتا ہے۔ حالانکہ اس کی علمی حیثیت "صفر" ہے اور دینی لحاظ سے مطلقاً بے دین ہے۔ اور اس کے باوجود اس قدر خود فریبی میں مبتلا ہے کہ دشمنیٔ رسول میں ڈوب کر حضرت آدم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوقیانہ، استہزائیہ انداز میں لکھتا ہے۔ اللہ اللہ یہ اللہ تعالیٰ و رسول پر کس قدر شدید بہتان ہے۔ اللہ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کو توبہ کی دعا سکھائی اور اس کے برعکس یہ روایت کہتی ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو دریافت کرنا پڑا کہ تم نے آخر کار محمدؐ کا وسیلہ کیسے پکڑا؟ دوسرا ظلم اس روایت میں یہ ہے کہ کائنات کی

تخلیق کا باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ٹھہرایا گیا ہے۔"
مزید یہ کہ فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس روایت کو ہر محدث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بتایا ہے۔" اس پر فقیر اسی پر اکتفار کرتا ہے کہ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اتمام حجت اور ابو خالد خارجی کی ناک خاک میں رگڑنے کے لئے۔

وہابیہ کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی گواہی

ملاحظہ ہو۔ ابن تیمیہ نے اس موضوع میں دو حدیثیں روایت کی ہیں اور استشہاد کے لئے صالح اور معتبر قرار دیا ہے اس لئے کہ محدثین کے نزدیک موضوع یا باطل حدیث سے استشہاد نہیں کیا جاتا۔ روی ابو الفرج ابن الجوزی بسندہ الی میسرۃ قال قلت یارسول اللہ متی کنت نبیا؟ قال لما خلق اللہ الارض و استوٰی الی السماء فسوّٰھن سبع سمٰوٰت و خلق العرش کتب علی ساق العرش محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء و خلق اللہ الجنۃ التی اسکنھا آدم و حوّاء فکتب اسمی علی الابواب والاوراق والقباب والخیام و آدم بین الروح والجسد، فلما احیاء اللہ تعالیٰ نظر الی العرش فرای اسمی فاخبرہ اللہ انہٗ سیّد ولدک فلما غرھما الشیطٰن تابا و استشفعا باسمی الیہ۔" وروی ابو نعیم الحافظ فی کتاب دلائل النبوۃ و من طریق الشیخ ابی الفرج حدثنا سلیمان بن احمد حدثنا احمد بن رشید حدثنا احمد ابن سعید الفھری حدثنا عبد اللہ بن اسماعیل المدنی عن عبد الرحمن بن زید بن اسلم عن عمر بن

الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما اصاب آدم الخطیئة رفع رأسه فقال یا رب بحق محمد الا غفرت لی فاوحی الیه و ما محمد؟ و من محمد؟ فقال یا رب انک لما اتممت خلقی رفعت رأسی الی عرشک فاذا علیه مکتوب لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه اکرم خلقک علیک اذ قرنت اسمه مع اسمک فقال نعم، قد غفرت لک وهو آخر الانبیاء من ذریتک۔ ولولاہ ما خلقتک" فهذا الحدیث یؤید الذی قبله وهما کالتفسیر للاحادیث الصحیحة (اھ من الفتاوی جلد ۲ ص ۱۵۰) ابو الفرج ابن جوزی علیہ الرحمۃ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ تک اپنی سند ملاتے ہوئے روایت فرماتے ہیں کہ میسرہ فرماتے ہیں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نبی کب بنے تھے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب اللہ نے زمین کو پیدا فرمالیا اور آسمان کی جانب استویٰ فرمایا پس اس نے سات آسمان استوار فرما دیئے اور عرش کو پیدا کیا اور عرش کے پایہ پر لکھا محمدؐ رسول اللہ خاتم الانبیاء اور اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا جس میں آدم وحوا کو ٹھہرایا۔ پس جنت کے سب دروازوں اور جنت کے درختوں کے پتوں پر اور قبوں پر خیموں پر میرا نام لکھ دیا اور اس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو زندگی بخشی آدم نے عرش کی طرف دیکھا تو انھوں نے میرے نام کو دیکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ بے شک یہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم تیری اولاد کا سردار ہے۔ پس جب شیطان

نے ان دونوں آدم و حوا کو بہکا دیا پھر انہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میرا نام لے کر شفیع بنایا۔

۲۔ اور حافظ الحدیث ابونعیم علیہ الرحمۃ نے کتاب دلائل النبوۃ میں اور شیخ ابوالفرج کے طریق سے ہم سے حدیث بیان کی۔ سلیمان بن احمد سے انہوں نے احمد بن رشید سے انہوں نے احمد بن سعید الفہری سے انہوں نے عبداللہ بن اسماعیل مدنی سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہم) سے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لمّا اصاب آدم الخطیئۃ رفع رأسہ فقال یارب بحق محمد الاغفرت لی فاوحی الیہ وما محمد؟ ومن محمد؟ فقال یارب انک لما اتممت خلقی رفعت رأسی الی عرشک فاذا علیہ مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ اکرم خلقک علیک اذ قرنت اسمہ مع اسمک فقال نعم، قد غفرت لک وھو آخر الانبیاء من ذریتک ولولاہ ما خلقتک فھذا الحدیث یؤید الذی قبلہ وھما کالتفسیر للاحادیث الصحیحۃ من الفتاوٰی۔ ابن تیمیہ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۵۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم سے لغزش واقع ہوگئی۔ اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا۔ اے میرے رب بحق محمدؐ میری مغفرت فرما دیجئے اللہ نے ان کی طرف وحی فرمائی اور محمدؐ کون ہے؟ اور محمدؐ کیا ہیں؟ عرض کی۔ اے میرے رب جب تو نے میری تخلیق مکمل فرمائی میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب

اٹھایا تو اس پر لکھا پایا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پس میں نے جان لیا کہ بے شک وہ تیرے نزدیک تیری ساری خلقت سے زیادہ مکرم و معزز ہے اسی لئے تو نے اپنا نام اس کے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے تیری مغفرت فرمادی اور وہ تیری ذریت سے آخرالانبیاء ہے اور اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا۔" ان دونوں حدیثوں کو نقل کر کے ابن تیمیہ لکھتا ہے "پس یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کی تائید کرتی ہے، اور یہ دونوں حدیثیں صحیح احادیث کی تفسیر کی طرح ہیں۔ فقیر عرض کرتا ہے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بلاشبہ یہ حدیث ابن تیمیہ کے ہاں۔ صالح الاستشھاد والاعتبار ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے استشہاد کیا اور اس موضوع پر دیگر احادیث کے لئے بہ منزلہ تفسیر قرار دیا ہے۔ اگر یہ حدیث موضوع گھڑی ہوتی یا غیر صحیح ہوتی تو ابن تیمیہ اس کی تصدیق و توثیق ہرگز نہ کرتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابو خالد خارجی کے دماغ میں نجدیت وہابیت کا کوئی خطرناک کیڑا (وائرس) گھس گیا ہے جب یہ کیڑا اس کے دماغ میں "چک" مارتا ہے اس کی ناقابل برداشت اذیت اس کے دل تک پہنچتی ہے تو وہ اپنے پیشرو وہابیہ سے زیادہ بڑھ چڑھ کر اچھل کود کرنے لگتا ہے اور میں نہ مانوں۔ میں نہ مانوں۔ کہتا ہوا قرآن وحدیث کے واضح ارشادات کو رد کر دیتا ہے اور پھر اس پر یہ دعویٰ کہ ہم ہی سیدھی راہ پر ہیں۔ ہمارے علاوہ تمام مسلمان گمراہ ہیں یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین۔ تبع تابعین، مفسرین، محدثین

ائمہ مجتہدین سب مشرک تھے۔ ان کے عقائد قرآن وحدیث کے خلاف تھے۔ الغرض اپنے کتابچہ میں قرآن وحدیث میں تحریف کرتا ہوا۔ ان تمام عقائد واعمال کو جن پر اجماع امت ہے شرک وکفر قرار دیتا چلا جاتا ہے اور ذرہ بھر نہیں شرماتا۔

گزشتہ صفحات میں فقیر اس کی متعدد غلط بیانیوں کی مکمل تردید کر چکا ہے۔ اب مزید دیکھئے کہ ابو خالد نجدی وہابی مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کی تنقیص و توہین اور ان کے خداداد فضائل وکمالات سے انکار کے لئے کس بے حیائی کے ساتھ آیات قرآن کے ترجمہ اور مطلب ومفہوم کو بگاڑ کر دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اپنے کتابچہ "قرآنی درس توحید" کے صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے۔ "فرمان الٰہی خوب ہوشیار ہو کر سنیئے"

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ○ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (سورۃ النحل پ ۱۴ آیت ۲۰-۲۱) ترجمہ: اور اللہ کے علاوہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی کے لئے) پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں (ان میں جان کی رمق تک نہیں ہے) انہیں اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے"۔ اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ انبیاء کا نہ اولیا کا اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع

اور عرض اعمال کا اثبات کیسا۔ کتنے انبیاء ہیں جن کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارا گیا ہے۔ اگر انبیاء کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بیان کر دیتا اور اس طرح عام اعلان نہ فرماتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔ اہل حق پر لازم ہے کہ وہ اس مسئلہ کو پوری طرح دنیا والوں پر واضح کر دیں تاکہ جو زندہ رہے وہ حقیقت کو جان کر زندہ رہے اور جو مرے وہ انجان بن کر نہ مرے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی وہ کسوٹی ہے جو کھرا اور کھوٹا چھانٹ کر الگ کر سکتی ہے اسی لئے سب سے پہلے قرآن کی باتیں بتائی جا رہی ہیں۔ کان کھول کر سنئے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات اوقتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشاكرين (آل عمران آیت ۱۴۴) اس آیت کے بعد لکھتا ہے۔ "غور فرمائیے کیا قبر والوں کے ساتھ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہم کو اسلام سے الٹے پاؤں کفر و شرک میں نہیں لے آیا۔ الخ۔"

ابو خالد وہابی کے دجل و فریب کا پوسٹ مارٹم

مفسرین عظام اور علمائے کرام بالاتفاق فرماتے ہیں کہ آیۃ مبارکہ۔ والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون ○ اموات غير احياء وما يشعرون ايان يبعثون ○ مشرکین کی مذمت اور بتوں کی تردید میں نازل ہوئی ہے۔ فقیر گزشتہ صفحات میں۔ من

دون اللہ کی وضاحت ،، میں متعدد تفاسیر کی عبارتیں درج کر چکا ہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " مشرکین اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں (یعنی
بتوں کو) وہ کچھ بھی نہیں بناتے (اور بنا بھی کیا کہ) وہ خود بنائے ہوئے
ہیں (مشرکین نے بتوں کو پتھر یا لکڑی وغیرہ تراش کر بنایا ہے) اور
وہ مردے ہیں (بے جان جماد ہیں) زندہ نہیں اور انہیں خبر تک نہیں
کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے " لیکن ابو خالد نجدی وہابی حسب
دستور وہابیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو رد کرتے ہوئے مشرکین کفار
کی جگہ مسلمانوں کو شمار کرتا ہے ۔ بتوں کی جگہ " دوسری ہستیاں لکھ کر
انبیاء و اولیاء مراد لیتا ہے جن کو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے
ہیں ۔ حالانکہ یدعون ، یعبدون کے معنی میں ہے ۔ عبادت کرتے ہیں جب کہ کوئی مسلمان انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی عبادت نہیں کرتا ۔ ذرا غور کیجیے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بت کچھ
بھی نہیں بناتے وہ خود بنائے ہوئے ہیں ۔ ابو خالد کہتا ہے ۔ انبیاء
و اولیاء کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں ۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے ۔ بت مردے ہیں بے جان ہیں جماد ہیں ۔ ابو خالد لکھتا
ہے ۔ انبیاء و اولیاء موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان
کی رمق تک نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بتوں کو خبر تک نہیں
" لوگ ،، کب اٹھائے جائیں گے ۔ ابو خالد نجدی کہتا ہے ۔ انبیاء و
اولیاء کو اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ دوبارہ کب زندہ
کر کے اٹھائے جائیں گے ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ دیکھ لیجئے کہ ابو
خالد وہابی کس طرح اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں ڈٹا ہوا ہے ۔ صریحاً

قرآن مجید میں تحریف بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی کمال ڈھٹائی سے یہ بھی لکھتا ہے کہ "اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی وہ کسوٹی ہے جو کھرا اور کھوٹا چھانٹ کر الگ کر سکتی ہے اسی لئے سب سے پہلے قرآن کی باتیں بتائی جارہی ہیں۔ ؎

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

حبیث ابو خالد وہابی قرآن کی باتیں بتارہا ہے۔ یا قرآن کی باتیں رد کر رہا ہے؟ قارئین خود ہی فیصلہ کریں۔

ابو خالد نجدی وہابی میں اگر کچھ بھی صداقت اور حیا و شرم کی ایک رمق تک بھی باقی ہے تو وہ بتائے اور ثابت کرے کہ "دوسری ہستیاں جنکو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں" اور "موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک باقی نہیں ہے" آیۃ مبارکہ کے کن الفاظ کا ترجمہ ہے جو اس نے لکھا ہے؟ جب کہ آیت مبارکہ میں "دوسری ہستیاں جن کو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں" کا کوئی اشارہ تک نہیں ہے نیز آیت مبارکہ میں۔ نہ موت کا ذکر ہے اور نہ ہی موت کے بعد بالکل مردہ ہونے اور ان میں جان کی رمق تک باقی نہ رہنے کا بیان ہے۔ قرآن کے منشاء کے خلاف جو باتیں ابو خالد وہابی نے لکھی ہیں وہ بتائے کہ یہ باتیں اس نے کہاں سے اخذ کی ہیں؟ اپنے خبث باطن سے نکالی ہیں یا الہام شیطانی سے ہیں؟ ابو خالد وہابی مزید لکھتا ہے۔ "اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ

انبیاء کا اور نہ اولیاء کا۔ اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا۔"

ابو خالد کی یہ عبارت بناء فاسد علی الفاسد کی بدترین مثال ہے کہ اول تو اس نے مشرکین اور بتوں کی مذمت اور تردید میں وارد آیت مبارکہ کو مسلمانوں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام پر چسپاں کیا اور دوم کمال بے حیائی سے ترجمہ و مفہوم بگاڑ کر من گھڑت، بے بنیاد غلط مطلب نکالا کہ موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک نہیں ہے"

اور پھر اس من گھڑت، بے بنیاد غلط مطلب کی بناء پر انبیاء و اولیاء کو بعد وفات مطلقاً بے جان مردہ قرار دے کر ان کی حیات، ان کے سماع اور ان کے حضور عرض اعمال کا انکار کر رہا ہے۔ یہ ضال و مضل شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں اس قدر جری اور بے باک ہے کہ اپنے کتابچہ میں اندھا دھند تحریف قرآن کرتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ انبیاء و اولیاء کو بعد وفات مطلقاً مردہ و بے جان ثابت کرنے کی دھن میں صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے۔" کان کھول کر سنئیے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا وسیجزی الله الشاکرین۔ (آل عمران آیت ۱۴۴ پ ۴) یعنی محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں پس

کیا اگر یہ مر جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم اُلٹے پیروں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پیروں پھر جائے وہ اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو جزا دے کر رہے گا۔"

ابو خالد وہابی کا ترجمہ لکھنے کا گستاخانہ انداز دیکھئے کہ کس قدر خبث باطن کا آئینہ دار ہے "محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں" لکھ کر اس نے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے علاوہ دیگر تمام فضائل کے انکار کا پہلو نکالا ہے۔ جبکہ آیت مبارکہ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے۔ نیز اس نے آیت مبارکہ کا جو مطلب تحریر کیا ہے وہ بھی قطعاً غلط اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے کہ لکھتا ہے۔ "غور فرمائیے کیا قبر والوں کے ساتھ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہم کو اسلام سے الٹے پاؤں کفر و شرک میں نہیں لے آیا" ؟

ابو خالد نجدی وہابی بتائے کہ اس نے یہ مطلب کہاں سے اخذ کیا؟ جبکہ اس آیۃ کریمہ میں زیارت قبور کا ذکر تک نہیں ہے۔ اس آیۃ کریمہ میں نہ تو زیارت قبور سے منع فرمایا گیا ہے نہ ہی اہل قبور کو سلام کہنے اور فاتحہ پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ اور نہ ہی مزارات انبیاء و اولیاء پر حاضر ہو کر ان نفوس قدسیہ، محبوبان خدا سے فیوض و برکات کے حصول اور توسل واستمداد کو کفر و شرک ٹھہرایا گیا ہے تو پھر ناقوس وہابیت ابو خالد نجدی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آیات قرآن میں تحریف کر کے مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرائے؟ اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا دین ہی دین اسلام سے جداگانہ

ہے۔ اس آیت مبارکہ کا صحیح ترجمہ اور مطلب یہ ہے " اور محمدؐ تو ایک رسول ہیں (اور رسولوں کی بعثت کا مقصود رسالت کی تبلیغ اور حجت کا لازم کر دینا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا) ان سے پہلے اور رسول ہو چکے (اور ان کے متبعین ان کے بعد ان کے دین پر باقی رہے "۔ شان نزول۔ جنگ احد میں جب کافروں نے پکارا کہ محمدؐ مصطفیٰ شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ مشہور کی تو صحابہ کو بہت اضطراب ہوا اور ان میں سے کچھ لوگ بھاگ نکلے۔ جب ندا کی گئی کہ رسول کریم تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت واپس آئی۔ حضور نے انہیں ہزیمت پر ملامت کی انہوں نے عرض کیا" ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا" اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء کے بعد بھی امتوں پر ان کے دین کا اتباع لازم ہوتا ہے۔ تو اگر ایسا ہوتا بھی حضور کے دین کا اتباع اور اس کی حمایت لازم رہتی) تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔ (تفسیر خزائن العرفان) صاف ظاہر ہے کہ ابو خالد نجدی وہابی۔ آیت کریمہ کے شان نزول اور صحیح مطلب کے برخلاف۔ غلط ترجمہ اور غلط مطلب بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نجدی وہابیوں

کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

مسئلہ حیات و علم و سمع و بصر موتی کی تحقیق

علم و سمع و بصر موتیٰ پر اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے۔ اہل قبور۔ زیارت کے لئے آنے والوں کو دیکھتے پہچانتے اِن کا کلام سنتے سلام لیتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں جہاں چاہیں جائیں سیر کریں جولان فرمائیں یہاں تک کہ سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ روح کا حال بدن کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے۔ ارواح طیبہ کے لئے دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اتقوا فراسۃ المؤمن فانہٗ ینظر بنور اللہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ بیشک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نور کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں بن سکتی۔ جب اولیاء احیاء کے دیکھنے کا یہ حال ہے تو وفات کے بعد تو جسم کی قید سے آزاد ہو کر روح کے ادراکات میں ترقی ہوتی ہے، موت کے بعد کیوں نہ دیکھتی ہوگی؟ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انہیں سارا جہاں یکساں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں

مُشتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ خاصہ ملزومہ اولوہیت نہیں بلکہ بندوں کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل ہے۔ پھر کسی کے لئے اس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے۔ وہابیہ جو حیات وسماع و بصر موتی کے منکر ہیں ان کے مذہب نامہذب کی رو سے تو صحابہ کرام وتابعین۔ ائمہ مجتہدین۔ اولیاء کاملین۔ علمائے دین قرون ثلاثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر ٹھہرتے ہیں۔ جبکہ وہابیہ منکرین خود ہی اجماع امت کا انکار کر کے سبیل المؤمنین سے ہٹ کر سواد اعظم سے کٹ کر بمصداق آیت کریمہ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیرا (پ ۵ ع ۱۴) اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا۔ اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔" دین حق سے خارج ہو کر جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمیع وبصیر بنایا۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا۔ اور یہ امر بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سمیع وبصیر فرمایا۔ آنکھ، کان کو نہیں اور باقی اعضاء جسم کا تو سمع و بصر سے کچھ تعلق نہیں تو صاف واضح ہے کہ سمیع وبصیر روح ہی کو فرمایا گیا ہے قرآن کا ارشاد ہے۔ ام لھم ارجل یمشون بھا ام لھم اید

یبطشون بہا ام لہم اعین یبصرون بہا ام لہم اذان یسمعون بہا

اللہ عزوجل نے افعال وسمع وبصر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی ہے اور جوارح (اعضاء بدن) پر بائے استعانت آئی تو ثابت ہوا کہ فاعل وسامع وبصیر روح ہے اور بدن صرف آلہ ہے۔ اسی طرح احوال برزخ کے متعلق قرآن وحدیث کی تمام نصوص آیات وروایات گواہ ہیں کہ بدن کے فنا ہو جانے کے بعد بھی روح کے تمام ادراکات باقی رہتے ہیں تفسیر کبیر میں ہے۔ التحقیق۔ ان الانسان جوھر وھو الفعّال وھو الدّرّاک وھو المؤمن وھو المطیع وھو العاصی وھذہ الاعضاء آلات وادوات لہ فی الفعل فاضیف الفعل الی الآلات فی الظاھر وفی الحقیقۃ یضاف الی ذالک الجوھر۔ تحقیق یہ ہے کہ بلاشبہ انسان جوہر (روح) ہے۔ اور وہی فعال ہے اور وہی دراک (ادراک کرنے والی) ہے اور وہی مومن ہے اور وہی مطیع ہے اور وہی عاصی ہے اور یہ اعضاء فعل میں روح کے لئے آلات و ذرائع ہیں تو ظاہر میں فعل کی اضافت آلہ کی طرف کی جاتی ہے اور حقیقت میں فعل کی اضافت اسی جوہر (روح) کی طرف ہوتی ہے۔"

احادیث سے ثابت ہے کہ موت سے روح متغیر نہیں ہوتی اس کے علوم وادراکات بدستور رہتے ہیں۔ روح کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے۔ موت کے بعد بدن گل سڑ کر خاک ہو جائے یا بدن بعد موت سلامت رہے۔ سنتی۔ دیکھتی۔ جواب سلام دیتی روح ہی ہے نہ کہ بدن۔ مردہ بدن ہے۔ روح مردہ نہیں۔

موت سے روح میں اصلاً کوئی فرق نہیں آتا عقل و علم اور افعال قائم رہتے ہیں

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اے عمر! اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم مر جاؤ گے اور لوگ تمہارے لئے ساڑھے تین ہاتھ لمبی اور ڈیڑھ ہاتھ چوڑی قبر کی پیمائش کریں گے۔ پھر تمہارے پاس آکر تم کو غسل اور کفن دیں گے اور خوشبو ملیں گے پھر تم کو اٹھا کر لے جائیں گے یہاں تک کہ اس قبر میں رکھ دیں گے پھر تم پر مٹی ڈال دیں گے پھر جب لوگ چلے جائیں گے تو تمہارے پاس دو ممتحن (امتحان لینے والے) قبر کے یعنی منکر نکیر آ پہنچیں گے جن کی آواز مثل گرج کے ہوگی اور آنکھیں مثل برق درخشاں کے ہونگی سو تم کو ہلا ڈالیں گے اور حاکمانہ گفتگو کریں گے اور سوال بٹھا دیں گے سو اس وقت اے عمر تمہاری کیا کیفیت ہوگی؟ (یعنی دین و ایمان کی مضبوطی اور عقل و سمجھ باقی رہے گی؟" فرمایا۔ ہاں۔ عرض کی کہ بس کام چلا لوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کیا ہماری عقلیں ہماری طرف عود کر آئیں گی؟ فرمایا نعم کھیئتکم الیوم ہاں۔ تمہاری عقل کی جو آج حالت ہے اس وقت بھی وہی ہوگی۔ (ابو نعیم۔ ابن ابی الدنیا۔

بیہقی، احمد، طبرانی، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

مردہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور جانتا پہچانتا ہے

عن عائشۃ قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ مادخلتہ الا وانا مشدودۃ علیّ ثیابی حیاءً من عمر۔ رواہ احمد مشکوۃ بسند صحیح مستدرک حاکم علیہم الرحمۃ۔) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اپنے اس گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بے لحاظ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی، وہاں کون ہے یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالیٰ علی زوجھا ثم ابیھا ثم علیھا وبارک وسلم۔ پھر جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ثابت ہوا کہ مردہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور جانتا پہچانتا ہے۔ اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنی تھے۔ اور دفن عمر فاروق سے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں۔ غیر کون ہے؟

نیز واضح ہوا کہ قبر کی مٹی، تختے وغیرہ تو میّت کی آنکھوں کے لئے حجاب نہیں بن سکتے مگر زائر کے جسم کا لباس ان کے لئے آڑ ہے لہذا میّت کو زائر ننگا دکھائی نہیں دیتا ورنہ حضرت عائشہ کا چادر اوڑھ کر وہاں جانے کے کیا معنی تھے؟ یہ قانون قدرت ہے۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"دریں حدیث دلیلے واضح است بر حیات میت وعلم وے وآنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحاں ومراعات ادب برقدر مراتب ایشاں چنانچہ در حالت حیات ایشاں بود زیرا کہ صالحان را مدد بلیغ است مر زیارت کنندگان خودرا براندازہ ادب ایشاں۔ کذا فی شرح الشیخ۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، کتاب الجنائز باب زیارت القبور فصل سوم)

اس حدیث میں واضح دلیل ہے میت کے حیات ہونے اور علم رکھنے پر اور یہ کہ قبر کی زیارت کے وقت اصحاب قبور کے مراتب کے لحاظ سے ادب ملحوظ رکھنا واجب ہے جس طرح کہ ان کی دنیوی زندگی میں احترام کیا جاتا تھا اس لئے کہ مزارات اولیاء کی زیارت کرنے والا جس قدر ادب واحترام کرنے والا ہوتا ہے اسی قدر اصحاب قبور اولیاء اللہ کی مدد اس زیارت کرنے والے کو پہنچتی ہے۔"

قبر میں میّت نے سورۃ الملک پڑھی صحابہ نے سُنی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں بعض اصحاب

نے اپنا خیمہ اس جگہ نصب کیا جہاں ایک قبر تھی جو انہیں معلوم نہ تھی اور اس قبر کے مردے نے سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ کر پوری کی۔ ان اصحاب نے رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کیا تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا "یہ سورہ انسان کو برائیوں سے روکنے والی اور عذاب سے بچانے والی ہے۔ اس سورہ نے اس قبر والے کو اللہ کے عذاب سے نجات دلائی ہے" رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۱۸۷۔ ۱۸۸ جلد اول) معلوم ہوا کہ ان صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جیتے جاگتے اس قبر سے مردہ کی آواز سنی اور اس کی حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔ لیکن شیطانی توحید کے پجاری نجدی وہابی نہ صحابہ کرام کی بات مانتے ہیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہیں۔

اصحاب قبور زائرین کو دیکھتے، سنتے، سمجھتے، جواب دیتے ہیں

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق علیہما الرحمۃ کتاب العاقبۃ میں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں۔ حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ الا

استنا الشہ وہ رد علیہ حنفی بقیہ مرد۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اس سے بہلتا ہے۔ اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔" احیاء کے آنے۔ پاس بیٹھنے بات کرنے سے مردوں کا جی بہلنے میں ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے سنتے۔ سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا؟ ابو خالد نجدی وہابی۔ جواب دے۔

زیارت کے لئے آنے والے پیاروں سے قبر میں میت کا جی بہلتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انس مایکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا (شفاء السقام امام سبکی۔ اربعین طائیہ۔ شرح الصدور امام جلال الدین سیوطی علیہم الرحمۃ) قبر میں مردے کا جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔"

اعزہ واحباب سے قبر میں مردہ کو اُنس حاصل ہوتا ہے

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا۔

"اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شناً ثم اقیموا حول قبری قدر ماینحر جزور ویقسم لحمہا حتیٰ استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی" جب مجھے دفن کرچکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو یہاں تک کہ میں تم سے اُنس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں (منکر و نکیر فرشتوں) کو کیا جواب دیتا ہوں" (صحیح مسلم)

لیکن ابوخالد خارجی کہتا ہے کہ موت کے بعد میت میں جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔ تو پھر یہ اُنس حاصل کرنا کیسا؟

مُردہ دیکھتا جانتا پہچانتا۔ سلام کا جواب دیتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لایعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام" (ابن ابی الدنیا۔ بیہقی۔ صابونی۔ ابن عساکر و خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے۔ میت جواب سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے۔ اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے

جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا ہے۔"

صاحب قبر نے سوال کا جواب دیا

حضرت یحییٰ بن ایوب فزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نوجوان کی قبر پر جا کر اسے پکار کر فرمایا "یافلان ولمن خاف مقام ربہ جنتان" اے فلاں جو شخص اپنی زندگی میں اپنے رب سے ڈرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دو باغ دے گا۔" اس نوجوان نے اپنی قبر سے جواب دیا یا عمر قد اعطانیھا ربی فی الجنۃ مرتین" اے عمر مجھے تو پروردگار نے جنت میں ایسے باغ دو مرتبہ عنایت فرمائے ہیں۔"
(ابن عساکر۔ قرۃ العینین)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدفون صحابیہ سے ہمکلام ہوئے

حضرت ابو الشیخ علیہ الرحمۃ حضرت عبید بن مرزوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ ایک خاتون مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی۔ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی قبر کی طرف سے گزرے۔ پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ نے عرض کی۔ "ام معجن کی۔"

فرمایا" وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی "؟ صحابہ نے عرض کی "ہاں"
حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی پھر اس خاتون سے مخاطب
ہو کر فرمایا "تو نے کونسا عمل افضل پایا"؟ صحابہ نے عرض کی "یا
رسول اللہ! وہ سنتی ہے"؟ فرمایا "تم کچھ اس سے زیادہ نہیں سنتے"
پھر فرمایا "اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی"۔ (شرح الصدور،
حیات الموات)

مرنے والا دیکھتا، سنتا، جانتا پہچانتا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان المیت یعرف من
یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ۔ (رواہ احمد،
طبرانی، ابن ابی الدنیا۔ علیہم الرحمۃ) بے شک مردہ پہچانتا ہے
اسے جو اس کو غسل دے۔ اور جو اسے اٹھائے اور جو کفن پہنائے
اور جو اس کو قبر میں اتارے۔ اور حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت ہے کہ مرنے والے کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں
رہتی ہے اپنے جسم کو دیکھتی ہے کہ کیوں کر اس کو غسل دیا جاتا ہے
کیوں کر کفن دیتے ہیں کیوں کر لے کر چلتے ہیں اور لاش ابھی تختہ
ہی پر ہوتی ہے کہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ لوگ جو تیری تعریف
کر رہے ہیں سن لے "کہ بشارت عاجلہ مقدمہ ہے خیر آئندہ کا۔ (اخرجہ

ابونعیم فی الحلیۃ)

قرآن و حدیث میں تحریف کرنے والا۔ منکر قرآن و حدیث ابوخالد نجدی وہابی۔ شیطانی بھڑک مارتے ہوئے ص ۳۱ پر بڑے زور سے عنوان جماتا ہے۔ ایک زبردست انکشاف۔ اس کے تحت دعویٰ کرتا ہے۔ شہدا اللہ تعالیٰ کے پاس جنت میں زندہ ہیں قبروں میں نہیں۔ اور اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نقل کرتا ہے۔ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون۔ (بقرہ ع ۱۹۔ آیت ۱۵۴ پ ۲) پھر لکھتا ہے۔ اوپر کی آیت سورۃ البقرہ کی ہے۔ اس کے بعد کی آیتیں جو جنگ احد کے بعد سورہ آل عمران میں نازل ہوئی ہیں صاف بتاتی ہیں کہ یہ زندگی دنیا میں قبروں کے اندر زندہ درگور قسم کی نہیں۔ بلکہ جنت میں عیش و عشرت کی زندگی ہے۔ الخ۔ دراصل سفہام الاحلام وہابی قرآن و حدیث کی تعلیم سے نابلد اور جاہل ہیں۔ فقیر طوالت سے بچنے کی خاطر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ارشادات اور واقعات جو لکھ کر نقل کر چکا ہے اس پر اکتفا کرتے ہوئے ذیل میں صرف ایک روایت حدیث مبارکہ نقل کر دیتا ہے جس سے ابوخالد نجدی وہابی کی بجواس کی صاف تردید ہو جاتی ہے۔

صحابہ کرام نے شہید کو قبر میں قرآن پڑھتے دیکھا

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (کسی میت کے لیئے) قبر کھودی (اور اتفاقاً اس کے پاس پہلے سے ایک قبر تھی) قبر کھودتے ہوئے اس پاس والی قبر میں اتفاقاً ایک چوڑا شگاف پڑ گیا ایک طاق سا کھل گیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اس کے سامنے ایک قرآن رکھا ہے جسے وہ پڑھ رہا ہے اور اس کے پاس ایک سرسبز باغ ہے۔ یہ واقعہ احد کے مقام پر ظہور پذیر ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ شہدا میں سے ہے کیوں کہ ان صحابہ نے اس کے چہرے پر زخم بھی دیکھا۔" اس روایت کو سہیل علیہ الرحمۃ نے "دلائل النبوۃ" میں نقل کیا اور محدث ابن حبان علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں درج کیا۔ نیز ایک حدیث میں ہے کہ

اولیاء قبروں میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "مومن (ولی اللہ) کو قبر میں مصحف (قرآن) دیا جاتا ہے اور وہ قبر میں تلاوت قرآن کرتا ہے۔" (ابن منذر) مقام غور ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے براہ راست فیض و تعلیم حاصل کرنے والے

صحابہ کرام سچے ہیں یا یہ ابو خالد نجدی وہابی سچا ہے؟ کیا ضال و مضل وہابی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ توحید و شرک کے مقتضیات کو سمجھتے ہیں؟ حاشا و کلا۔ صحابہ علیہم الرضوان قرآن وحدیث کو صحیح معنوں میں سمجھنے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ رواہ رزین (مشکوٰۃ) میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔" لیکن خوارج وہابیہ کے بارے میں فرمایا۔ یقرءون القرآن لایجاوز حناجرھم یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ الحدیث (صحیح مسلم جلد اول ص ۳۴۰) وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہیں کریں گے اور وہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ (شکار) سے پار نکل جاتا ہے۔" یعنی یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے دل تعلیمات قرآن کو سمجھ نہیں سکیں گے۔ قرآن کے معنوں اور تاویل میں تحریف کریں گے غلط مطالب نکالیں گے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) دوزخ کے دروازوں پر بلانے والے۔ جو دوزخ کی طرف لے جانے والی ان کی باتیں مانے گا اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ یعنی ایسے پیشوا جو لوگوں کو

ہدایت کے لباس میں گمراہی دیں گے۔ خیر دکھا کر شر دکھائیں گے توحید کی آڑ میں گستاخی رسول کی تعلیم دیں گے۔ شربت ظاہر کر کے زہر پلائیں گے یہ لوگ دوزخ میں بھیجنے کا سبب ہوں گے "۔ ابوخالد وہابی ان ہی میں سے ہے جو آیات قرآن مجید میں تحریف کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ اعاذنا اللہ من تلبیسات الوھابیہ۔

یہ مخالفین حق وصداقت، محرفین قرآن وسنت، سفہاء الاحلام وہابی زندگی اور موت کی حقیقت سے بھی بے خبر ہیں اور مفتخار توحید وشرک سے بھی نا آشنا ہیں۔ ان کی دانست میں "موت" عدم محض کا نام ہے کہ مرنے والا جمادات کی مثل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ

موت عدم محض کا نام نہیں

حضرت امام قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "موت عدم محض کا نام نہیں۔ موت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا ہے اور دلیل یہ ہے کہ شہداء قتل ہو جاتے اور موت واقع ہو جانے کے بعد بے شک وشبہ حیات ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں اور یہی صفت دنیاوی زندگی کی ہے۔ پس جب شہداء کا زندہ ہونا ثابت ہے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کہ شہداء سے افضل ہیں شہداء کی زندگی سے

زیادہ مکمل زندگی کے مستحق ہیں اور انبیائے کرام کے حیات ہونے کے بارے میں نصوص علماء بکثرت ہیں۔" (قرطبی)

موت نیست و نابود ہوجانے کا نام نہیں

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔" لا تظن ان العلم یفارقک بالموت فالموت لایھدم محل العلم اصلا ولیس الموت عدما محضا حتی تظن انک اذا علمت اذا صفتک "۔ یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہوجائے گا کہ موت محل علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی نہ وہ نیست و نابود ہوجانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم و ادراک بھی نہ رہا۔" (احیاء العلوم)

موت کے بعد روح کا تعلق بدن کے ساتھ متصل رہتا ہے۔

زہر الربی شرح سنن نسائی میں مرقوم ہے۔ روح کی شان جدا ہے۔ باآنکہ ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھی چیز کو محسوسات پر قیاس کر کے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو تو

اسی وقت دوسرے مکان میں نہیں ہوسکتا حالانکہ یہ محض غلط ہے۔"

موت کے بعد روح کا تعلق بدن سے قائم رہتا ہے

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح و بدن سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا مومنین میں یوں ہے کہ روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انہیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں، ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ و جمعہ و شنبہ میں ان دنوں کی بہ نسبت اتصال زیادہ قوی تر ہے۔"

اموات قیامت تک سلام کا جواب دیں گی

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یسلم علیھم احد الا ردوا الی یوم القیمۃ۔" قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے قیامت تک جوان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔ (طبرانی معجم اوسط صحیح مستدرک حاکم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

شہداء قیامت تک سلام کا جواب دیں گے

حضرت عبداللہ بن ابی فردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارت شہداء احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی۔ اللھم ان عبدک ونبیک یشھد ان ھولاء شھداء وانہ من زارھم اوسلم علیھم الی یوم القیمۃ ردوا علیہ۔ اے اللہ! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔" (صحیح مستدرک حاکم۔ دلائل النبوۃ بیہقی۔)

میت قبر سے ہر وقت اپنے جنّتی یا دوزخی ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشیّ ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن

اھل النار فیقال ھذا مقعدک حتیٰ یبعثک اللہ الیہ یوم القیٰمۃ۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو صبح شام اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا رہتا ہے۔ اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ اور اگر دوزخیوں میں سے ہے تو دوزخ کا ٹھکانا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے تا آنکہ قیامت کے دن اللہ تجھے ادہر بھیجے گا۔ یہاں صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے۔ یعنی میت قبر سے ہر وقت اپنے جنتی یا دوزخی ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے۔ اس کی تائید اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے۔ النار یعرضون علیہا غدوًّا وّعشیًّا جہنمیوں پر دن رات جہنم کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ (از مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ)

وفات کے بعد طویل گفتگو

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار تھا۔ میں نے کہا۔ لاؤ اتنی دیر میں دو رکعت نفل پڑھ لیتا ہوں ادہر میں نماز میں لگا اور ادہر زید بن خارجہ نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا

کر کہا" السلام علیکم یا اهل البیت "، سب لوگوں سے اس کی گفتگو ہو رہی تھی اور میں سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ رہا تھا۔ زید بن خارجہ نے اپنی دوران گفتگو میں کہا۔" لوگو! بالکل خاموش ہو جاؤ اور سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے سچے پہلے شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو جسمانی طور پر دبلے پتلے تھے مگر اللہ کے احکام کے اجراء میں بڑے طاقتور اور قوت دار تھے اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ سچے تھے وہ جس طرح مضبوط البدن آدمی تھے اسی طرح احکام خدا کے اجراء میں بھی بڑے سخت اور بہت کڑے تھے اور اب حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) جن کی خلافت کے دو برس بیت گئے اور چار برس باقی ہیں یہ بھی سچ اور صداقت کا مجسمہ ہیں ان کے دور خلافت میں تمام معاملات اور اشیائے محفوظ پر فتنوں کا دباؤ ہے اور اریس کے کنواں کو تو تم لوگ جانتے ہی ہو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت عثمان کے ہاتھ سے گر گئی تھی اور اسی دن سے فتنہ وفساد کے دروازے کھل گئے تھے اور اے عبداللہ بن رواحہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو کیا تم کو خارجہ اور سعد کے حالات معلوم نہیں؟" اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ میں تو نماز سے فارغ ہو کر یہ تمام باتیں سن ہی رہا تھا کہ حضرت عثمان نے تشریف لا کر نماز جنازہ پڑھا دی۔ (تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۴۱۰) اس روایت کو ابن سعد، ابن ابو حاتم، امام

ترمذی، یعقوب بن سفیان، امام بغوی، طبری اور ابونعیم نے بھی بیان کیا ہے۔

روضۂ رسول اللہ پر بھوکے کی فریاد
حضور نے دودھ پلایا

حضرت شیخ ابوعبداللہ بن محمدؒ بن ابی الامان علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔"میں مدینہ میں محراب فاطمہ کے پیچھے تھا اور شریف مکہ قاسمی بھی وہاں کھڑا تھا اس نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں فاقہ سے تھا۔ میں اپنے گھر سے نکل کر بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا فاستغثت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وقلت انی جائع فنمت فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعطانی قدح لبن فشربت حتی رویت وھذا ھو فبصق اللبن من فیہ فی کفی وشاھدنا من فیہ" (وفاء الوفا جلد دوم ص ۲۷)
پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا اور عرض کی میں بھوکا ہوں پھر میں سو گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو دیکھا حضور نے مجھے دودھ کا پیالہ عطا فرمایا پس میں نے دودھ پیا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اور وہ یہ ہے۔ اس نے میری ہتھیلی پر دودھ تھوک کر دکھایا اور ہم نے اس کے منہ سے دودھ کا مشاہدہ کیا۔"

روضۂ رسول اللہ پر درخواست

یارسول اللہ بھوک لگی ہے

امام ابوبکر بن مقری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "میں اور محدث طبرانی اور محدث ابوالشیخ تینوں حرم شریف نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اور اسی حالت میں دو دن گزر گئے جب عشاء کا وقت ہوا تو میں نے روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر صرف اتنا عرض کیا یارسول اللہ الجوع ۔ یارسول اللہ بھوک لگی ہوئی ہے اور اس کے علاوہ کوئی کلمہ نہ کہا اور چلا آیا۔ پھر میں اور ابوالشیخ سو گئے اور محدث طبرانی انتظار میں جاگتے رہے ناگاہ ایک مرد علوی نے دروازہ کھٹکھٹایا اس کے ہمراہ دو غلام تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک زنبیل تھی طعام سے بھری ہوئی۔ ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آیا بیٹھ کر کھانا ہمارے آگے رکھا اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوا اور جو کچھ بچ گیا ہمارے پاس چھوڑ کر اٹھ گیا اور کہنے لگا۔ اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ اس وقت میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا حضور نے مجھے حکم دیا کہ ان لوگوں کو کھانا کھلاؤ" (جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز)

روضۂ اقدس پر درخواست۔ یارسول اللہ!
میں آپ کا مہمان ہوں۔

حضرت ابوالخیر اقطع علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا میں فاقہ سے تھا وہاں میں نے پانچ روز قیام کیا اور کچھ نہ کھایا۔ فتقدمت الی القبر وسلمت علی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما وقلت انا ضیفک یارسول اللہ پھر میں وہاں سے ہٹ کر روضہ اقدس کے قریب سوگیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کے دائیں جانب حضرت ابوبکر کو اور بائیں جانب حضرت عمر کو اور سامنے حضرت علی کو دیکھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حضرت علی نے مجھے اشارہ کیا اور فرمایا۔ تو کھڑا ہو جا۔ قد جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقمت الیہ وقبلت بین عینیہ فدفع الیّ رغیفا فاکلت نصفہ وانتبہت فاذا فی یدی نصف رغیف (وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ پس میں ان کی طرف کھڑا ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان چوم لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ کو ایک روٹی عطا کی۔ میں نے آدھی روٹی کھائی اور جاگ اٹھا تو باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔"

ایضاً

حضرت ابن الجلار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور مجھے فاقہ تھا۔ فتقدمت الی القبر وقلت انا ضیفک فغفوت فرأیت النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم فاعطانی رغیفا فاکلت نصفہ وانتبھت وبیدی نصف الآخر (وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۲۶ مطبوعہ مصر) تو میں قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کی "میں آپ کا مہمان ہوں" پھر میں سو گیا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے مجھ کو ایک روٹی عطا فرمائی۔ میں نے آدھی روٹی کھائی اور جاگ پڑا اور میرے ہاتھ میں آدھی روٹی موجود تھی"۔

حضور نے درہم عطا کئے جاگ آئی تو ہاتھوں میں موجود تھے

حضرت صوفی احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں تین دن بیابان میں گذار کر مدینہ شریف حاضر ہوا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر سلام عرض کیا پھر میں سو گیا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور نے فرمایا "اے احمد تو آگیا؟" میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ وانا جائع فی ضیافتک قال افتح کفیک ففتحتھما فملاءھما دراھم فانتبھت وھما مملوئتان وقمت فاشتریت خبزا جواری وفالو ذجا واکلت وقمت للوقت ودخلت البادیۃ (وفاء الوفا جلد ۲ ص ۴۲۶) اور میں آپ کی ضیافت کا بھوکا ہوں" فرمایا۔ اپنے دونوں کا ہاتھ کھول"

میں نے دونوں ہاتھ کھول دیئے۔ حضور نے دونوں ہاتھ درہموں سے بھر دیئے۔ میں بیدار ہوا تو میرے دونوں ہاتھ درہموں سے بھرے تھے۔ میں نے بازار میں جاکر سفید میدہ کی دو روٹیاں اور فالودہ خرید لیا اور اسی وقت جنگل کو چلا گیا۔

روضۂ حضور پر فریاد و استغاثہ

امام محمد بن منکدر محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے باپ کے پاس اسی (۸۰) دینار امانت رکھ کر جہاد کو چلا گیا اور اذن دے گیا کہ اگر تم کو ضرورت پڑے تو اس میں سے خرچ کرنا۔ میرے والد نے وہ سب دینار اپنی ضروریات میں خرچ کر ڈالے۔ جب وہ شخص آیا اور اس نے اپنے دینار طلب کئے تو میرا والد ادا کرنے سے عاجز ہوا۔ پس میرے والد نے اس شخص سے کہا۔ "تو کل آنا"۔ رات کو میرا والد مسجد نبوی میں گیا اور غایت اضطراب سے کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر شریف کے مقام پر حاضر ہو کر اور کبھی روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر آپ سے فریاد و استغاثہ کرتا۔ ناگاہ تاریکی شب میں ایک مرد ظاہر ہوا اور اسی (۸۰) دینار کی تھیلی میرے والد کے ہاتھ میں دے کر چلا گیا۔ انہوں نے یہ اسی دینار اس شخص کو ادا کئے اور زحمت مطالبہ سے نجات پائی۔ (جذب القلوب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ العزیز)

یارسول اللہ آپ کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ ظلم!

حافظ الحدیث ابوالقاسم ابن عساکر علیہ الرحمۃ اپنی تاریخ میں روایت فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے مدینہ طیبہ میں روضۂ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب صبح کی اذان کہی۔ اس میں الصلوٰۃ خیر من النوم بھی کہا تو مسجد نبوی کے خدام میں سے ایک خادم آیا اور اس کو ایک تھپڑ مارا۔ تو یہ شخص رونے لگا اور قبر مبارک پر حاضر ہو کر عرض کی۔ یارسول اللہ انی حضرتک یفعل بی ھذا۔ حضور کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ کچھ کیا گیا۔ ففلج الخادم وحمل الی دارہ فمکث ثلاثۃ ایام ومات۔ وہ خادم فالج میں مبتلا ہو گیا اور اسے اٹھا کر اس کے مکان میں لے گئے۔ وہ تین دن زندہ رہا پھر مر گیا۔ (وفاء الوفاء ص ۴۲۶ جلد دوم)

نانا جان! میں آپ سے طعام ثرید کھانے کا متمنّی ہوں

حضرت ابو محمد عبدالسلام بن عبدالرحمٰن حسینی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ میں تین دن مدینہ میں مقیم رہا اور کچھ نہ کھایا تو میں نے منبر نبوی کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور عرض کی۔ یاجدی جعت واتمنّٰی علیک ثردۃ۔ اے میرے نانا جان میں بھوکا ہوں اور آپ سے طعام ثرید کھانے کا متمنّی ہوں۔ پھر میں سو گیا۔ ایک شخص نے مجھے بیدار کیا اس

کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک برتن تھا جس میں ثرید اور گھی اور گوشت تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ کھاؤ۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا تین دن سے میرے چھوٹے بچے اس طعام کی خواہش رکھتے تھے آج اللہ نے اس کی توفیق دی۔ پھر میں سو گیا تو فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم وھو یقول ان احد اخوانک تمنیٰ علی ھذا الطعام فاطعمہ منہ (وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۲۷)

نیند میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور انہوں نے فرمایا۔ تیرے بھائیوں میں سے ایک نے مجھ سے اس طعام کی تمنّا کی ہے پس اس طعام میں سے تو اسے بھی کھلا دے۔"

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ مے خواہی تمنا کن

اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے تو ان کی درگاہ میں آ اور جو کچھ تو چاہتا ہے اس کی تمنا کر کے حاصل کر لے۔ بحمدہٖ تعالیٰ قرآن و حدیث سے واضح ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشک وشبہ حیات ہیں، پوری کائنات آپ کے پیش نظر ہے۔ زائرین کو دیکھتے جانتے پہچانتے ہیں۔ فریادوں کو سنتے قبول فرماتے حاجت روائی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ انور کی حاضری کے لئے جانا۔ یارسول اللہ کہہ کر آپ سے حاجات طلب کرنا۔ مشکلات و مصائب عرض کر کے استمداد و استعانت کرنا سنت صحابہ ہے تابعین تبع تابعین، مفسرین و محدثین، اولیاء کاملین اور علمائے دین اس

پر عامل ہیں نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں تلاوت قرآن کرتے ہیں، زائرین کو دیکھتے جانتے پہچانتے ہیں سلام و کلام سنتے اور جواب دیتے ہیں، حاجت روائی، مشکل کشائی کرتے ہیں۔
نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ موت عدم محض کا نام نہیں، میت جمادات کی مثل نہیں ہو جاتا۔ جسم سے روح کی علیحدگی کا نام موت ہے روح کو فنا نہیں ارواح کا علم و شعور، اور ادراک بحال رہتا ہے۔ ارواح خواہ علیین میں ہوں یا سجین میں یا دیگر مقامات میں کہیں بھی ہوں ان کا اپنے اجسام کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے۔
سند المحققین شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ "و بہ تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و اورا علم و شعور بزائران و احوال ایشاں ثابت است و ارواح کاملاں قربے و مکانتے در جناب حق ثابت است چنانکہ در حیات بود یا بیشتر ازاں و اولیاء را کرامات و تصرف در اکوان حاصل است و آں نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح باقی است و متصرف حقیقی نیست مگر خدا عزشانہ و ہمہ بقدرت اوست و ایشاں فانی اندر در جلال حق در حیات و بعد از ممات پس اگر دادہ شود مر احدے را چیزے بوساطت یکے از دوستان حق و مکانتے کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانکہ در حالت حیات بود و نیست فعل و تصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہ و عم نوالہ و نیست چیزے کہ فرق کند میان ہر دو حالت و یافتہ نہ شدہ است دلیلے بر آں۔" (اشعۃ اللمعات جلد اول باب زیارت القبور

صفحہ ۷۶۲-۷۶۳)

آیات اور احادیث کی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ روح باقی ہے اور اس کو زیارت کے لئے آنے والوں اور ان کے احوال کا علم وشعور حاصل ہے اور ارواح کاملین (اولیاء اللہ) کو حق تعالیٰ کی جانب میں جو قرب اور عزت و مرتبہ حیات دنیوی میں حاصل تھا ویسا ہی یا اس سے بھی زیادہ قرب اور عزت و مرتبہ بعد وفات بھی ثابت ہے اور اولیاء اللہ کو کرامات اور اکوان میں تصرف حاصل ہے اور یہ ان کی روحوں کو ہی حاصل ہے اور ارواح باقی ہیں اور متصرف حقیقی اللہ عزّ شانہٗ ہی ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت سے ہے۔ اور اولیاء اللہ دنیوی زندگی اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں جلال حق میں فانی ہیں۔ پس جیسے کہ ان کی دنیاوی زندگی میں ان کے اس قرب و عزت و منزلت کی وساطت سے جو انہیں عند اللہ حاصل ہے لوگوں کو عطا و بخشش کی جاتی تھی اسی طرح اگر بعد وفات کسی ولی اللہ کے عند اللہ قرب و عزت و مرتبہ کی وساطت سے کسی کو کوئی چیز عطا کی جائے تو یہ حقیقت سے بعید نہیں ہے۔ اور اولیاء اللہ کی حیات و موت دونوں حالتوں میں ان کا فعل و تصرف حق تعالیٰ ہی کا فعل و تصرف ہے۔ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اور ایسی کوئی چیز نہیں جو ان کی دونوں حالتوں میں فرق کرے اور اس پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے مزارات میں بحیات حقیقی زندہ ہیں۔

قرآن وحدیث کے مطابق امت کا اس پر اجماع ہے کہ جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے مزارات میں بہ حیات حقیقی یعنی جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت دے رکھی ہے کہ قبروں سے نکل کر سیر فرمائیں جہاں چاہیں بعینہٖ یا بمثالہ لیکن ان کا ہر حال میں ہر وقت اپنی قبروں کے ساتھ ایک خصوصی نسبت اور تعلق قائم رہتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مزارات مقدسہ اور زمین و آسمان کے درمیان سے تمام پردے اٹھا دیئے ہیں اور ان کو اتنا تصرف و نفوذ حاصل ہے کہ بلا انتقال مکانی جہاں چاہیں جلوہ گر ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلّون۔ انبیاء حیات ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں کہ نماز پڑھنا جیتے جسم کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرت علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ "الانتباہ الاذکیا لحیوٰۃ الانبیاء للسیوطی" میں فرماتے ہیں "حیوٰۃ الانبیاء والشہداء فی القبر کحیوتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلوٰۃ موسیٰ علیہ السلام فی

قبرہ فان الصلوۃ تستدعی جسدًا ، انبیاء و شہداء کی زندگی قبر میں اسی طرح ہے جس طرح وہ دنیا میں زندہ تھے اور اس بات پر حدیث شاہد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پس نماز پڑھنا اس امر کا مقتضی ہے کہ نماز پڑھنے والا جسم اور روح کے تعلق کے ساتھ زندہ ہو" حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب التنویر" میں فرماتے ہیں "بے شک نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جسم اور روح کے تعلق کے ساتھ حیات ہیں اور جس طرح کہ حضور کو وفات سے پہلے اطراف زمین اور ملکوت میں چلنے پھرنے کی قدرت حاصل تھی اسی طرح اب بھی اسی طرح زمین میں چلتے پھرتے اور اطراف زمین اور عالم ملکوت میں تصرف فرماتے ہیں۔ ان امور میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت دے رکھی ہے کہ قبروں سے نکل کر سیر فرمائیں اور ملکوت علوی و سفلی میں تصرف فرمائیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے روضہ اطہر میں حیات ہیں اسی طرح سارے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات ہیں۔ یہ بات ہمارے نزدیک علم قطعی سے ثابت ہے اس لئے کہ اس کے ثبوت میں قطعی دلائل اور حجتیں موجود ہیں اور متواتر حدیثیں وارد ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء زندہ ہیں قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ اجساد

انبیار کو کھائے "۔

لیکن خوارج الاصل وہابی کسی کی بات نہیں ملنتے ۔نہ اللہ تعالیٰ کی نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ، یہ ہٹ دھرم اپنی رٹ لگاتے ہوئے اتنے منہ پھٹ ہو چکے ہیں کہ ڈٹ کر قرآن وحدیث کی تردید کرتے ہیں ۔ محبوبان انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیار اللہ کو من دون اللہ کہہ کر کفار و مشرکین کے بتوں میں شمار کرتے ہیں ۔ بے جان ، جماد محض ، چنانچہ ناقوس وہابیہ ابو خالد نجدی ۔ بتوں کی تردید میں نازل آیت کریمہ والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وھم یخلقون ۔ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون ۔ سے انبیار و اولیار کی تردید کرتا ہے ۔ لکھتا ہے ۔" اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں ، نہ انبیار اور نہ اولیار کا اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی رمق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا ؟" نعوذ باللہ من ھفوات الوھابیۃ گذشتہ اوراق میں قرآن وحدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ وفات کے بعد انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیار اللہ حیات ہیں زائرین کو دیکھتے پہچانتے ۔ سلام و کلام سنتے ۔ جواب دیتے ہیں ۔ قبل اس کے کہ فقیر مسئلہ عرض اعمال کی وضاحت کرے ۔

ابو خالد نجدی کے مزید دجل و فریب

کا پردہ چاک کر دینا ضروری سمجھتا ہے ۔ ابو خالد وہابی اپنے

کتابچہ کے صفحہ ۳۵ پر بڑی بے حیائی کے ساتھ عنوان جماتا ہے۔
" مردوں کو نبی بھی نہیں سنا سکتے" اور اس کے تحت وما انت بمسمع من فی القبور (پارہ ۲۲ رکوع ۱۵ سورہ فاطر) ترجمہ: (اے نبی) آپ قبر میں پڑے ہوؤں (یعنی مردوں) کو سنا نہیں سکتے۔ ایک آیت میں ہے فانک لاتسمع الموتیٰ (پارہ ۲۱ رکوع ۸ سورہ روم) ترجمہ: (اے نبی) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ ان آیات اور ان جیسی اور بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ مردے نہیں سنتے" لکھ کر اس کی تائید میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک غلط، بے بنیاد، جھوٹا واقعہ درج کر کے مسلمانوں کو دجل وفریب سے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ فقیر اس واقعہ کے جھوٹا ہونے کے اثبات میں اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہے کہ آپ کے جلیل القدر تلامذہ ومتبعین میں سے کسی نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ خود امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ومتبعین کی جملہ کتب میں استحباب توسل کی تصریحات موجود ہیں۔"

اور ابوخالد نجدی نے حسب دستور وہابیہ آیت مبارکہ "وما انت بمسمع من فی القبور" اور "فانک لاتسمع الموتیٰ" کا غلط مطلب بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ فقیر پوری آیات لکھ کر ان کا صحیح ترجمہ اور مطلب عرض کر دیتا ہے تاکہ مسلمان "وہابیہ" کے دجل وفریب سے محفوظ رہیں (۱) انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ ومن تزکیٰ فانما یتزکیٰ لنفسہ والی

اللہ المصیر ۔ ومایستوی الاعمیٰ والبصیر ۔ ولا الظلمٰت ولا النور ۔ ولا الظل ولا الحرور ۔ ومایستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ۔ ان انت الا نذیر ۔ انا ارسلنک بالحق بشیرًا ونذیرًا (پ ۲۲ ع ۱۵) اے محبوب! تمہارا ڈر سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو ستھرا ہوا (یعنی بدیوں سے بچا اور نیک عمل کئے) تو اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا۔ (اس نیکی کا نفع وہی پائے گا) اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔ اور برابر نہیں اندھا اور انکھیارا (یعنی جاہل اور عالم یا کافر اور مومن) اور نہ اندھیریاں (یعنی کفر) اور اُجالا (یعنی ایمان) اور نہ سایہ (یعنی حق یا جنت) اور نہ تیز دھوپ (یعنی باطل یا دوزخ) اور برابر نہیں زندے اور مردے (یعنی مومنین اور کفار یا علما اور جہال) بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے (یعنی جس کی ہدایت منظور ہو تو اس کو توفیق قبول عطا فرماتا ہے) اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں یعنی کفار کو۔ اس آیت میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح مردے سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور پند پذیر نہیں ہوتے بدانجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت و نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ اس آیت میں مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں اور نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر راہ یابی

کا نفع مرتب ہو۔ رہا مُردوں کا سننا وہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔"
(خزائن العرفان)

فانک لاتسمع الموتیٰ ولاتسمع الصم الدعاء اذا ولّوا مدبرین۔ وما انت بِھٰدِی الْعُمْیِ عن ضلالتھم ان تسمع اِلّا من یؤمن باٰیٰتنا فھم مسلمون (پ ۲۱ ع ۸) اس لئے کہ تم مُردوں کو نہیں سناتے (یعنی جن کے دل مر چکے اور ان سے کسی طرح قبول حق کی توقع نہیں رہی) اور نہ ہی بہروں کو پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دے کر پھر یں (یعنی حق کے سننے سے بہرے ہوں اور بہرے بھی ایسے کہ پیٹھ دے کر پھر گئے ان سے کسی طرح سمجھنے کی امید نہیں) اور نہ تم اندھوں کو (جو دل کے اندھے ہیں) ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ تو تم اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں "جو لوگ اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں قرآن وحدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں مردوں سے مراد کفار ہیں جو دنیوی زندگی تو رکھتے ہیں مگر پند و موعظت سے نفع نہیں اٹھاتے اس لئے انہیں اموات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو اس دنیا سے مر کر گزر چکے ہیں ان کو پند و نصیحت کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ بکثرت احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اور یہ بھی کہ قبر پر آنے والوں کو مردے دیکھتے پہچانتے سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔

۳۔ انک لاتسمع الموتیٰ ولاتسمع الصم الدعاء اذا ولّوا مدبرین

وما انت بھٰدی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بایٰتنا فھم مسلمون (پ ۲۰ ع ۲) بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے (مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں۔ جن کے دل مردہ ہیں چنانچہ اسی آیت کے مقابل اہل ایمان کا ذکر فرمایا۔ اور ان سے بھی مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ پند و موعظت اور کلام ہدایت کے بہ سمع قبول سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ اس آیت کے معنیٰ یہ بتانا کہ مردے نہیں سنتے بالکل غلط ہے۔ صحیح احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے) اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر (معنیٰ یہ ہیں کہ کفار غایت اعراض و روگردانی سے مردے اور بہرے کے مثل ہوگئے ہیں کہ انہیں پکارنا اور حق کی دعوت دینا کسی طرح نافع نہیں ہوتا) اور اندھوں کو (جن کی بصیرت جاتی رہی اور دل اندھے ہوگئے) گمراہی سے تم اندھے کرنے والے نہیں۔ تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ (جن کے پاس سمجھنے والے دل ہیں اور جو علم الٰہی میں سعادت ایمان سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں اور مسلمان ہیں۔" (تفسیر بیضاوی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر ابوالسعود اور تفسیر مدارک۔ (تفسیر خزائن العرفان)

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان (مقتولین کفار) سے زیادہ نہیں سنتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر والوں کے متعلق خبریں دیتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ایک دن پہلے کفار کی قتل گاہ دکھاتے تھے، فرماتے تھے کہ انشاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہوگی اور انشاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہوگی۔ اس فرمان عالی میں تین خبریں ہیں۔ ا۔ وقت موت کی خبر کہ فلاں شخص کل مرے گا۔ ۲۔ جگہ موت کی خبر کہ فلاں جگہ مرے گا۔ ۳۔ نوعیت موت کی خبر کہ کفر پر مرے گا نہیں بلکہ ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا۔ غرض کہ علوم خمسہ میں سے تین چیزوں کی خبر حضور نے دے دی بلکہ لکیر کھینچ کر بتا دیا کہ فلاں کافر اس کے اندر مارا جائے گا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگ ان حدود سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی بالکل نہ ہٹے۔ (یعنی اس دائرہ اس حد کے اندر ہر شخص قتل ہوا جہاں حضور انور نے دائرہ کھینچ کر جگہ مقرر فرمائی تھی) پھر وہ اوپر تلے ایک کنویں میں ڈال دیئے گئے۔ پھر رسول اللہ وہاں تشریف لے گئے فرمایا۔ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں کیا تم نے وہ سب باتیں درست پائیں جن کا تم سے اللہ اور رسول نے

وعدہ کیا تھا کیونکہ میں نے وہ سب درست پایا جو مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر نے عرض کی۔ یارسول اللہ آپ ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ تو فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ بجز اس کے کہ وہ مجھے کچھ جواب نہیں دے سکتے۔" (صحیح مسلم) یہ روایت صحیح بخاری میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بہ روایت طویل مروی ہے۔ یہی حدیث طبرانی میں بہ سند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ثابت ہوا کہ ہر میت مومن ہو یا کافر مرنے کے بعد زندوں کا کلام سنتی ہے لیکن زندوں کی طرح جواب نہیں دے سکتی کیونکہ اب وہ ایسی آواز سے بولتے ہیں جنہیں یہ کان سن نہیں سکتے۔ اہل اللہ مردوں کی آواز سن لیتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زندہ بزرگوں کا مردوں کی آوازیں سننا ثابت ہے۔

منکرین وہابی جواب دیں

کہ آیا اللہ تعالیٰ نے ما انت بمسمع من فی القبور اور انک لا تسمع الموتیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید کے لئے آیات نازل فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے" اور اس کی تردید اللہ فرماتا ہے کہ اے نبی آپ قبر میں پڑے ہوئے (مردوں) کو سنا نہیں سکتے۔ اے نبی آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے" کیا معاذ

اللہ۔ قرآن عظیم اپنے رسول کی تکذیب کے لئے اترا؟ ایسا لکھتے ہوئے وہابیہ کے ہزماسٹر وائس ابو خالد نجدی وہابی کو۔ اللہ و رسول سے کچھ شرم و حیا نہ آئی۔؟ مگر۔ شرم چہ کُتّی است کہ پیش وہابیہ آید؟

مسئلہ حیات الموات اور سماع موتیٰ کی تحقیق و توضیح کے بعد اب فقیر

مسئلہ عرض اعمال بعد وفات کی وضاحت

کردینا ضروری سمجھتا ہے۔ حسب معمول و شعار وہابیہ ابو خالد نجدی وہابی تحریف قرآن کرتے ہوئے عرض اعمال بعد وفات کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔ اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنار نہیں، نہ انبیار کا اور نہ اولیار کا اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا؟

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی امتوں پر گواہ ہیں، ان کے ایمان وکفر ونفاق اور نیک وبداعمال کی گواہی دینے والے ہیں۔ اور سید الانبیار والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب انبیار اور ان کی امتوں پر بھی اور اپنی امت مرحومہ پر بھی گواہ ہیں یعنی ساری مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے۔ اور شاہد یعنی گواہ کے لئے ضروری ہے کہ موقعہ پر حاضر ہو اور واقعہ کو دیکھنے والا ہو۔ مفردات راغب میں ہے۔ الشھود والشھادۃ الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصیرۃ "، یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے

ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاھد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ کی رسالت عامہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرًا (پ ۱۸ ع ۱۶) بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر (یعنی محمد مصطفیٰ پر) جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔" آیت مبارکہ میں حضور کے عموم رسالت کا بیان ہے کہ آپ تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں جن ہو یا بشر یا فرشتے یا دیگر مخلوقات سب آپ کے امتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ارسلت الی الخلق کافۃ (مشکوٰۃ) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے" اور حضور تمام مخلوق پر گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا ارسلنک شاھدًا و مبشرًا وّ نذیرًا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃً واصیلًا (پ ۲۶ ع ۹) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اپنی امت کے اعمال واحوال کا تاکہ روز قیامت ان کی گواہی دو) اور خوشی اور ڈر سناتا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھٰؤلاء شھیدا (پ ۵ ع ۳) تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے (اس نبی کو اور وہ اپنی امت کے ایمان و کفر

ونفاق اور تمام افعال پر گواہی دیں گے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے افعال سے باخبر ہوتے ہیں) اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے "کہ تم نبی الانبیاء ہو اور سارا عالم تمہاری امت (خزائن العرفان) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے اعمال واحوال سے باخبر ہیں اور سب پر گواہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض اعمالکم علیّ فما رأیت من خیر حمدت اللہ وما رأیت من شر استغفرت لکم "یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (قال الحافظ الہیثمی فی مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۴ رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح وصححہ الحافظ السیوطی فی المعجزات والخصائص وکذا القسطلانی شارح البخاری ونص المناوی فی فیض القدیر جلد ۳ صفحہ ۴۰۱ بانہ صحیح وکذا الزرقانی فی شرح المواہب القسطلانی وکذا الشہاب الخفاجی فی شرح الشفا قاضی عیاض جلد اول صفحہ ۱۰۲ وکذا الملا علی قاری فی شرح الشفا جلد اول ۱۰۲ وقال رواہ ایضاً الحارث بن اسامۃ فی مسندہ بسند صحیح وذکرہ ابن حجر فی المطالب العالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۲

میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم نئے نئے کام کرتے ہو اور تمہیں حکم بیان کیا جاتا ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اچھے اعمال دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور برے اعمال دیکھ کر تمہارے

لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کروں گا۔

میری (دنیاوی) زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم بات چیت کرتے ہو اور تم سے بات چیت کی جاتی ہے) یعنی تم مجھ سے احکام ومسائل پوچھ لیتے ہو اور میں تمہیں احکام ومسائل بتا دیتا ہوں) اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر عرض کئے جاتے ہیں پس میں جو اچھی بات دیکھتا ہوں اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ اور جو بری بات دیکھتا ہوں اس پر تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں'' ثابت ہوا کہ ہمارے اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عرض کئے جاتے ہیں اور جو کچھ اچھے برے کام ہم کرتے ہیں وہ ہمارے ان تمام اعمال کو جانتے ہیں۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ اختیار کرتے رہیں اور آپ کی شفاعت طلب کرتے رہیں حضور ہماری شفاعت کرتے ہیں ہمارے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حضور کو یہ مقام شرف وکرامت حاصل ہے کہ آپ شفاعت فرمانے والے ہیں آپ کی شفاعت مقبول ہے،

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت پر گواہ ہیں۔ یہ ارشاد باری تعالیٰ اس امر کا متقاضی ہے کہ ان پر امت کے اعمال عرض کئے جاتے رہیں تاکہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا اور جانا اس پر گواہی دیں۔

حضرت ابن المبارک محدث علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ ہمیں قبیلہ منہال کے انصاری شخص ابن عمرو علیہ الرحمۃ نے حدیث سنائی کہ انہوں

نے حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا۔ ایسا کوئی دن نہیں جو خالی جائے۔ ہر روز حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پران کی امت کے اعمال رات دن پیش کئے جاتے رہتے ہیں۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو پہچانتے ہیں۔ ان کے ناموں اوران کے اعمال کو جانتے پہچانتے ہیں اوراس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان شاہد ہے کہ فرمایا۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاءِ شھیدا (مفاھیم یجب ان تصحح صفحہ ۱۷۳۔ تالیف استاذ العلماء حرمین الشریفین محمد علوی مالکی مکی الحسنی۔)

عن اوس ابن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ قالوا یا رسول اللہ وکیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔ رواہ ابوداود والنسائی وابن ماجہ والدارمی والبیھقی فی الدعوات الکبیر۔ (مشکوٰۃ باب الجمعۃ) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بیہوشی ہے۔ لہٰذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر خصوصی طور پر پیش ہوتے

ہیں (علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ محدث فرماتے ہیں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے اور خصوصی قبولیت") لوگ بولے یا رسول اللہ! ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے۔ آپ تو رمیم ہو چکے ہوں گے (یعنی گلی ہڈی) (یہ سوال بطور انکار نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لئے ہے یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درود کی پیشی فقط آپؐ کی روح پر ہوگی یا روح مع الجسم پر) فرمایا۔ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کر دیئے ہیں" لہذا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام زمین کھا ہی نہیں سکتی اور وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔ پس مجھ پر درود روح مع الجسم پر ہوتا ہے۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔" اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے وہ بھی فقط روح پر، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر" مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (مرآت شرح مشکوٰۃ)

ابن ابی الدنیا علیہ الرحمۃ اور طبرانی علیہ الرحمۃ نے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ زندوں کے اعمال مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اچھی بات معلوم ہوتی ہے خوش ہوتے ہیں اور اس کی تکمیل کی دعا کرتے ہیں۔ اور بری بات معلوم ہوتی ہے تو (رنجیدہ ہو کر) توفیق عمل کی دعا کرتے ہیں"

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود یشھدہ الملٰئکۃ

وانّ احد المر یصلّ علیّ الاعرضت علیّ صلوٰتہٗ حتیٰ یفرغ منہا قال قلت وبعد الموت قال ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰہ حیّ یرزق (رواہ ابن ماجہ صفحہ ۱۱۸۔ مشکوٰۃ باب الجمعۃ) ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتیٰ کہ اس سے فارغ ہو جائے۔ ابودرداء فرماتے ہیں میں نے عرض کی۔ کیا موت کے بعد بھی؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔"

مگر نجدی وہابی۔ دعوائے اسلام بھی رکھتے ہیں "سیدھی راہ" پر چلنے کے مدعی بھی ہیں۔ اور قرآن وحدیث پر ایمان رکھنے کے دعویدار بھی ہیں لیکن قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات کو جھٹلاتے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کو مانتے بھی نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدیہ وہابیہ کا دعوائے اسلام جھوٹا ہے۔ "سیدھی راہ" سے ہٹے ہوئے بھٹکے ہوئے ہیں۔ قرآن وحدیث کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف ہیں، دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے مکروفریب سے بچائے۔ آمین۔

ثبوت توسّل ونداء واستمداد بہ آیات قرآن مجید

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

① قال اللہ عزوجل۔ یاایھا الذین امنو اتقو اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (پ سورہ المائدہ۔ پارہ نمبر ۶) اللہ عزوجل نے فرمایا "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب فرمایا لہٰذا ایمان سے وسیلہ مراد لینا ممکن نہیں اور نہ اعمال صالحہ مراد وسیلہ ٹھہرتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں داخل ہیں اور تقویٰ عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب عن نواھی سے۔ اس لئے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف الیہ کا مقتضی ہے اور وسیلہ سے مراد "جہاد" بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بھی اعمال صالحہ کے ساتھ تقویٰ میں داخل ہے۔ پس "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" میں اللہ تعالیٰ نے جس وسیلہ کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنا ہے کہ آپ ہی خالق و مخلوق کے درمیان حقیقی وسیلہ ہیں اور آپ کی اتباع میں مرشد کامل وسیلہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ مرشد کامل کے وسیلہ

سے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بارگاہ عالیہ تک رسائی حاصل کریں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے تقرب الٰہی حاصل کریں۔ پس خوش نصیب ہیں وہ مومن جو تقرب الٰہی کے حصول کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے اور اولیاء اللہ سے توسّل کرتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ یہ حکم الٰہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی میں بھی یہی حکم تھا اور حضور اکرم کی رحلت کے بعد بھی یہی حکم ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں آپ سے توسّل جائز تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد جائز نہیں تو یہ لوگ تفسیر قرآن بالرائے کے مرتکب ہوتے ہیں جو صریحاً حرام، جرم شرعی ہے اور اس پر سخت وعید ہے۔

(۲) قال اللہ تعالیٰ۔ اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب (پ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل ع ۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تک پہنچنے کے لئے (تقرب الٰہی کے لئے) وسیلہ ڈھونڈنا اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو شخص توسّل کا منکر ہے وہ قرآن مجید کا منکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے طریقہ کا مخالف ہے۔

③ قال اللہ تعالیٰ ۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما (پ ۵ سے النساء ۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے ۔

اس آیۂ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا ہماری دعاؤں کی بارگاہ الٰہی میں مقبولیت اور ہماری حاجت روائی کا ذریعہ ہے ۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا تقرب اور رحیم ہونا آپ کی شفاعت پر موقوف ہے ۔ واضح رہے کہ اس آیت مبارکہ میں ظلم، ظالم اور زمان میں کسی قسم کی قید نہیں ۔ کوئی جرم ہو، کسی بھی قسم کا مجرم ہو اور خواہ کسی زمانہ میں ہو ۔ مجرم اپنے گناہوں پر نادم ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو ۔ آپ کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی میں اپنی معافی کے لئے درخواست پیش کرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی معذرت کو قبول فرما کر قابل معافی جان کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس کے لئے شفاعت فرمادیں تو بیڑا پار ہے ۔ اور "جاؤک" میں یہ قید نہیں کہ "مدینہ منورہ" میں ہی حاضر آستانہ ہو بلکہ کہیں بھی ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہونا اور آپ کو وسیلہ پکڑنا بھی آپ کی بارگاہ میں حاضری

ہے اور اگر مدینہ مطہرہ کی حاضری نصیب ہوجائے تو زہے نصیب۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور روضۂ اقدس واطہر کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا (یعنی قرآن مجید) اس میں یہ آیت بھی ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک الآیۃ۔ میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرایئے۔" اس پر روضۂ اقدس سے ندا آئی "قد غفر لک" تیری بخشش کردی گئی۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔ دوم یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ کی حاضری بھی "جاؤک" میں داخل اور سنت صحابہ کرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ۔ سوم یہ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارہم مزارات مقدسہ میں حیات ہیں۔ زائرین کو دیکھتے پہچانتے اور ان کے کلام کو سنتے ہیں۔ اور صاحب نسبت خوش نصیبوں سے ہم کلام بھی ہوتے ہیں۔ چہارم، یہ کہ نفوس قدسیہ محبوبان بارگاہ الٰہی کو ان کی وفات کے بعد "یا" بصیغہ حاضر سے ندا کرنا جائز ہے۔ پنجم یہ کہ محبوبان بارگاہ الٰہی مدد طلب کرنے والوں کی مدد فرماتے ہیں اور ان کی

شفاعت اور دعاؤں سے متوسلین کی مطلب برآری اور حاجت روائی ہوتی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اللہ تعالیٰ کے واضح ارشادات، آیات قرآن مجید کی تعلیم کے منکرین، نجدی وہابی، رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل واستمداد کو شرک قرار دیتے ہیں۔ کتابچہ "قرآنی درس توحید" کا مؤلف ابو خالد نجدی ص ۷ پر لکھتا ہے۔ "ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ" (سورۂ اعراف آیت ۵۵) پکارو رب اپنے کو عاجزی سے اور چپکے۔" وادعوہ خوفا وطمعا (سورۂ اعراف آیت ۵۶) اور پکارو اس کو (اس کے عذاب کے) خوف اور (اس کی رحمت کی) امید سے۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں پکارنے والے کی ہر پکار کو قریب اور پاس ہونے کی صورت میں خود آپ سنتا اور جواب دیتا ہوں لیکن برہمنیت اور پاپائیت کہتی ہے کہ جب تک برہمن اور پوپ کا دامن توسل نہ پکڑو گے نہ خدا تمہاری سنے گا اور نہ جواب دے گا۔ جب تک پیر خوش نہ ہو گا خدا راضی نہ ہو گا۔ مرشد مہربان نہ ہو گا خدا رحم نہ کرے گا۔ ولیوں، بزرگوں اور شہیدوں کی منظوری میں اللہ تعالیٰ کی منظوری کا راز مضمر ہے۔ یاد رکھیں یہ عقیدہ فاسد سراسر قرآنی تعلیم کے منافی ہے۔ درحقیقت

خدائے سمیع و مجیب اور اس کی مخلوق کی دعا و پکار کے درمیان کوئی در و دیوار اور اوٹ و آڑ اور پردہ نہیں ہے "۔ سوچنے کا مقام ہے کہ ابو خالد نجدی وہابی نے آیت مبارکہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور وادعوہ خوفا وطمعا لکھ کر ان آیات مبارکہ کا جو مطلب و مفہوم نکالا ہے یہ سراسر تحریف قرآن ہے یا نہیں؟ ان دونوں آیات کا مطلب و مفہوم ہرگز وہ نہیں جو اس نے تحریر کیا ہے۔ ان آیات کا صحیح ترجمہ اور مطلب و مفہوم یہ ہے۔ ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ ط انہ لایحب المعتدین ○ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفا وطمعا ط ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین ○ اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں (تضرع سے اظہار عجز و خشوع مراد ہے اور ادب دعا میں یہ ہے کہ آہستہ ہو) اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ کفر و معصیت و ظلم کر کے) اس کے سنورنے کے بعد (انبیاء کے تشریف لانے اور حق کی دعوت فرمانے، احکام بیان کرنے عدل قائم فرمانے کے بعد) اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے بے شک اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے "۔ ثابت ہوا کہ ابو خالد نجدی کی ان آیات مبارکہ کے تحت لکھی ہوئی عبارت سراسر من گھڑت اور اس کے وہابیانہ خبث باطن کی آئینہ دار اور تعلیمات قرآن کے صریحاً خلاف ہے۔ بدبخت ابو خالد نجدی نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کا کھلم کھلا مذاق اڑایا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم،

صحابہ کرام علیہم الرضوان ، تابعین ، تبع تابعین ، مفسرین ، محدثین ، تمام علمائے حق کے مذہب و مسلک کو برہمنیت اور پاپائیت ٹھہرایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ کو برہمن اور پوپ قرار دیا ہے کہ تمام مسلمان انہی سے توسل واستمداد کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔" نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔" ان آیات مبارکہ کی تفسیر و تشریح فقیر عرض کر چکا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک سب مسلمان ان احکام خداوندی کے تحت محبوبان خدا سے توسل واستمداد کو سبیل المومنین ہونے کا عقیدہ رکھتے اور اس پر عامل ہیں مگر شیطانی توحید کا علمبردار ابوخالد نجدی بڑی بے شرمی و ڈھٹائی کے ساتھ لکھتا ہے۔

"یاد رکھیں یہ عقیدہ فاسد سراسر قرآنی تعلیم کے منافی ہے۔"

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے

گناہ گار معافی حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ کے حضور میں حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے۔" مگر وہابی کہتے ہیں کہ براہ راست اللہ سے مانگو کسی نبی یا ولی کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنا شرک ہے۔ اگر محمد رسول اللہ کا وسیلہ بھی اختیار کرو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں شرک کی تعلیم دے رہا ہے اور نجدی وہابی "توحید" کی تعلیم دے رہے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وہابیوں کو "توحید" کی زیادہ فکر ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عرضداشتیں پیش کرنے کا یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسّل سے دعائیں مانگی جائیں۔ لیکن وہابیہ نجدیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے ابو خالد نجدی اس طریقہ کی تردید کرتا اور مذاق اڑاتا ہوا۔ اس طریقہ کو

دفتری کاروائی کا طلسم

ٹھہراتا ہے اور اس عنوان کے تحت انتہائی بے حیائی کے ساتھ توہین آمیز انداز میں لکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ جس طرح بادشاہوں، راجاؤں، نوابوں سے کوئی رعایا کا آدمی براہ راست

نہیں مل سکتا اور نہ ہی اپنی فریاد اور درخواست سیدھی پہنچا سکتا ہے، بلکہ شاہی دربار تک عوام کی رسائی اور ان کی درخواست کا پہنچنا درجہ بدرجہ بتوسل ہو سکتا ہے، دفتری کاروائی لازمی ہے، اسی طرح خدا بھی بزرگوں کے وسیلہ سے سنتا اور مانتا ہے۔ خدا کی جناب میں ضرور سفارشی ہیں، اس کا مقرب بنا دینے والے اس کے پیارے جن کی روحیں ان کے بتوں میں آتی ہیں برحق ہیں اس عقیدے کے ابطال کے لئے حضرت صالح نے ان سے برملا کہا۔

یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ ط ھو انشاکم من الارض واستعمرکم فیھا فاستغفروہ ثم توبوا الیہ ط ان ربی قریب مجیب

(پ ۱۲ ع ۶) غور فرمائیں کہ اس آیت میں حضرت صالح نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے پر توجہ دلائی اسی کے در پر جھکنے کی تعلیم دی، بغیر اپنے واسطے، وسیلے کے سیدھا اس کو پکارنے، بلانے، دعا کرنے، بخشش مانگنے اور تازیست اس کے در اجابت کو توبہ کی دستک دینے کا حکم دیا اور ان ربی قریب مجیب کی ضرب سے صنموں، وثنوں، تھانوں، مکانوں، تمثالوں، چلوں، قدموں، تبرکوں روضوں اور مزاروں کی دفتری کاروائی کا طلسم توڑ کر رکھ دیا بے شک رب میرا ہر ایک کے قریب اور اس کی گریہ وزاری کا مجیب ہے۔ افسوس! سمیع و علیم اور قریب و مجیب خدا کے لئے لوگوں نے مثالیں تصنیف کیں، کہاوتیں گھڑیں، اور ان کی مثالوں اور کہاوتوں کی اوٹ میں خدا کے "گماشتے" اور مختار کار بٹھا دیئے "ایجنسیاں" کھول

لیں۔کمیشن اور آڑھت کا کاروبار شروع کر دیا۔ دوم۔ اپنے ارادے سے تصرف کرنا، اپنا حکم جاری کرنا، اپنی خوشی سے مارنا جلانا، رزق کی کشادگی یا تنگی، تندرستی یا بیماری، خوشی یا غمی، قحط یا ارزانی، اقبال یا ادبار، فتح یا شکست، مشکل کشائی، حاجت روائی سب کچھ اسی قادر قیوم کے قبضہ قدرت میں ہے اور کسی کے نہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبی، ولی، پیر، شہید، غوث، قطب کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت از خود ہے یا اللہ پاک نے ایسی قدرت ان کو بخشی ہے وہ شخص ازروئے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ مشرک ہو جاتا ہے۔ یہ شرک فی التصرف ہے۔" (قرآنی درس توحید ص ۱۷-۱۸-۱۹)

ابو خالد نجدی وہابی کی مندرجہ بالا عبارت بھی وہابیانہ خبث باطن کی آئینہ دار ہے۔ اس نے اس عبارت میں مسلمانوں کو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کفار کی طرح بت پرست ٹھہرایا ہے حالانکہ کوئی مسلمان نہ بت تراشتا ہے نہ بت پرستی کرتا ہے۔ ابو خالد نجدی وہابی نے آیۃ مبارکہ یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہ غیرہ ط ھو انشاکم من الارض واستعمرکم فیھا فاستغفروہ ثم توبوا الیہ ط ان ربی قریب مجیب سے حسب معمول وہابیہ غلط استدلال کر کے، مفہوم فاسد نکال کر تحریف قرآن کا ارتکاب کیا ہے۔ توسل و استمداد کو شرک کہہ کر پوری امت مرحومہ کو مشرک ٹھہرایا۔ اور محبوبان خدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی سخت توہین کی ہے اور ان نفوس قدسیہ کا انتہائی سوقیانہ انداز میں مذاق اڑایا۔ یہ سب امور صراحۃ کفر

وجود میں داخل ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

اس آیۃ مبارکہ کا صحیح ترجمہ و مفہوم یہ ہے۔ (حضرت صالح علیہ السلام نے) کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو (اور اس کی وحدانیت کو مانو) اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں (صرف وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ) اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔" اس آیت مبارکہ میں انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد کی ممانعت ہرگز نہیں ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت مان کر اسی کی عبادت کرو صرف اللہ تعالیٰ ہی تمہارا معبود ہے اور وہی مستحق عبادت ہے اس سے معافی چاہو اس کی طرف رجوع کرو بے شک اللہ قریب ہے دعا سننے والا۔" اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنے، اس کی طرف رجوع لانے اور دعا کی مقبولیت کے لیے طریقہ۔ اس آیت مبارکہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ میں ارشاد فرمایا گیا ہے "اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔" ان اندھے متعصب وہابیہ بشمول ابوخالد نجدی وہابی کو یہ آیۃ مبارکہ قرآن مجید میں کیوں دکھائی نہیں دیتی؟ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ؎

بے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

یہ کس قدر ضلالت اور رذالت ہے کہ ابو خالد نجدی وہابی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اپنی دعائیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ و ضابطہ کے تحت پیش کرنے کو بکمال بے شرمی و بے حیائی ” دفتری کاروائی کا طلسم “ قرار دیتا ہے۔

حضور کی تشریف آوری سے قبل حضور سے توسل صلی اللہ علیہ وسلم

۴ قال اللہ عزوجل۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔ (پ ا ع ۱۱) اللہ جل جلالہ و عم نوالہ کا ارشاد۔ اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ جب کبھی اہل کتاب مشرکین سے جنگ کرتے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعائے نصرت کرتے تھے کہ خدایا! اس نبی آخر الزمان کے طفیل ہمیں فتح دے رب انہیں فتح دیتا تھا۔ کیونکہ گزشتہ کتب اور پہلے نبیوں نے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلغلہ دنیا میں پھیلا دیا تھا۔ اس آیت پاک میں وہ واقعات یاد دلائے جارہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے۔ اب جب وہ تشریف لے آئے تو تم ان کے منکر ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل سے دعائیں مانگنا بڑی پرانی سنت ہے۔ اور ان کے وسیلہ کا منکر یہود و نصاریٰ سے بدتر ہے اور حضور کے وسیلہ سے پہلے ہی خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے توسل کو بُرا نہ فرمایا۔ وہ تو محبوب چیز ہے بلکہ انکار رسول پر لعنت کی۔ اس لئے علیہم نہ فرمایا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وسیلہ پکڑنے پر لعنت فرمائی گئی (نور العرفان) تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت مرقوم ہے۔ بنی اسرائیل اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔ یقولون اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث آخر الزمان۔ یا اللہ! آخر زمانہ میں مبعوث ہونے والے نبی کے صدقے میں ہمیں فتح دے اور ہماری مدد فرما۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ ان الیھود من قبل مبعث محمد علیہ السلام ونزول القرآن کانوا یستفتحون ای یسألون الفتح والنصرۃ وکانوا یقولون اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی وبالعھاز لت فی بنی قریظۃ والنضیر کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ قبل البعث۔ بے شک یہودی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہونے اور نزول قرآن سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت حاصل ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے۔ یا اللہ! نبی اُمی کے وسیلہ سے ہمیں فتح

دے اور ہماری مدد فرما۔ اور اس آیت کی شان نزول میں چوتھی بات یہ ہے کہ "بنی قریظہ" اور "نضیر" قبیلوں کے لوگ "اوس اور خزرج" قبیلوں پر فتح حاصل ہونے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے آپ کی بعثت سے پہلے دعائیں مانگا کرتے تھے "اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے والے یہودیوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمانے کے بجائے ان کے عمل توسل کو بطور احسان ذکر فرماتا ہے کہ تم میرے محبوب رسول کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تو ان کے وسیلہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور میں ان کے صدقے میں تمہاری دعائیں قبول فرماتا تھا لیکن تم کس قدر احسان فراموش ہو کہ میرے حبیب کی دنیا میں تشریف آوری اور بعثت کے بعد ان کی رسالت ہی کے منکر ہو گئے تو تم منکروں پر میری لعنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل و استمداد اور استعانت اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب عمل ہے۔ بہ قول نجدیہ وہابیہ۔ شرک وکفر ہرگز نہیں ہے۔ منکرین نجدی وہابی بتائیں کہ کیا قرآن مجید میں اللہ شرک وکفر کی تائید کر رہا ہے۔ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔

واضح رہے کہ توسل و استمداد و استعانت کے ثبوت میں مزید آیات کریمہ پیش کی جا سکتی ہیں مگر طوالت سے بچنے کی خاطر فقیر اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ منصف مزاج متلاشی حق کے لئے اس قدر

بھی کافی ہے۔

اس مقام پر فقیر ضروری سمجھتا ہے کہ اولیاء اللہ کے بارے میں وہابیہ خبیثہ کی خرافات کا رد بھی قرآن مجید کی روشنی میں کر دیا جائے۔ نجدی وہابی اولیاء اللہ کے فضائل و برکات، ان کے علوم لدنیہ اور تصرفات و کرامات کا انکار کرتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ، اولیاء کرام کے فضائل، علوم لدنیہ اور ان کی کرامات بیان فرماتا ہے۔ اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

قال اللہ عزوجل۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ط لاتبدیل لکلمات اللہ ذالک ھو الفوز العظیم (پ ۱۱ ع ۱۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انہیں خوش خبری ہے۔ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔"

متقی ہی اولیاء اللہ ہو سکتے ہیں۔ ان اولیاءُہٗ الا المتقون و لکن اکثرھم لایعلمون (پ ۹ ع ۱۸) اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں۔

متقیوں کا دوست اللہ

واللہ ولی المتقین (پ ۲۵ ع ۱۸) اور ڈر والوں کا دوست

اللہ۔ اولیاء اللہ کے صدقے میں بلائیں دور ہوتی ہیں۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (پ ۲ ع ۱۷) اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ نیکیوں کے صدقے میں دوسروں کی بلائیں بھی دفع فرماتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک صالح مسلمان کی برکت سے اس کے پڑوس کے سو گھر والوں کی بلا دفع فرماتا ہے۔ سبحان اللہ! نیکوں کا قرب بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ تفسیر خازن (خزائن العرفان)

اولیاء اللہ کی دوستی قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہے

الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین

یاعباد لاخوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون (پ ۲۵ ع ۱۲) گہرے دوست اس (قیامت کے) دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (یعنی دینی دوستی اور وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے باقی رہے گی ان سے فرمایا جائے گا اے میرے

بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو۔) الذین اٰمنوا باٰیٰتنا و کانوا مسلمین ○ ادخلوا الجنۃ انتم و ازواجکم تحبرون (پ ۲۵ ع ۱۳) وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں اور تمہاری خاطریں ہوتیں ۔یعنی جنت میں تمہارا اکرام ہوگا نعمتیں دی جائیں گی۔ ایسے خوش کئے جاؤ گے کہ تمہارے چہروں پر خوشی کے آثار نمودار ہوں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

اللہ اور اس کے رسول اور اولیاء مسلمانوں کے مددگار ہیں

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ○ ومن یتول اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغٰلبون ○ (پ ۶ ع ۱۲) اے مسلمانو! تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں (اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں) اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا مددگار (دوست) بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے ۔اس آیۃ مبارکہ میں اللہ و رسول اور

نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں ورنہ عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے کہ فرمایا ہے۔ والمومنون والمومنات بعضہم اولیاء بعض مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

اولیاء کو اللہ تعالیٰ علم لدنی عطا فرماتا ہے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون "مجمع البحرین" کے مقام پر پہنچے۔ فوجدا عبدا من عبادنا اٰتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما۔ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا (جو چادر اوڑھے آرام فرما رہا تھا یہ حضرت خضر تھے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا" یعنی غیوب کا علم مفسرین نے فرمایا علم لدنی وہ ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہیں۔ (خزائن العرفان)

اولیاء اللہ کی قوت تصرف وعلم وکرامات

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بلانے پر جب ملکہ سبا بلقیس حاضر ہونے کے لئے تیار ہوئی تو اس نے اپنا تخت

جو اسی (۸۰) گز طویل اور چالیس (۴۰) گز عریض اور تیس (۳۰) گز اونچا تھا سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع تھا اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ کر کے تمام دروازے مقفل کر دیئے اور دروازوں پر مسلح پہرے دار مقرر کر دیئے اور بھاری لشکر ساتھ لے کر روانہ ہوئی۔ ملکہ سبا جب تین میل دور رہ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ یاایھا الملؤا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین۔ اے درباریو! تم میں کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔" ایک بڑا جن جس کا نام عمرہ تھا بولا کہ"

وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں (آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک ہوتا تھا) اور میں بے شک اس پر قوت والا اور امانت دار ہوں۔ (یعنی مجھے اس تخت کے لانے کی طاقت بھی ہے اور امانت دار بھی ہوں کہ اس تخت میں جو موتی، جواہرات، زمرد اور سونا چاندی جڑے ہیں ان کو احتیاط کے ساتھ کسی قسم کی خیانت کئے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ اس جن کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نظر پہنچتی تھی وہاں ہی وہ اپنا قدم رکھتا تھا۔ اس نے حضرت سے اپنی رفتار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں جلد ہی تخت لے آتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے بھی زیادہ جلد لانے والا شخص ہو اس پر آپ کے وزیر آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اللہ کا اسم اعظم

جانتے تھے۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا "میں ملکہ سبا کے تخت کو آپ کے پلک جھپکنے سے بھی پہلے حضور میں حاضر کردوں گا۔" (وہ تخت دو ماہ کے طویل سفر کے فاصلے پر تھا) حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "لاؤ حاضر کرو" حکم ملتے ہی حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے وضو کیا اور سجدہ میں جا کر دعا کی اور کہا۔ یاحی یاقیوم۔ بلقیس کا تخت فوراً آموجود ہوا۔ فلما راٰہ مستقرا عندہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب دیکھا تو تخت کو اپنے پاس موجود پایا۔ (پ ۱۹ ع ۱۸) قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ ایک مقام پر رہ کر دور دراز مقامات پر تصرف فرما سکتے ہیں۔ نیز لفظ "اٰتیک بہ" "میں اس تخت کو آپ کے حضور لے آؤں گا" سے ملکہ سبا بلقیس کے تخت والے محل میں جانا بھی ثابت اور تخت لے کر آنا بھی۔ مگر حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار سے گئے نہ کہیں سے آئے اس سے تجدد امثال ثابت ہوا جب بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے امتی اولیاء اللہ کی یہ شان ہے تو سید الرسل امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اولیاء اللہ کی شان کس قدر بلند ہوگی؟ فتدبر۔ عارف باللہ مولانا رومی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں ؎

اولیاء را ہست قدرت از اِلٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو راستہ ہی سے واپس لوٹا دیں۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ ؎

نہ تیغ و تیر میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

فضائل و کمالات و کرامات اولیاء اللہ کے بارے میں قرآن مجید میں اور بھی بہت آیات مبارکہ ہیں۔ فقیر بہ نظر اختصار اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ مسلمان صاحب ایمان کے لئے اتنا کافی ہے۔

لیکن وہابی کس قدر ظالم ہیں کہ وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات حقہ کے برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارہم العزیز کو من دون اللہ قرار دیتے ہیں۔ محبوبانِ بارگاہ رب العزت نفوس قدسیہ کو بتوں کے مقام میں شمار کر کے ان سے توسل و استمداد کرنے والے مسلمانوں کو مشرکین و کفار کے زمرہ میں شامل کر دیتے ہیں۔ تمام وہابیوں کا پیشوا اسماعیل دہلوی "تقویۃ الایمان" میں کفار و مشرکین کی مذمت اور بتوں کی تردید میں وارد آیات قرآن نقل کر کے لکھتا ہے۔ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور ناشکرا۔ نیز لکھتا ہے "اللہ صاحب نے کسی کو عالم

ہیں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کرسکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا گو اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔" مزید لکھتا ہے۔" اور اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں۔ یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں و شہیدوں سے خواہ بھوت و پری سے۔ (تقویۃ الایمان ۱۸،۱۹)

اور نقال وہابیہ۔ ابو خالد نجدی وہابی اپنے کتابچہ قرآنی درس توحید ص ۱۹ پر لکھتا ہے۔" اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبی کا ولی، پیر، شہید، غوث، قطب کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت از خود ہے یا اللہ پاک نے ایسی قدرت ان کو بخشی ہے وہ شخص از روئے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ مشرک ہو جاتا ہے۔ یہ شرک فی التصرف ہے۔ قرآن حکیم ملاحظہ کیجیے۔" اور ابو خالد نجدی وہابی اس کے آگے دستور وہابیہ کے مطابق کفار و مشرکین کی تردید اور بتوں کی مذمت میں وارد آیات قرآن لکھنی شروع کر دیتا ہے۔ فقیر، وہابیہ کے اس فریب کا پردہ چاک کر دینے کے لئے اولیاء اللہ کے فضائل کے باب میں وارد سینکڑوں روایات حدیث میں سے

چند احادیث بھی پیش خدمت کر دینا ہے۔ تا کہ کوئی ابہام باقی نہ رہ جائے۔

قیامت کے دن انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے

عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع یوم القیمۃ ثلاثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء۔ (ابن ماجہ) امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن تین (گروہ) شفاعت کریں گے۔ (پہلے) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پھر علماء (علماء حق) پھر شہداء وعن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من امتی من یشفع للفئام ومنھم من یشفع للقبیلۃ ومنھم من یشفع للعصبۃ ومنھم من یشفع الرجل حتی یدخلوا الجنۃ (ترمذی، مشکوٰۃ) حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ میری امت سے کچھ ایسے (صالحین) ہیں کہ ان میں سے کوئی جماعتوں کے لئے شفاعت کریں گے اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ایک قبیلہ کے لئے شفاعت کریں گے اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو دس سے چالیس افراد کے لئے شفاعت کریں اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ایک شخص کے لئے شفاعت کریں گے حتیٰ کہ اسی طریقہ سے سارے امتی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

صالحین، اولیاء، جہنمیوں کو جنتی بنائیں گے

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصف اھل النار فیمر بھم الرجل من اھل الجنۃ فیقول الرجل منھم یا فلان اما تعرفنی انا الذی سقیتک شربۃ وقال بعضھم انا الذی وھبت لک وضوءً فیشفع لہ فیدخلہ الجنۃ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں کی قطار بنائی جائے گی پھر ان کے سامنے سے ایک جنتی شخص گزرے گا تو ان جہنمیوں میں سے ایک شخص کہے گا اے فلاں کیا تو مجھ کو پہچانتا نہیں میں وہی ہوں جس نے تجھے پینے کی چیز پلائی تھی اور ان جہنمیوں میں سے کوئی کہے گا میں وہی ہوں جس نے تجھے وضو کرنے کو پانی دیا تھا تو وہ جنتی اس جہنمی کے لئے شفاعت کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کردے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء کی جان پہچان کثرت سے رکھا کرو اور ان پر احسانات کیا کرو۔ ان کے پاس بڑی دولت ہے۔ کسی نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! وہ دولت کیا ہے؟" فرمایا ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں کوئی ٹکڑا کھلایا ہو یا پانی پلایا ہو یا کپڑا دیا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچا دو۔" (طبرانی) مگر بدبخت وہابی کہتے ہیں کہ جو اولیاء اللہ کو سفارشی شفاعت کرنے والا سمجھے وہ مشرک ہے جہنمی ہے اور شرک میں ابوجہل

کے برابر ہے۔ ؎

بہ بیں تفاوت رہ کز کجاست تا بہ کجا

اولیاء اللہ کے ذریعہ خلق کی حیات و موت، نعمتوں کا ملنا، مصیبتوں کا دفع کرنا ہوا کرتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے قلب (دل) قلب آدم پر ہیں اور چالیس کے دل قلب موسیٰ اور سات کے دل قلب ابراہیم اور پانچ کے دل قلب جبرئیل اور تین کے دل قلب میکائیل اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان تین میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے فبھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت و یدفع البلاء انہی تین سو چھپن (۳۵۶) اولیاء کے ذریعہ خلق کی حیات وموت، مینہ کا برسنا، نباتات کا اگنا بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔ (ابن عساکر اور ابونعیم فی الحلیہ)

اولیاء ابدال کے وسیلہ سے بارش اور مدد ملتی ہے

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الابدال فی امتی ثلاثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون (معجم کبیر طبرانی) ابدال میری امت میں تیس (۳۰) ہیں انہی سے زمین قائم ہے انہی کے وسیلہ سے تمہیں بارش نصیب ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے تمہیں مدد ملتی ہے۔"

نیز ایک روایت میں ہے۔ ھل تنصرون وترزقون الابضعفائکم (صحیح بخاری ص ۱۲/۳۹۴) کیا تمہیں مدد اور رزق کسی اور سبب سے بھی ملتا ہے سوا اپنے ضعیفوں کے؟ ضعیفوں سے مراد فقراء و اولیاء ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لن تخلوا الارض من اربعین رجلا مثل خلیل الرحمن فبھم تسقون وبھم تنصرون (رواہ الطبرانی فی الاوسط) زمین ہرگز خالی نہ ہوگی۔ چالیس اولیاء سے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے پرتو پر ہونگے انہی کے سبب تمہیں مینہ ملے گا اور انہی کے سبب مدد پاؤ گے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ فبھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء (ابونعیم فی الحلیہ) انہی کے ذریعہ حیات وموت، بارش کا برسنا، نباتات کا اُگنا اور بلاؤں کا دور ہونا ہوا کرتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاء سے محبت ذریعۂ نجات ہے

عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الساعۃ فقال متی الساعۃ قال وما ذا اعددت لھا

قال لاشیئی الا انی احب اللّٰہ ورسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال انت مع من احببت قال انس فما فرحنا بشی فرحنا بقول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انت مع من احببت قال انس فانا احب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابابکر وعمر وارجوان اکون معھم بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم (صحیح بخاری ص ۵۲۱ جلد اول اور صحیح مسلم ص ۳۳۲ جلد دوم) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا "یارسول اللہ قیامت کب آئے گی؟" حضور نے فرمایا اور تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی؟ وہ بولا کچھ بھی نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے" حضرت انس فرماتے ہیں ہمیں اور کسی چیز سے اس قدر خوشی نہ ہوئی جتنی خوشی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انت مع من احببت سے ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ پس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے محبت رکھنے کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میں انہی کے ساتھ ہوں گا اور اگرچہ ان کے اعمال کے مثل عمل نہ کروں۔

۹۹، قتل کرنے والے کی مغفرت کا قصہ

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قتل تسعۃ و تسعین انسانا ثم خرج یسأل فاتی راھبا فسألہ فقال ھل توبۃ قال لا فقتلہ فجعل یسأل فقال لہ رجل ائت قریۃ کذا وکذا فادرکہ الموت فناء بصدرہ نحوھا فاختصمت فیہ ملائکۃ الرحمۃ و ملائکۃ العذاب فاوحی اللہ الی ھذہ ان تقربی واوحی الی ھذہ ان تباعدی وقال قیسوا مابینھما فوجد الی ھذہ اقرب بشبر فغفر لہ (صحیح بخاری جلد اول ص ۴۹۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جو ننانوے (۹۹) انسانوں کو قتل کر چکا تھا پھر اپنے کیے پر نادم ہو کر لوگوں سے پوچھتا پھرتا تھا کہ میں کس کے پاس ہو کر توبہ کروں؟ تو وہ ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے جرائم کا ذکر کرنے کے بعد پوچھا۔ کیا میرے لئے توبہ کی کچھ گنجائش ہے؟ راہب بولا۔ نہیں۔ تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر ڈالا اور پھر لوگوں سے اپنے جرائم کی بخشش سے متعلق پوچھتا پھرا۔ ایک شخص نے اس سے کہا تو فلاں بستی (گاؤں) میں چلا جا کہ وہاں ایسا صالح مرد ہے جہاں تیری توبہ قبول ہو جائے گی۔ یہ سُن کر وہ اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا لیکن راستے ہی میں اسے موت آپہنچی اور وہ زمین پر گرا اور اس نے مرتے مرتے اپنے سینہ کے بل اس گاؤں کی جانب خود کو گھسیٹا۔ اس کے مرنے کے بعد رحمت کے فرشتے

اور عذاب کے فرشتے اس کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ چونکہ یہ شخص فلاں صالح مرد (ولی اللہ) کے ہاں جا رہا تھا اس لئے یہ شخص رحمت کا مستحق ہے۔ اور عذاب کے فرشتوں کا کہنا تھا کہ چونکہ یہ شخص اس ولی اللہ کے حضور میں پہنچا نہیں اس کے جرائم ابھی معاف نہیں ہوئے اس لئے یہ عذاب کا سزاوار ہے۔ پس اللہ تعالی نے اس گاؤں کی جانب کی زمین کو حکم فرمایا کہ میت کے قریب ہوجا اور دوسری طرف کی زمین کو حکم فرمایا کہ تو اس میت سے دور ہوجا۔ اور پھر اللہ تعالی نے ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب سے فرمایا کہ دونوں جانب کے فاصلے کی پیمائش کرو۔ جب انہوں نے پیمائش کی تو میت اس گاؤں کی جانب بالشت بھر قریب نکلی اس پر اس کی مغفرت کردی گئی۔

آیات قرآن مجید اور احادیث مبارکہ فضائل اولیاء اللہ کے بارے میں اس قدر واضح ہیں کہ ان کی مزید توضیح تحصیل حاصل ہے۔ مگر وہابیہ نجدیہ اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ شرک وکفر قرار دے کر رد کر دیتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا مذہب دین اسلام سے جداگانہ ہے۔ اللھم احفظنا من شرور الوہابیۃ النجدیۃ۔ امین۔

احادیث سے توسل واستمداد واستغاثہ وندار غائبانہ اور حیات الانبیاء والاولیاء کا ثبوت

مالک و مختار شریعت سرکار دو عالم محمد رسول اللہ کا عمل مبارک صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص مبارک کا کفن دیا اور قبر تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ جب قبر کھودی گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دست مبارک سے لحد کھودتے اور مٹی باہر نکالتے رہے آپ لحد میں لیٹ گئے اور دعا فرمائی۔ اللھم اغفر لأمی فاطمہ بنت اسد ووسع علیہا مدخلہا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک انت ارحم الراحمین ؛ یا اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اس کے لئے اس کی قبر کو کشادہ کر دے اپنے نبی (محمد) کے صدقہ میں اور ان انبیاء کے صدقہ میں جو مجھ سے قبل گزر چکے۔ پس بیشک تو ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی۔ یارسول اللہ آپ نے ان کو اپنی قمیص کا کفن کس لئے دیا؟ فرمایا البستھا لتلبس من ثیاب الجنۃ و اضطجعت معھا فی قبرھا لاخففہ عنھا ضغطۃ القبر۔ میں نے اپنی

قمیص کا کفن انہیں اس لئے دیا تاکہ (اس کے صدقہ میں) انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور میں ان کی قبر میں ان کے ساتھ اس لئے لیٹا تاکہ انہیں تنگیٔ قبر کے عذاب سے نجات دلاؤں"۔ اس روایت کو ابو نعیم نے "معرفۃ الصحابہ" اور دیلمی نے "مسند الفردوس" اور طبرانی نے "جامع کبیر" اور "اوسط" میں اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ بیان صحیح ہے۔ نیز علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے "شواہد الحق" میں اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے "جذب القلوب" میں نقل فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

① سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے لئے مستحکم وسیلہ ہیں۔

② رحمت للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اختیار کرنا سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

③ رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اختیار کرنے سے دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ عذاب الٰہی سے نجات ملتی ہے اور مصیبتیں بلائیں دور ہوتی ہیں۔

④ وفات پائے ہوئے مقبولان الٰہی انبیاء و اولیاء اللہ سے توسل کرنا سنت ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں بحق محمد رسول اللہ کہنا یا حق انبیاء و اولیاء کہنا سنت

ہے۔ شرک ہرگز نہیں ہے جیسا کہ وہابی نجدی کہتے ہیں۔ اگر بحق فلاں کہنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی کہہ کر دعا کیوں مانگتے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو شرک کے مٹانے والے ہیں۔ وہابیہ خبیثہ کے شیطانی فتوٰی سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرک ٹھہرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل مبارک سے توسل غائبانہ کو جائز و مستحسن اور سنت قرار دے دیا ہے۔ اور وہابیہ نجدیہ اسے شرک قرار دیتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہابی کلمہ محمد رسول اللہ پڑھ کر محمد رسول اللہ کے باغی نافرمان ہیں۔ حضور کی رسالت کے منکر ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے دعوائے ایمان میں سچے، مخلص ہوتے تو توسل کو ہرگز شرک نہ ٹھہراتے۔

(۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نفوس قدسیہ کے مستعمل کپڑے بھی دافع البلاء ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً اولیاء اُمت سے توسل کی تعلیم دی ہے

عن امیۃ خالد بن عبد اللہ بن اسید عن النبی صلی اللہ تعالٰی

علیہ وسلم انہ کان یستفتح ای یطلب الفتح والنصرۃ علی الکفار من اللہ تعالیٰ بصعالیک المھاجرین (مشکوٰۃ۔ شرح السنۃ، طبرانی)

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرائے مہاجرین کے وسیلہ سے کفار کے مقابلہ کے وقت کفار پر فتح و نصرت حاصل ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد پنجم میں حضرت علامہ علی قاری محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ای یفقرائھم وببرکۃ دعائھم وفی النھایۃ ای یستنصر بھم ومنہ قولہ تعالیٰ ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وقال ابن الملک بان یقول اللھم انصرنا علی الاعداء بحق عبادک الفقراء المھاجرین وفیہ تعظیم الفقراء والرغبۃ الی دعائھم والتبرک بوجوھھم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کفار پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے فقرائے مہاجرین کے وسیلہ سے اور ان کی دعا کی برکت سے اور "نہایہ" میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذریعہ سے مدد چاہتے تھے۔ اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح اور ابن الملک نے فرمایا کہ آپ یوں فرماتے۔ یا اللہ ہمیں فتح و نصرت دے اپنے بندوں فقرائے مہاجرین کے صدقہ میں اور اس میں فقراء کی تعظیم اور ان کی دعاؤں کی طرف رغبت اور ان کے چہروں سے برکت چاہنے کی تعلیم دینا مقصود ہے"۔

ناظرین انصاف کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسلمانوں کو اپنے عمل مبارک سے یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ اولیاء اللہ کا وسیلہ اختیار کیا جائے۔ حل مشکلات اور دفعیہ مصائب کے لئے اولیائے کرام سے

دعائیں کرائی جائیں۔ اولیاء اللہ کے چہروں سے برکت چاہی جائے۔ ان نفوس قدسیہ سے تبرک وتوسل کیا جائے لیکن اس کے برعکس منکرین وہابی ہیں کہ بتوں اور کافروں کے حق میں نازل شدہ آیات قرآن کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ پر چسپاں کر کے انبیاء واولیاء کو بتوں کی صف میں شمار کریں اور مسلمانوں کو مشرک کافر ٹھہرائیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدی وہابی قرآن کے صریحاً منکر ہیں۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے آیات قرآن کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ قرآن میں تحریف کے مرتکب ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ جن آیات قرآن کی آڑ میں یہ بدبخت وہابی انبیاء واولیاء سے وسیلہ اختیار کرنے کو شرک ٹھہراتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صاحب قرآن ہیں۔ جن پر قرآن نازل ہوا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ رسول اللہ لوگوں کو قرآن وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ خود ان آیات قرآن سے ناواقف تھے؟ کہ انہوں نے اپنے عمل وارشادات سے انبیاء واولیاء سے توسل واستمداد کی تعلیم دی۔ وہابیہ کے اس طرز عمل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہ قرآن کو مانتے ہیں۔ نہ حدیث کو۔ بلکہ اللہ ورسول کو جھٹلاتے ہیں۔ جن امور کی اللہ ورسول تعلیم دیں۔ اس کی تردید وتکذیب کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے خلاف شیطانی توحید کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یہ لوگ توحید کے جاننے والے ہیں اور توحید کے محافظ ہیں؟ نعوذ باللہ من ھفوات الوھابیۃ۔ ان بدبخت وہابیہ کو کیا حق حاصل

ہے کہ جن امور کو اللہ و رسول عین ایمان قرار دیں ان امور کو یہ لوگ شرک و کفر ٹھہرائیں۔ بہ بین تفاوت رہ کز کجاست تا بکجا۔

مزید ملاحظہ ہو۔

حدیث میں۔ یا رسول اللہ پکار کر استمداد و توسل کی تعلیم

عن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رجلا ضریرا البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت دعوت ان شئت صبرت فھو خیر لک فقال فادعہ قال فامرہ ان یتوضاء یحسن الوضوء ویدعوا بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھۃ بک الی ربی لیقضی لی فی حاجتی ھذہ اللھم فشفعہ فی (یہ روایت مشکوٰۃ، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، حصن حصین، الترغیب والترھیب، طبرانی، بیہقی، نسائی، ابن خزیمہ، منذری اور دیگر کتب حدیث میں بھی منقول ہے۔) ترجمہ۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بینائی عطا فرمائے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں۔ اگر تو چاہے تو صبر کرے کہ یہ تیرے حق میں بہتر ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیں۔ پس آپ نے اسے حکم فرمایا کہ بہت اچھی طرح وضو کر اور یہ دعا مانگ۔ اے اللہ!

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ کے وسیلہ سے یا محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس لئے متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ آپ کے صدقہ میں میری اس حاجت کو پورا فرمائے یا اللہ تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

حضرت ملا علی قاری محدث قدس سرہ العزیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں واتوجه اليك بنبيك محمد نبی الرحمة ای دافع الزحمة وكاشف الغمة وشفيع الامة المنعوت بكونه رحمة للعالمين المرسل الى امة مرحومة من عند ارحم الراحمين - قال ابن حجر رحمة الله تعالى عليه وفى رواية يا محمد انى توجهت بك الى ربى ليقضى بالغيبه اى ربي وقيل بالخطاب لتوقع القضاء سأل الله اولا بطريق الخطاب ثم توسل بالنبی صلى الله عليه وسلم على طريقة الخطاب ثانيا رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح غريب ورواه ابن ماجه والحاكم فی مستدركه - ترجمہ - اور میں متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ یعنی جو زحمت کو دور کرنے والے اور غم سے نجات دینے والے اور امت کی شفاعت فرمانے والے ہیں جن کی شان میں رحمۃ للعالمین وارد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں امت مرحومہ کی طرف - ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا ایک روایت میں یا محمد انی توجہت بک اور لیقضی غائب کا صیغہ ہے یعنی رب تعالیٰ میری اس حاجت کو پورا فرمائے اور بعض علماء نے فرمایا لتقضی خطاب

کے صیغہ سے ہے یعنی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میری اس حاجت کو پورا فرمائیں۔ پھر علامہ قاری نے بطور نص کے فرمایا کہ اس صحابی نے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے بموجب آپ کے ساتھ توسل کیا پھر رسول اللہ کو مخاطب کر کے آپ سے توسل کیا۔"

نیز حصن حصین کی شرح "حرز ثمین" میں حضرت علامہ قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں۔ وفی نسخۃ بصیغۃ الفاعل ای تنقضی الحاجۃ لی والمعنی تکون سببا لحصول ووصول مرادی فاسناد مجازی اور ایک نسخہ میں لتقضی بصیغہ الفاعل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ندا کر کے عرض کیا گیا ہے کہ یا رسول اللہ آپ میری حاجت روائی فرمائیں، تو معنی یہ ہوں گے کہ یا رسول اللہ آپ میری مراد کے حاصل ہونے اور حاجت کے پورا ہونے میں سبب اور وسیلہ بن جائیں۔ پس آپ کی طرف حاجت روائی کی نسبت مجازی ہے۔" واضح رہے کہ اس فرمان نبوی کے بموجب قیامت تک کے لئے جواز ہے کہ مومن اس پر عمل کریں۔ کہیں بھی ہوں کسی زمانہ میں ہوں آپ کے وسیلہ سے اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا رسول اللہ" سے خطاب کر کے اپنی حاجات کے پورا ہونے کے لئے شفیع بنائیں اور اپنے دامن گوہر مراد سے بھرتے رہیں۔

صحابہ کرام کا عمل توسل غائبانہ

محدث طبرانی علیہ الرحمۃ معجم کبیر میں سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو حضرت امیرالمؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی حاجت روا کرانی تھی مگر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف رغبت نہ فرماتے۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور حاجت روائی کی تجویز پوچھی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تو وضو کر کے مسجد میں جا اور دو رکعت نماز پڑھ اور کہہ اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیّک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی ربّی فی حاجتی ھذا لیقضی لی اللھم فشفعنی فی اور اپنی حاجت بیان کر۔" اس نے اسی طرح عمل کیا اور حضرت عثمان غنی امیرالمؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ دربان نے آگے بڑھ کر لیا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اندر لے گیا۔ حضرت امیرالمؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے فرش خاص پر بٹھایا اور پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے جو حاجت تھی عرض کی آپ نے روا فرمائی اور پھر فرمایا: اس کے بعد جو حاجت تم کو ہوا کرے ہمارے پاس آیا کرو ہم روا کر دیا کریں گے۔" پھر اس نے یہ معاملہ حضرت عثمان بن حنیف سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا فرمائی تھی سواسی حدیث پر عمل کر کے یہ دعا میں نے تم کو بتائی ہے ورنہ میں نے تمہاری بابت کوئی سفارش نہیں کی ہے "۔

اس حدیث کو محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا۔ اس کے فوائد بیان فرمائے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز "جذب القلوب" میں فرماتے ہیں۔ اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اور اکثر تابعین نے اس پر عمل فرمایا ہے "۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل غائبانہ اور یا رسول اللہ کہہ کر اپنی مشکلات کے حل اور قضائے حاجات کے لئے آپ کی خدمت میں شفاعت کے لئے عرض کرنا سنت ہے۔ پس جو شخص توسل غائبانہ کو ناجائز اور شرک بتاتا ہے وہ خود خلاف سنت اور منکر حدیث و قرآن ہے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ٭ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

جو کچھ چاہو مجھ سے مانگو

صحیح مسلم ص ۱۹۳ جلد اول۔ سنن ابوداؤد۔ سنن ابن ماجہ معجم کبیر طبرانی اور مشکوٰۃ المصابیح باب السجود و فضلہ میں روایت ہے۔ سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی

سل (ولفظ الطبرانی، فقال یوما یا ربیعۃ سلنی فاعطیک) قال فقلت اسئلک مرافقۃ فی الجنۃ فقال او غیر ذالک قلت ھو ذالک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کو حاضر رہتا۔ ایک دفعہ جب کہ میں آپ کے لئے وضو کرنے کے لئے پانی اور ضرورت کی چیزیں لے کر حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا "اے ربیعہ جو کچھ تو چاہے مجھ سے مانگ لے تا کہ میں تجھے عطا فرماؤں" میں نے عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں"۔ حضور نے فرمایا۔ "اس کے علاوہ کچھ اور بھی چاہتا ہے (تو وہ بھی مانگ لے) میں نے عرض کی "میری تمنّا تو بس یہی ہے"۔ حضور نے فرمایا۔ "پس تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے"۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حضرت علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ یوخذ من اطلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر بالسوال ان اللہ تعالیٰ مکّنہٗ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مانگنے کا حکم مطلقاً دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بے شک اللہ نے آپ کو عام قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں"۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ از اطلاق سوال کرفرمود سل و تخصیص نہ کرد بہ مطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کار ھمہ بدست ہمت و کرامت اوست ہر چہ خواہد

ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسی چیز کی تخصیص فرمائے بغیر مطلقاً فرمانا کہ مانگ (سوال کر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کے کام حضور کے دستِ ہمت وکرامت (اختیار) میں ہیں جو کچھ چاہیں، جس کو چاہیں باذن اللہ عطا فرمائیں۔ اور یہ شعر تحریر فرماتے ہیں ؎

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری

بدرگاہش بیا وہر چہ مے خواہی تمنا کن

اے مسلمان اگر تجھے دنیا وآخرت کی بہتری مطلوب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو اور جس چیز کی تجھے تمنا ہے حضور سے مانگ لے۔ اس کے بعد قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر نقل فرمایا۔

فانّ من جودک الدنیا وضرّتہا

ومن علومک علم اللوح والقلم

یارسول اللہ بے شک آپ کی عطا و بخشش اس قدر وسیع ہے کہ اگر آپ کسی کو تمام دنیا بخش دیں تو یہ آپ کی بخشش وعطا میں سے ایک حصہ ہے اور لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کی وسعت کے مقابلہ میں بمنزلہ ایک سطر کے ہیں، بے شک دنیا اور اس کی سوت جس کا دنیا کے ساتھ جمع ہونا محال ہے منجملہ آپ کی عطا کے ہے۔ نہ آپ ہوتے نہ دنیا وآخرت پیدا ہوتی۔ حدیث قدسی

ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"لولاک لما اظہرت الربوبیۃ ولولاک لما خلقت الافلاک"

اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا، اور منجملہ آپ کے علوم ومعلومات کے علم لوح وقلم ہے۔ سبحان اللہ! کیا ہی پاکیزہ عقائد ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان اور محدثین وعلماء حق کے۔ لیکن نجدی وہابی چونکہ ابن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کی اندھی تقلید میں گرفتار ہیں اس لئے ان عقائد حقہ کے منکر ہیں۔ انہی کی طرح محبوبان خدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء اللہ کی تنقیص وتوہین کے مرتکب ہوکر بمصداق ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یخرجون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ دین حق سے خارج ہو چکے ہیں۔ ان کو قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات میں شرک ہی شرک سجھائی دیتا ہے۔ قرآن وحدیث میں محبوب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل وندا، استغاثہ واستمداد اور مزارات مقدسہ سے حصول فیض وبرکات اور حاجت روائی کے لئے ان سے استعانت کی واضح تعلیم موجود ہے مگر یہ سب امور تعزیرات وہابیہ کی رو سے شرک وکفر میں داخل ہیں۔ دراصل وہابیوں کے دل ودماغ پر شیطان مسلط ہے اور اسی نے ان کو توحید رحمانی سے نکال کر شیطانی توحید کے چکر میں ڈال رکھا ہے۔

لہٰذا حق تعالیٰ نے بھی ان کے جرائم کی پاداش میں ان سے حق و باطل میں تمیز کرنے کی استعداد و صلاحیت سلب کرلی کہ محبوبانِ الٰہی کی شان میں تنقیص و توہین کرنے والے کہیں عذاب جہنم سے بچ نہ جائیں۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ثم لایعودون یہ لوگ دین سے نکل جانے کے بعد دوبارہ دین میں لوٹ کر نہ آئیں گے۔ یعنی انہیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہ دی جائے گی اور مرتے وقت تک ان کو توبہ کرنے کی توفیق حاصل نہ ہوگی۔" اعاذنا اللہ من ذالک۔

استمداد و استعانت و نداءِ غائبانہ

محدث طبرانی "معجم صغیر" میں شارح صحیح بخاری امام قسطلانی "مواہب اللدنیہ" میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہم) النبوۃ میں روایت فرماتے ہیں "حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے کہ آپ نے لبیک، لبیک، لبیک تین بار فرمایا۔ اور میں نے آپ کو تین بار نُصِرتَ، نُصِرتَ، نُصِرتَ (تیری مدد کی گئی تیری مدد کی گئی) فرماتے سنا۔ حضور وضو فرما کر تشریف لائے تو میں نے عرض کی؟ یا رسول اللہ! میں نے سنا کہ حضور کلام فرما رہے تھے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی فریاد کرنے والا مجھ سے بنی کعب سے

ہے۔ خزاعیوں سے کہ مجھ سے نصرت طلب کرتا ہے، کہتا ہے کہ قریش نے بنی بکر کی اعانت کی، اور ہم پر شب خون مارا۔ تین دن کے بعد عمرو بن خزاعی چالیس سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آیا کہ جو کچھ گزرا اس کی آپ کو خبر دے اور امداد چاہے اور نصرت طلب کرے۔ (طبرانی ص۔ ۲۰۱)

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور دراز مقامات سے پکارنا۔ آپ سے فریاد کرنا۔ آپ سے مدد طلب کرنا ثابت ہوا۔ نیز یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دور دراز سے پکارنے والوں کی پکار و فریاد کو سنتے اور امداد فرماتے ہیں نیز یہ کہ دور دراز مقامات سے استمداد و استغاثہ کرنے والوں کے نام، ان کے حسب و نسب اور ان کے احوال کو جانتے ہیں۔ یہ تمام اُمور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان محدثین و علمائے امت علیہم الرحمۃ کا بالاتفاق ان اُمور پر ایمان و یقین ہے۔ لیکن بدبخت وہابی ان کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منکرین وہابیہ کا دین و ایمان وہ نہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور جس پر تمام امت قائم ہے۔ وہابیہ نجدیہ کا اسلام، قرآن و حدیث کے بیان کردہ اسلام کے مخالف ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخسرین (پ ۳ ع ۱۷) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور

وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے"۔ تو وہابیہ منکرین کا دعوائے اسلام نامقبول و مردود ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان سے بچ کر رہیں ان کی خرافات پر کان نہ دھریں۔ ان دین و ایمان کے راہزنوں سے اپنا دین و ایمان بچائیں۔

دین وایمان کے راہزن نجدی وہابی مکاری و فریب کاری سے کام لیتے ہوئے قرآن و حدیث میں تحریف کرتے ہیں قرآن و حدیث کی بتائی ہوئی سیدھی راہ (صراط مستقیم) سے ہٹا کر گمراہی کی شیطانی راہ دکھاتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دے کر ان کا دین وایمان برباد کر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابو خالد نجدی وہابی کی مکاری وفریب کاری

دیکھئے کہ اس نے اپنے کتابچہ: "قرآنی درس توحید" کے صفحہ ۹ پر زیر عنوان: سیدھی راہ لکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بڑے خیر خواہ تھے حضور نے ہر طریقے سے امت کو نیکی کی طرف بلایا۔ بھلائی کی دعوت دی اور سیدھی راہ بتائی۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس لکیر کے داہنے ترچھی لکیریں کھینچیں اور بائیں بھی ترچھی لکیریں کھینچیں۔ اس طرح (صفحہ ۱۰ پر)

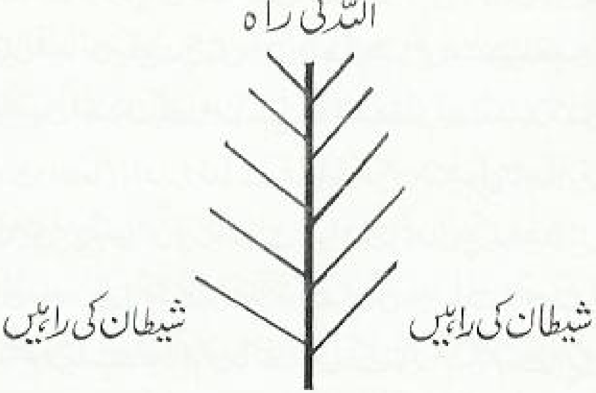

اس کی حدیث اس طرح ہے۔ وعن عبد اللہ ابن مسعود قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا ثم قال ھذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن یمینہ وعن شمالہ وقال ھذہ سبل علی کل سبیل منھا شیطان یدعوا الیہ وقرأ ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ الایۃ احمد

نسائی، دارمی) عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک (سیدھا) خط کھینچا پھر فرمایا راہ یہ اللہ کی ہے (یعنی یہ اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے) پھر آپ نے اس (سیدھے) خط کے دائیں اور بائیں چند (ترچھے) خط کھینچے اور فرمایا۔ یہ راہیں ہیں ان میں سے ہر راہ پر شیطان ہے پکارتا ہے اس راہ کی طرف۔ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ اور تحقیق یہ ہے راہ میری سیدھی پس پیروی کرو اس کی "یعنی حضور نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس کے داہنے اور بائیں کئی ترچھی لکیریں کھینچیں پھر درمیانی لکیر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا۔ یہ راہ اللہ کی ہے اور ترچھی راہوں کو شیطانوں کی راہیں فرما کر یہ آیت پڑھی۔ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون۔ (پ ۸ ع ۶ الانعام) اور (خدا نے فرمایا) کہ یہی (پیغمبر کی تابعداری) ہے راہ سیدھی میری پس چلو اسی پر اور مت چلو اور راہوں پر کہ (یہ راہیں) تم کو خدا کی راہ سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دیں گی۔ یہ بات (نصیحت) کی ہے کہ حکم دیتا ہے خدا تم کو ساتھ اس کے تاکہ تم (جہنم سے) بچ جاؤ" حضور نے درمیانی لکیر کو سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ کہا یعنی وہ اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے یہی نجات پانے والوں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، نیکوکاروں کی راہ ہے" ابو خالد نجدی وہابی نے جو حدیث اور آیت مبارکہ لکھی بالکل صحیح و درست ہے مگر اس

کے آگے پھر وہابیانہ مکاری و فریب سے کام لیتے ہوئے مشرکین و بتوں کی تردید و مذمت میں نازل شدہ آیت مبارکہ قل ارأیتم ما تدعون من دون اللہ ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرک فی السموات ائتونی بکتاب من قبل ھذا او اثرۃ من علم ان کنتم صٰدقین ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لایستجیب لہ الیٰ یوم القیمۃ وھم عن دعائھم غفلون (الاحقاف پ ۲۶) لکھ کر محبوبانِ خدا انبیاء و اولیاء کو بتوں کی جگہ اور مسلمانوں کو مشرکین میں شمار کرنے کی شیطانی حرکت کردی ہے جو کہ تمام نجدیہ وہابیہ کا باطل و مذموم طریقہ ہے۔ نجدی وہابیوں کا مسلمانوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کرنے کا یہی وہ طریقہ ہے جسے بعض کم علم و کم فہم مسلمان نہ سمجھتے ہوئے ان کے شیطانی فریب میں آجاتے اور اپنا دین و ایمان برباد کر بیٹھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من مکائد الوھابیہ۔

ابوخالد نجدی اگر صاحب ایمان ہوتا تو سیدھی راہ اختیار کرتا۔ ترچھی لکیروں والی حدیث کے ساتھ اس کی تشریح کرنے والی حدیث کو لکھتا جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

یقیناً بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت

تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سوائے ایک فرقہ کے سب دوزخی۔ صحابہ نے پوچھا وہ ایک کون فرقہ ہے یارسول اللہ؟ فرمایا کہ وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ یعنی جس فرقہ کے عقائد و اصول اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ علیہم الرضوان کے مطابق ہوں وہ جنتی ہے۔ باقی سب فرقے بے دین جہنمی۔ فرقہ ناجیہ ہونے کے لئے حضور اور صحابہ ایمان کی کسوٹی ہیں۔ چونکہ اس روایت حدیث سے خارجیت۔ نجدیت وہابیت وغیرہ تمام گمراہ و بے دین فرقوں کا بیڑہ غرق ہوتا ہے اس لئے ابو خالد نجدی وہابی نے اس روایت کو لکھنے کے بجائے۔ بے موقعہ و بے محل دو آیات مبارکہ جو مشرکین اور بتوں کی تردید میں نازل ہوئیں لکھ کر کمال مکاری و فریب کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے واضح ہے کہ شاہراہ اسلام، صراط مستقیم، اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی سیدھی راہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی راہ ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اہل سنت وجماعت فرقہ ناجیہ ہیں کہ اسی راہ پر قائم ہیں۔ نجدی وہابی اس سیدھی راہ کو شرک و کفر ٹھہراتے ہیں اس لئے جہنمی ہیں۔ بمصداق حدیث۔ یخرجون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ دین اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ اہل اسلام پر لازم ہے کہ ان سے دور رہیں۔ ان کو اپنے قریب نہ آنے دیں نہ ان کی بات سنیں نہ ان کی تقریر و تحریر پر یقین کریں کہ یہ لوگ مسلمانوں کو

جہنم کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جوان کی بات مانے گا یہ اسے جہنم میں دھکیل دیں گے۔"

احادیث سے "سیدھی راہ" کی توضیح مزید

گذشتہ صفحات میں قرآن مجید و حدیث شریف سے توسل واستمداد، استغاثہ و نداء کا ثبوت واضح کیا جا چکا ہے۔ تائید و توضیح مزید کے لئے مزید چند احادیث صحیحہ درج کی جاتی ہیں تاکہ منکرین پر اتمام حجت ہو جائے اور مسلمانوں کا ایمان تازہ ہو۔

بیہقی نے سند صالح کے ساتھ "دلائل النبوۃ" میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے حاضر ہو کر یوں فریاد کی ہے۔ ؎

أتيناك والعذراء يدمى لبانها
وقد شغلت ام الصبی عن الطفل
والقت بكفيها الفتیٰ لاستكانة
من الجوع ضعفا لايمر ولا يحل
وليس لنا الا اليك فرارنا
واين فرار الخلق الا الى الرسل

یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں شدت قحط کی ایسی حالت

میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنہیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادم رکھنے کی طاقت نہیں کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہو گئے) ان کی چھاتیوں سے خون بہہ رہا ہے۔ مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں۔ جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعف گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسے گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی کوئی بات نہیں نکلتی اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت کے وقت بھاگ کر جائیں؟ اور خود مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں۔"

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فریاد سن کر بعجلت منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا۔ ابھی آپ کے ہاتھ مبارک جھک کر گلوئے پر نور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ امڈا اور بیرون شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ۔ یا رسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "حوالینا لاعلینا" (اے بادل) ہمارے اردگرد برس ہم پر نہ برس" فوراً ابر مدینہ پر سے کھل گیا۔ آس پاس گھرا تھا اور مدینہ پر سے کھلا ہوا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور مسکرائے اور فرمایا: اللہ کے لئے ہے خوبی ابوطالب کی اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے؟"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی :۔ یا رسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابو طالب نے آپ کی نعت میں عرض کئے تھے" ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل
تلوذ به الهلال من ال هاشم
فهم عنده فی نعمة وفواضل

وہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے، یتیموں کی جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں۔ ان کے پاس ان کی نعمت و فضل میں بسر کرتے ہیں"۔ اشعار سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اجعل ذالک اردت" ہاں یہی نظم ہمیں مقصود تھی"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء اور جائے پناہ اور حل المشکلات کا ذریعہ اور مددگار جانتے اور ان القابات کے ساتھ آپ کے حضور میں مشکل کشائی کی درخواستیں عرض کرتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ یہ شرکیہ عقائد ہیں میرے پاس کیا لینے آتے ہو؟ مجھ سے کیوں فریاد کرتے ہو؟ براہ راست اللہ کو پکارو۔ بلکہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ علیہم الرضوان کے ان امور پر ناراض ہونے کے بجائے

خوش ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے حاجت براری کرا دیتے اور مشکل کشائی فرماتے۔ فللّٰہ الحمد وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ و اصحابہ وسلم اجمعین۔

نیز ملاحظہ ہو۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۳۹ اور مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۹۴)

حدیث مبارکہ کا ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پس لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہوئے (اور شدت تکلیف سے فریاد کرتے ہوئے) چیخ اٹھے اور انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! بارش بند ہے۔ (جس کی وجہ سے قحط پڑ گیا ہے) اور درخت خشک ہو کر ان کا رنگ بدل گیا) سرخ ہو گئے مویشی ہلاک ہو گئے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ بارش برسائے پس حضور نے فرمایا: یا اللہ ہمارے لئے بارش برسا دے (اس طرح دو بار فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم (اس وقت حالت یہ تھی کہ) ہمیں آسمان میں بادل کا نشان تک دکھائی نہ دیتا تھا پس (حضور کے اس طرح فرمانے سے) بہت عظیم بادل چھا گیا اور (فی الفور) برسنے لگا۔ حضور منبر سے اترے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ پس جب لوٹے تو بارش بند نہ ہوئی دوسرے جمعہ تک برستی رہی پس جب (دوسرے جمعہ کے روز) حضور خطبہ ارشاد فرمانے لگے تو لوگ چیخ اٹھے اور فریاد کی "مکان گر گئے (زیادہ پانی کی وجہ سے) راستے بند ہو گئے آپ اللہ

سے دعا فرمائیں کہ وہ ہم سے بارش کو روک دے۔"پس حضور مسکرائے اور فرمایا: اے اللہ! ہمارے گردو نواح میں، نہ ہم پر۔ پس (فوراً) مدینہ پر سے بادل چھٹ گیا۔" (ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بادل کو انگلی کے اشارے سے جس طرف ہٹنے کا اشارہ فرماتے بادل اسی طرف ہٹ جاتا) پس بارش ہمارے گردو نواح میں برسنے لگی اور مدینہ منورہ پر ایک قطرہ بارش کا نہ گرتا۔ پس میں نے مدینہ منورہ کو دیکھا کہ گویا تاج پہنے ہوئے ہے۔" کیونکہ مدینہ منورہ کے گردا گرد بادل چھایا ہوا تھا اور مدینہ پر سورج چمک رہا تھا جس کی کرنوں سے بادل مختلف رنگوں میں چمکتا ہوا نظر آرہا تھا۔" اس حدیث سے چند باتیں واضح ہوئیں۔ اول یہ کہ مشکل کے وقت مشکل کشائی کے لئے بارگاہِ رسالت میں اجتماعی طور پر فریاد کرنا سنت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ دوم یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس دنیا میں بھی ہماری مشکل کشائی اور حاجت روائی کا ذریعہ ہے اور آپ کا وسیلہ پکڑنے سے مخلوق کی پکار اور فریاد یقیناً سنی جاتی اور مقبول ہوتی ہے۔ سوم یہ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کو براہ راست پکارنے کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی حاجات عرض کر کے حاجت روائی کے لئے آپ سے التجا کی جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے لئے شفاعت فرمائیں۔ چہارم یہ کہ بارگاہ رسالت میں عرض و

معروض کے لئے قیام کرنا سنّت ہے کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے خطبہ سُن رہے تھے مگر درخواست پیش کرتے وقت بیٹھے نہ رہے بلکہ کھڑے ہو گئے اور حضور نے یہ نہ فرمایا کہ بیٹھے بیٹھے عرض کرو کھڑے کیوں ہوتے ہو؟ پنجم یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عُلوِّ شان کا مظاہرہ منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھنے اور جاننے کے باوجود کہ مخلوق بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کی مصیبت میں مبتلا ہے ان پر رحم فرما کر بارش نہ برسائی جب تک صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت میں مل کر فریاد نہ کر لی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخش کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت نہ فرمائی اور جب حضور کی شفاعت سے بارش ہوئی تو اس طرح برسی کہ ایک ہفتہ تک مسلسل برستی ہی رہی۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھنے اور جاننے کے باوجود کہ کثرت بارش کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے، مکان گر رہے ہیں، راستے مسدود ہو گئے، بارش کو موقوف نہ فرمایا یہاں تک کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پھر بارگاہ رسالت میں قیام کر کے فریاد کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی عرض قبول کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں ان کی شفاعت فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے بارش کو روک دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بے شک غفور الرحیم ہے مگر ان صفات کا ظہور و صدور حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور ان کی رضا پر موقوف ہے۔ اعلیٰ

حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

ے بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط، غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

سواد بن قارب نے یہ قصیدہ رسول اللہ کے سامنے پڑھا

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدہ جس کو طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے۔ ورواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ و ابن عبدالبر فی الاستیعاب۔ یہ قصیدہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر سنایا تھا۔ اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔ ے

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَیْرُہٗ
وَاِنَّکَ مَاْمُوْنٌ عَلٰی کُلِّ غَائِبٖ
وَاِنَّکَ اَدْنَی الْمُرْسَلِیْنَ وَسِیْلَۃً
اِلَی اللّٰهِ یَا ابْنَ الْاَکْرَمِیْنَ الْاَطَائِبٖ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے اور اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر غیب پر امین بنایا ہے، اے کریم ترین اور پاکیزہ ترین ہستیوں کے لخت جگر اور نور نظر آپ اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں سب انبیاء و مرسلین کی نسبت اقرب و اقدم وسیلہ ہیں۔"

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ
وَإِنْ كَانَ فِيمَا فِيهِ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے احکام کا امر فرمائیں۔ اے سب رسولوں سے بہتر و برتر اگرچہ ان نازل شدہ احکام کے ساتھ مکلف ہونے میں اس قدر محنت و مشقت ہی کیوں نہ ہو جو جوانوں کو بڑھاپے کی حدود تک پہنچا دے۔

وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذُو شَفَاعَةٍ
بِمُغْنٍ فَتِيلًا عَنْ سَوَادِ ابْنِ قَارِبِ

اور اس دن مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ کرنا جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد ابن قارب کو ذرہ بھر فائدہ نہ پہنچا سکے گا"
سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اشعار کو سنا جن میں آپ کو ہر غیب پر امین اور اقرب و اقدم وسیلہ بیان کیا گیا ہے اور کن لی شفیعًا عرض کیا گیا۔ اور حضور نے ان باتوں کو توحید کے منافی اور شرک و کفر بتا کر ان سے منع نہ فرمایا بلکہ ان پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔
لیکن نجدی وہابی ان باتوں کو توحید کے منافی اور شرک و کفر ٹھہراتے ہیں۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ یہ ضال و مضل، سیدھی راہ، صراط مستقیم سے ہٹ کر شیطانی راہ پر گامزن ہیں۔ ما انا علیہ واصحابی کے مخالف ہیں۔ ان کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

حضرت حسّان رضی اللہ عنہ نے حضور کے سامنے یوں عرض کی۔

یارکن معتمد وعصمۃ لائذ — وملاذ منتجع وجار مجاور
یامن تخیّرہ الالٰہ لخلقہٖ — فحباہٗ بالخلق الزکی الطاہر
انت النبی وخیر عصبۃ آدم — یامن یجود کفیض بحر زاخر
میکال معک وجبرئیل کلاھما — مدد لنصرک من عزیز قادر

(الاصابہ جلد اول صفحہ ۲۶۴) اور "الروض الانف" صفحہ نمبر ۹۱) حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں اے معتمد سہارے اور اے ہماری وہ محفوظ جائے پناہ۔ جہاں آدمی کو محفوظ جائے پناہ مل سکے۔ اے وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے منتخب فرمایا پھر اس ہستی سے اپنی برگزیدہ وپاکیزہ مخلوق میں سب سے زیادہ محبت فرمائی۔ آپ غیب کی خبریں دینے والے اور اولاد آدم علیہ السلام میں سب سے اچھے ہیں۔ اے وہ جو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند سخاوت فرماتے ہیں۔ میکائیل اور جبرئیل علیہما السلام دونوں آپ کی مدد میں ہیں غالب قدرت والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے۔
حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار سے خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

"یا اللہ۔ حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔"

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے یہ نعت پڑھی

یہ نعت مبارک قصیدہ "بانت سعاد"، کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ اس کا مطلع ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

متیم اثرھا لم یفد مکبول

قال۔ انبئت ان رسول اللہ اوعدنی

والعفو عند رسول اللہ مامول

ان الرسول لنور یستضاء بہ

مھند من سیوف اللہ مسلول

فی عصبۃ من قریش قال قائلھم

ببطن مکتہ لما اسلموا زولول

یمشون مشی الجمال الزھر یعصمھم

ضرب اذا عرد السود تنابیل

حضرت ابوبکر ابن الانباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہیں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف اللہ مسلول

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو چادر اوڑھی ہوئی تھی اتار کر حضرت کعب کی طرف پھینک دی (بطور انعام عطا فرمادی) چند روز بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس ہزار درہم بھیج کر فرمائش کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر مبارک مجھے دے دیں۔ حضرت کعب نے درہم واپس کر دیئے اور فرمایا ماکنت لاوثر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدا۔ میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا فرمائی ہوئی چیز کسی کو دینا پسند نہیں کرتا۔" بوقت وفات حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر معاویہ کو دے دیں۔ جب انہوں نے چادر مبارک حضرت معاویہ رضی اللہ تک پہنچائی تو انہوں نے بطور شکرانہ بیس ہزار درہم ان کو عطا کئے۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ اشعار کا ترجمہ: مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور معاف کر دینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے آسان ہے۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور نیام سے کھنچی ہوئی اللہ کی تلواروں میں سے ایسی تیز تلوار ہیں جیسی ہندی فولادی تلوار ہوتی ہے۔

قریش کی جماعت میں سے کہنے والے نے مکہ کی وادی میں جب وہ مسلمان ہو کر ہجرت کر رہے تھے یہ بات کہی تھی کہ دشمن سے علیحدہ ہو جاؤ۔

جیسے سفید اونٹ جلدی اور وقار سے چلتا ہے اسی طرح وہ (صحابہ کرام علیہم الرضوان) چلتے تھے اور دشمن کے حملہ سے اپنے آپ کو بچاتے تھے جبکہ کفار کی جماعت اپنے گھروں کو بھاگ رہی تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حضرت زہیر بن صرور رضی اللہ عنہ کی فریاد و استغاثہ

اُمْنُنْ عَلَیْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ کَرَمٍ
فَاِنَّکَ الْمَرْءُ نَرْجُوْہُ وَ نَدَّخِرُ
اُمْنُنْ عَلٰی بَیْضَۃٍ قَدْ عَاقَہَا قَدَرٌ
مُشَتَّتٌ شَمْلُہَا فِیْ دَھْرِہَا غِیَرُ

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم پر احسان فرمایئے اپنے کرم سے کہ حضور ہی وہ مرد کامل و جامع فواضل و محاسن شمائل ہیں جس سے ہم امید کریں اور جسے وقت مصیبت کے لئے ذخیرہ بنائیں۔ احسان فرمایئے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کی آڑے آئے اس کی جماعت تتر بتر ہو گئی ہے۔"

اِنْ تَمُدَّ نَدَاءٍ لَّهُمْ نَعْمَاءُ تَنْشُرُهَا
يَا اَرْجَعَ النَّاسِ حِلْمًا حِيْنَ يَخْتَبِرُ

اگر حضور (علیہ الصلوۃ والسلام) کی نعمتیں جنہیں حضور نے عام فرما دیا ہے ان کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ اے آزمائش کے وقت زیادہ عقل رکھنے والے"۔ (الامن والعلی صفحہ ۶۸)

غور کا مقام ہے کہ آسمان ہدایت کے روشن ستارے صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یا" حرف ندا سے پکارتے ہیں۔ حضور کو مصیبت زدوں کے لئے محفوظ جائے پناہ، محتاجوں کو عطا فرمانے والے بحرِ مواج کی مانند سخاوت فرمانے والے مایوس پریشان حال والوں کے لئے امید گاہ کہہ کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے استمداد و استعانت کرتے ہیں۔ باطل اور اسلام کے دشمنوں کے لئے حضور کو ہندی فولاد کی تیز تلوار سے زیادہ تیز۔ زیادہ کاٹ دار شمشیر بے نیام کہتے ہیں۔ حضور ان کے ان عقائد کی تردید نہیں فرماتے ان کو ان باتوں سے منع نہیں فرماتے بلکہ ان کو انعامات سے نوازتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس نجدی وہابی ان عقائد کو صریحًا شرک و کفر قرار دیتے نہیں شرماتے۔ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرک اور خود کو سچے مسلمان قرار دیتے ہیں۔

حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کی ندائے غائبانہ واستغاثہ واستمداد یارسول اللہ المدد

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "قنسرین" سے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سوار دے کر فتح "حلب" کے لئے روانہ کیا اور فرمایا: میں بھی تمہارے پیچھے چلا آرہا ہوں۔

ادھر "یوقنا" حاکم حلب کو جاسوسوں سے خبر ملی کہ عرب ایک ہزار کے لشکر سے حلب فتح کرنے آرہے ہیں اور شہر سے چھ میل دور رہ گئے ہیں۔ یوقنا نے اپنے آدھے لشکر کو ساتھ لیا اور آدھا لشکر پیچھے مقرر کیا اور مقابلے کے لئے آیا۔ حضرت کعب نے فرمایا: میرے اندازے کے مطابق دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے جس سے ہمارا مقابلہ ہے۔ لڑائی شروع ہوئی تو دشمن کے پاؤں اکھڑنے لگے اور مسلمانوں کو فتح کا یقین ہوگیا۔ مگر اسی وقت یوقنا کا باقی نصف لشکر بھی آپڑا۔ جس سے کچھ مسلمان گھبرا گئے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر پکارنا شروع کیا: یا محمد، یا محمد، یا نصر اللہ انزل معاشر المسلمین اثبتو انما ھی ساعۃ ویأتی النصر وانتم الاعلون اور مسلمان فتح یاب ہو گئے۔ (فتوح الشام مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۱) اے محمد، اے محمد، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اے اللہ کی مدد نازل ہو جا۔ اے مسلمانو! ثابت قدم رہو یہ محض ایک ساعت کی آزمائش ہے۔ مدد آ رہی ہے اور تم فتح یاب ہو۔ تاریخ ابن جریر میں بالصراحت مذکور ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ شعار تھا کہ جنگوں لڑائیوں میں یا محمدؐ پکارا کرتے تھے۔" ان الصحابة بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان شعارهم فی الحروب یا محمد"۔ (تاریخ ابن جریر)

نجدی وہابی کے دھرم میں یہ سب باتیں شرک و کفر ہیں۔ چنانچہ ناقوس وہابیہ ابو خالد اپنے کتابچہ کے صفحہ ۱۵ پر لکھتا ہے "اگر کوئی کسی نبی، ولی، پیر یا شہید کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے۔ اٹھتے بیٹھتے ہر دم اس کا نام جپے۔ نزدیک یا دور سے اس کو پکارے۔ مصیبت کے وقت اس کی دہائی دے۔ دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے وہ شخص مشرک ہو جاتا ہے"۔ وہابیہ خبیثہ کے دھرم کے مطابق سب صحابہ کرام علیہم الرضوان تو کیا خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مشرک ٹھہرتے ہیں۔ اس کے باوجود مردود وہابی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ ہم ہی سیدھی راہ پر ہیں۔ شرم ان کو مگر نہیں آتی۔ حقیقۃً نجدی وہابی قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔ ان کا مذہب، خارجیوں کا مذہب ہے۔ مذہب اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں

کوان کے مکروفریب سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

یا محمدﷺ ہماری مدد فرمایئے

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ "عیون الحکایات" میں ابوعلی ضریر سے روایت فرماتے ہیں ملک شام میں تین بھائی اپنے وقت کے بڑے بہادر اور پہلوان تھے۔ کفار کے ساتھ ہمیشہ جہاد میں مصروف رہتے تھے۔ شاہ روم نے ان تینوں کو گرفتار کرلیا۔ اور کہا۔ تم دین نصاریٰ قبول کرلو تو میں اپنے ملک کا کچھ حصہ دے دوں گا اور اپنی لڑکیوں کی شادی تمہارے ساتھ کردوں گا۔ ان تینوں بھائیوں نے انکار کردیا اور اس مصیبت سے رہائی پانے کے لئے یوں دہائی دی۔ فنادوا قالوا یا محمداہ۔ یا محمد ہماری مدد فرمایئے (شرح الصدور۔ امام محدث جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

یا محمدﷺ یا رسول اللہ یا محمدﷺ یا رسول اللہ

سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو فصعد الرجال والنساء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ۔ (صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۴۱۹) عورتیں اور مرد

اپنے گھروں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے، اور بچے اور نوجوان اور غلام گلیوں راستوں میں پھیل گئے اور سب کے سب کے یوں (استقبالیہ نعرے لگاتے ہوئے) پکارنے لگے۔ یا محمّد یا رسول اللہ، یا محمّد یا رسول اللہ"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو منع نہ فرمایا کہ یا محمد یا رسول اللہ پکار کر شرک کر رہے ہو۔ تو پھر نجدیہ وہابیہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ یا محمد یا رسول اللہ۔ پکارنے کو شرک قرار دیں۔ کیا یہ مردود خبیث وہابی۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ "توحید" پرست ہیں؟ ان اسلام کے دشمنوں کو یا محمّد۔ یا رسول اللہ پکارنے اور لکھنے میں شرک دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ ابو خالد نجدی اپنے کتابچہ کے صفحہ ۵، پر عنوان "ایک ناسمجھی" کے تحت لکھتا ہے: اکثر مساجد میں لوگ اس طرح لکھواتے ہیں۔ یا اللہ یا محمّد یعنی اللہ کے ساتھ رسول اللہ کو بھی پکارا جا رہا ہے جو صریح شرک ہے، مساجد اللہ واحد کی عبادت گاہ ہوتی ہے لیکن اس طرح مساجد کو شرک کی جگہ بنا دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا (پ ۲۹ سورہ جن رکوع ۱) اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں مومنو پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔ اس کے پیش نظر اپنی مسجدوں کی اصلاح کیجیے"

قرآن وحدیث کی رو سے یا محمّد کہنا پکارنا اور لکھنا عین ایمان ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی

اور غائبانہ بھی یا محمدؐ کہتے اور پکارتے رہے ہیں۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یا محمدؐ کہنے پکارنے سے منع نہیں فرمایا۔اگر یا محمدؐ کہنا پکارنا شرک ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یقیناً منع فرما دیتے۔کہ یہ ان کا فرض منصبی تھا۔تو ثابت ہوا کہ یا محمدؐ کہنا پکارنا اور لکھنا سنت ہے۔

نجدی وہابی جو کہ مذہب خوارج پر ہیں۔اگر شرک قرار دیتے ہیں تو یہ ان کی اسلام دشمنی کی علامت ہے۔ابو خالد نجدی وہابی نے وہابیہ کی روایتی فریب کاری سے کام لیتے ہوئے آیۂ مبارکہ۔

وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا کے ترجمہ اور مفہوم میں تحریف کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس آیۂ مبارکہ کا صحیح ترجمہ اور مفہوم درج ذیل ہے۔"اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی (یعنی عبادت) نہ کرو۔" جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے۔" (تفسیر خزائن العرفان)

ابو خالد نجدی وہابی نے فلا تدعوا مع اللہ احدا کا ترجمہ یوں لکھا ہے:"سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔" یہ ترجمہ غلط اور تحریف ہے۔قرآن مجید کی اصطلاح میں"دعا"عبادت کے معنی میں ہے۔جن آیات میں۔یدعوا۔یدعون۔دعائھم الفاظ وارد ہیں۔ان کے معنے مفسرین قرآن و علماء حق نے یعبد۔یعبدون۔عبادتھم بیان کئے ہیں۔پس فلا تدعوا کے معنی فلا تعبدوا۔"پس تم نہ عبادت کرو۔"ہیں۔ مگر سارے وہابی"دعا"کے معنی"پکارنا"کرتے ہیں تاکہ انبیاء کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو بتوں، جنوں، بھوتوں اور شیطانوں کی فہرست میں شمار کر سکیں اور مسلمانوں کو مشرک قرار دے سکیں۔ اس مضمون کی تفصیل فقیر کی تالیف "تنویر الایمان" میں درج ہے۔ اس کا مطالعہ کریں تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

مسلمانوں کو اپنی مساجد میں یا اللہ، یا محمد۔ یارسول اللہ ضرور بالضرور لکھنا چاہیئے تاکہ نجدی وہابی ان مسجدوں سے دور رہیں۔ اور مسلمان ان کے فتنہ سے بچے رہیں۔"

واضح رہے کہ۔ انبیاء و اولیاء کو پکارنا ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ ان کی عبادت کرنا شرک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی جاہل سے جاہل تر مسلمان بھی انبیاء و اولیاء میں سے کسی کی عبادت کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

روضۂ رسول اللہ پر حاضر ہو کر فریاد و استغاثہ کرنا سنت صحابہ ہے۔

روضۂ اقدس سے آواز آئی قد غفرلک

تفسیر مدارک التنزیل اور تفسیر قرطبی جلد پنجم صفحہ ۲۶۵۔ اور مصباح الظلام اور جذب القلوب میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

رحلت سے تین روز بعد ایک اعرابی نے آپ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر خود کو روضۂ اقدس واطہر پر گرادیا اور خاک میں لوٹنے لگا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! جو کچھ آپ نے اللہ سے سیکھ کر یاد کیا ہے ہم نے آپ سے سیکھ کر یاد کیا ہے اور منجملہ اس کے کہ آپ پر نازل ہوا (قرآن مجید) اس میں یہ آیت ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک سے آواز آئی قد غفرلک بے شک تیری مغفرت کردی گئی۔" اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

اول یہ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی حاضری کے لئے جانا سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کی رحلت کے بعد بھی یارسول اللہ کہہ کر ندا کرنا سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔ سوم یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے اپنی حاجت عرض کرنا۔ اور یوں عرض کرنا کہ ہماری حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت فرمائیں۔ سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ چہارم یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں۔ زائرین کو جانتے پہچانتے، ان کی فریادوں کو سننے، قبول فرماتے اور خوش نصیبوں کو بشارت سے بھی نوازتے ہیں۔

پنجم یہ کہ جس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی

ہیں آپ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر فریاد و استغاثہ اور طلب شفاعت ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک۔ الایہ۔ فرمانِ الٰہی کے مطابق تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد بھی تا قیامت مسلمانوں کا آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہو کر یارسول اللہ کہہ کر فریاد و استغاثہ و طلب شفاعت فرمان الٰہی کے مطابق جائز اور سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

حضرت ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ بہ سند صحیح، روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوا اور عرض کی: "یارسول اللہ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا" یارسول اللہ آپ کی امت قحط کی وجہ سے ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ اپنی امت کی خاطر اللہ تعالیٰ سے طلب بارش فرمائیں۔ اس کے بعد اس صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: جا عمر کو بشارت دے کہ پانی برسے گا۔" اس کی شرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ۔

"یہ نوع توسل طلب دعا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ اپنے پروردگار تعالیٰ و تقدس سے عرض کر کے اس حاجت کو روا کروا دیں جیسا کہ حیات ظاہری میں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ

مضمون روایت یا محمد انی توجہت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اس بات کا مشعر ہے۔ فافہم۔ (جذب القلوب) نیز اس حدیث کو بیہقی نے طریق اعمش عن ابی صالح عن مالک الدار سے روایت فرمایا۔ اور حافظ الحدیث ابن حجر علیہ الرحمۃ "فتح الباری" جلد ۴ صفحہ ۴۲۵ میں تصریح فرماتے ہیں کہ روضہ نبوی پر حاضر ہونے والا بلال بن حارث صحابی تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی مندرجہ بالا حدیث کی طرح پانچوں امور ثابت ہوئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ وصحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ وعمل

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں بارش بند ہو گئی اور قحط پڑ گیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ ام المومنین نے فرمایا انظروا قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوی الی السماء حتی لا یکون بینہ وبین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطراً حتی نبت العشب وسمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق رواہ الدارمی (مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۵۴۵) روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری دو اور حجرہ مبارک کی چھت میں ایک دریچہ کھول

دو کہ روضۂ اقدس اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ لوگوں نے تعمیل کی تو فوراً بارش آ گئی اور اس قدر بارش برسی کہ گھاس وغیرہ اُگ آیا اور اونٹ اس طرح موٹے تازے ہو گئے کہ گویا چربی سے بھر گئے ہیں۔ قحط دور ہو کر اس قدر ارزانی ہوئی کہ اس کا نام "عام الفتق" پڑ گیا۔ یعنی ارزانی وخوش حالی کا سال۔ اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ "یہاں پر ایک بات سمجھنی چاہیے وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریچہ کشائی کا جو حکم دیا تو اس میں ایک رمز ہے جو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا وسوال اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں میں موجب فتح باب مطلوب ہے اور اسی قبیل سے ہے سائل کا سوال جو کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا۔ اسئلک مرافقتک فی الجنۃ۔ یا رسول اللہ۔ میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں" یعنی حجرہ مبارک کی چھت میں کھڑکی کھولنے میں راز یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں زبان حال سے بارش نہ ہونے کی شکایت عرض کی جائے کہ یا رسول اللہ! دیکھیے کہ آسمان پر کوئی بادل نہیں ہے اور یہ سوال براہ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھا۔ پس آپ نے فریادیوں کی فریاد قبول فرما کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلہ سے اس قدر بارش برسائی کہ قحط کا نام ونشان نہ رہا۔ اور لوگ خوش حال ہو گئے" اس حدیث مبارکہ

سے بھی یہی واضح ہوا کہ اپنی مشکلات اور حاجات اور دعاؤں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد بھی آپ کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی میں پیش کرنا ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک الآیہ کے حکم میں داخل اور تعمیل حکم الٰہی ہے۔ اور قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق صحابہ کرام علیہم الرضوان اس عقیدہ پر یقین محکم رکھتے تھے کہ آپ کے وسیلہ سے مشکلات حل ہوتی، حاجات پوری ہوتی اور دعائیں قبول ہوتی ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے براہ راست اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قحط کی شکایت نہ کی۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بصورت وفد شکایات کرنے حاضر ہوئے۔ کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ کا علم نہ تھا۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان اور ادعونی استجب لکم اور دوسری وہ آیات جنہیں منکرین نجدی وہابی پیش کیا کرتے ہیں اور پھر حضور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی یہ آیات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یاد نہ دلائیں اور یوں نہ فرمایا کہ تم براہ راست اللہ تعالیٰ سے کیوں سوال نہیں کرتے، میرے پاس کیوں آئے ہو؟ اس کے بجائے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روضہ رسول اللہ پر حاضر ہونے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فریادی صحابہ کی فریاد کو شرف قبولیت بخشا۔ اللہ تعالیٰ

کی جناب میں سفارش (شفاعت) فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے بارش برسا کر قحط کو دور فرمادیا۔ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان، آسمان ہدایت کے ستارے، توحید کے علم بردار، اور کفر و شرک کو مٹانے والے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فریادیوں کی فریاد کو سنتا اور دعاؤں کو قبول فرماتا ہے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں، آپ کے وسیلہ سے۔ نیز ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رمز شناس رسول جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے مخلوق کی مشکل کشائی اور حاجت روائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی رضا مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش کو پورا فرمانے میں دیر نہیں کرتا۔ چنانچہ صحیح بخاری) صفحہ ۷۰۶، جلد دوم اور مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۷۳ میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کردیا تھا کہ " مَآ اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ " یارسول اللہ! میں آپ کے رب کو نہیں دیکھتی مگر آپ کی خواہش کو پورا کرنے میں جلدی و شتابی کرتا ہوا۔" اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بات کو رد نہ فرمایا۔

مگر نجدی وہابیوں کے دھرم میں یہ سب باتیں شرک و کفر ہیں۔ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے "تقویۃ الایمان" میں لکھا "رسول

کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" وہابیہ۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری ان سے توسل واستمداد کو شرک صریح قرار دیتے ہیں۔ اخبث الخبثاء ابو خالد نجدی اپنے کتابچہ کے صفحہ ۲۲ میں لکھتا ہے۔" جبکہ خود سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہ تو خود بخود ہے اور نہ قرآن کی بخشی ہوئی تو پھر کسی اور نبی، ولی، پیر، شہید، غوث وقطب کو کیا اختیار جو کسی کی کوئی مشکل کشائی، حاجت روائی کرسکیں۔"؟ نیز بتوں کی تردید اور مشرکوں کی مذمت میں نازل شدہ آیات قرآن لکھ کر حسب دستور وہابیہ انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرتے ہوئے لکھتا ہے۔" مقام غور ہے کہ ایسے کھلے احکام ہوتے ہوئے مزارات بزرگان پر جاکر مرادیں مانگنی کیا خلاف حکم خدا و رسول نہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی اور سے خواہ وہ نبی ہوں یا ولی، امام ہو یا شہید، غوث ہو یا قطب، حاجتیں مانگنا سجدے کرنا۔ نذر و نیاز چڑھانا، حاضر و ناظر جان کر نزدیک یا دور سے پکارنا یہ سب کام شرک میں داخل ہیں۔" (صفحہ ۲۳) ابو خالد نجدی وہابی کا پورا کتابچہ اسی طرح کی خرافات سے بھرپور ہے اس کی تمامتر بکواس کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ گذشتہ صفحات میں درج قرآن مجید اور احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ منکرین وہابیہ کی یہ ساری بک بک صریحاً قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ نجدی وہابی دین اسلام سے نکل کر خوارج کے مذہب پر عمل پیرا ہیں۔" شیطانی توحید"، اختیار کرکے توحید رحمانی سے

منحرف ہو چکے ہیں۔ ان کا طریقہ و مسلک۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقہ و مسلک سے مخالف ہے سیدھی راہ" ما انا علیہ واصحابی"۔ سے ہٹ کر ٹیڑھی شیطانی راہ پر چل رہے ہیں جو جہنم میں پہنچاتی ہے۔ ابو خالد نجدی نے مسلمانوں پر بہتان باندھا ہے کہ قبروں اور مزارات کو سجدے کرتے ہیں۔ کوئی مسلمان یہ حرکت نہیں کر سکتا اور نہ مزارات اولیاء اللہ پر سجدہ کرتا ہی ہے۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین؛ حاجتیں مانگنا، نذر و نیاز کرنا، حاضر و ناظر جان کر نزدیک یا دور سے پکارنا، ہرگز ہرگز شرک میں داخل نہیں۔ یہ نجدی وہابیوں کی شرع مطہرہ میں ناجائز مداخلت ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانا کفر صریح ہے۔ گذشتہ صفحات میں بحمدہ تعالیٰ گروہ نجدیہ وہابیہ اور ان کے مذہب کی اصلیت و حقیقت بخوبی واضح ہو چکی ہے فقیر اس سلسلہ میں مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ آئندہ صفحات میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل و استمداد کے متعلق چند ایسی احادیث بلا تبصرہ درج کی جا رہی ہیں جن سے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان فریاد رسی اور قدرت تصرف و اختیار

کا اظہار ہوتا ہے اور منکرین وہابیہ کی خرافات، گمراہی و ضلالت اور

اوذالت کا یقین مستحکم ہوتا ہے۔

حضرت قتادہ کا آنکھ کی درستی کے لئے استغاثہ

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ کے دوران آنکھ میں تیر لگا۔ آنکھ کا ڈھیلا پھوٹ گیا اور ان کے رخسار پر لٹک گیا۔ لوگوں نے اس لٹکے ہوئے ڈھیلے کو کاٹ دینا چاہا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لئے بغیر مت کاٹو۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت مانگی گئی تو حضور نے فرمایا مت کاٹو۔ پھر حضور نے اپنی ہتھیلی اس لٹکے ہوئے ڈھیلے پر رکھ کر (خانہ چشم) میں دبا دیا۔ تو وہ ڈھیلا پہلے کی طرح ٹھیک ہو گیا اور ان کی یہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہو گئی۔

اس حدیث کو امام بغوی اور ابو یعلی نے روایت فرمایا اور دار قطنی اور ابن شاہین نے روایت کیا۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور حافظ الحدیث ابن حجر نے "اصابہ"، جلد سوم صفحہ ۲۲۵ میں نقل فرمایا۔ نیز حافظ الحدیث ہیثمی نے "مجمع الزوائد"، جلد چہارم صفحہ ۲۹۷ میں اور حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں نقل فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت "معاذ" کی کٹے ہوئے بازو کی درستی کے لئے فریاد

غزوہ بدر میں جنگ کے دوران عکرمہ بن ابو جہل نے حضرت

معاذ بن عمرو بن الجموح کے کندھے پر تلوار کا وار کیا جس سے ان کا بازو کٹ کر کھال سے لٹک گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اسی حال میں لڑنے لگا۔ کٹا ہوا بازو میری پشت پر لٹک رہا تھا۔ لڑنے میں مخل ہوا تو میں نے اس پر پاؤں رکھ کر کھینچا اور جسم سے الگ کر دیا۔ "مواہب اللدنیہ"۔ میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بازو کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ جیسا کہ حضرت قاضی عیاض محدث نے ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے (کٹے ہوئے بازو کو اس کے مقام پر رکھ کر) اس پر اپنا لعاب دہن مبارک لگا دیا تو وہ بازو (پہلے کی طرح) جڑ گیا، اور صحیح و درست ہو گیا۔ (یہ واقعہ امام محدث زرقانی نے بیان کیا ابن اسحاق کی اسناد اور طریقہ حاکم سے) علیہم الرحمۃ اجمعین۔

مولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

حارث بن اوس نے زخموں کی درستی کے لئے فریاد کی۔

حضرت حارث بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جنگ میں

سر اور ٹانگوں پر بڑے بڑے زخم لگ گئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے (اور زخموں کی درستی کے لئے فریاد کی) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے زخموں پر تھوک دیا (لعاب دہن مبارک لگا دیا) اس کے زخم (اسی دم) ٹھیک ہو گئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص۲۴۲)

سلمہ بن اکوع کا زخم کی درستی کے لئے استغاثہ

حضرت یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی میں ایک چوٹ کا نشان دیکھا تو میں نے پوچھا: "اے ابو مسلم یہ چوٹ کیسی ہے؟" انہوں نے فرمایا۔ ضربۃ اصابتنی یوم خیبر فقال الناس اصیبت سلمۃ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنفث فیہ ثلاث نفسات فما اشتکیتھا حتی الساعۃ رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ باب فی المعجزات)۔ یہ وہ چوٹ ہے جو مجھے جنگ خیبر کے دن لگی تھی اس پر لوگوں نے کہا کہ سلمہ شہید ہو گئے (پنڈلی میں زیادہ گہرا زخم لگنے سے) پھر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اور فریاد کی) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار دم فرمایا۔ (زخم فوراً درست ہو گیا) تو میں اس وقت تک تکلیف میں گرفتار نہیں ہوا۔ یعنی آج تک پھر مجھے تکلیف نہیں ہوئی۔

عبداللہ بن عتیک کی پنڈلی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کی درستی کے لئے فریاد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند آدمیوں کے ساتھ دشمن رسول اللہ ابو رافع یہودی کو قتل کرنے بھیجا۔ ابو رافع یہودی کو عبداللہ بن عتیک نے قتل کر دیا۔ بالاخانہ سے اترتے ہوئے آپ کا پاؤں سیڑھی سے پھسل گیا۔ گرے اور آپ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ان کے ساتھی ان کو اٹھا کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے آئے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ معاملہ بیان کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ابسط رجلک فبسطت رجلی فمسحھا فکانما لم اشتکھا قط۔ رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب فی المعجزات) "اپنا پاؤں پھیلاؤ" میں نے اپنا پاؤں پھیلایا۔ حضور نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو گویا میں نے کبھی اس کی شکایت نہ کی تھی "یعنی گویا میری پنڈلی کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی"

قدرت تصرف۔ کھجور کی لکڑی، فولادی تلوار بن گئی۔

انکسر سیف سلمۃ بن اسلم بن حریش یوم بدر فبقی اعزل

الاسلاح معہ اعطاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضیباً کان فی یدہ من عراجین بن طاب فقال اضرب بہ فاذا ھو سیف جید فلم یزل عندہ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۳۱) جنگ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ غیر مسلح خالی ہاتھ ہو کر رہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ تازیانہ کھجور کی لکڑی کا جو آپ کے ہاتھ میں تھا اسے دے کر فرمایا" اس سے وار کر" سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ وہ ایک اعلیٰ قسم کی فولادی تلوار ہے۔ وہ تلوار عمر بھر ان کے پاس رہی" اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی۔

ایضاً۔ ان عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم احد وقد ذھب سیفہ فاعطاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عسیباً من نخل فرجع فی ید عبد اللہ سیفا (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۳۱) حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگ احد میں ٹوٹ گئی اور وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے کھجور کی ایک شاخ اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ انہوں نے وہ ٹہنی پکڑی تو وہ ایک عمدہ تلوار تھی۔

؎ آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

نابینا صحابی کو اس کی درخواست پر بینائی عطا فرمائی

حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اسّی (۸۰) سال کے تھے اور بالکل نابینا ہو گئے تھے۔ ان اباہ خرج بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! میری آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں مگر ایک دن سانپ کے انڈے پر میرا پاؤں جا پڑا تو اسی وقت میری دونوں آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ فنفث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینیہ فابصر وھو یدخل الخیط فی الابرہ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۲۴) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی دونوں آنکھوں میں دم فرمایا۔ تو اس کی دونوں آنکھیں بینا ہوگئیں اور وہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے!!

حضرت محمدؐ بن حاطب کے جلے ہوئے ہاتھ کو شفا عطا فرمائی

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ دیگ میں

جل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو فوراً آرام آگیا۔ (خصائص الکبریٰ)

حضور نے ہتھیلی کی رسولی کو زائل فرمادیا

عن محمد بن عقبۃ بن شرحبیل عن جدہ عبد الرحمن عن ابیہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبکفی سلعۃ فقلت یا نبی اللہ ھذہ السلعۃ قد اورمتنی لتحول بینی وبین قائم السیف ان اقبض علیہ وعن عنان الدابۃ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ادن منی" فدنوت ففتحھا فنفث فی کفی ثم وضع یدہ علی السلعۃ فمازال یطحنھا بکفہ حتی رفع عنھا وما اری اثرھا (رواہ الطبرانی وذکرہ الحافظ الہیثمی فی مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۹۸)

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے فرمایا: "میری ہتھیلی میں رسولی تھی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی" یا رسول اللہ! یہ رسولی ہے جو بڑھ گئی ہے۔ (یہ مجھے تکلیف دیتی ہے) تلوار کا دستہ پکڑنے میں حائل ہوتی ہے اور سواری کے جانور کی باگ پکڑنے میں رکاوٹ بنتی ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے قریب آ" میں حضور کے قریب ہوا تو حضور نے میری ہتھیلی کھول کر اس میں دم فرمایا پھر اپنا ہاتھ رسولی پر رکھ کر اپنی ہتھیلی سے اسے مسلتے رہے

یہاں تک کہ رسولی کو ختم کر دیا۔ اور میں نے پھر اس رسولی کا نام تک نہ دیکھا۔

ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیئے

عن جابر قال عطش الناس یوم الحدیبیة ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ رکوۃ فتوضأ منہا ثم اقبل الناس نحوہ قالوا لیس عندنا ماء فتوضأ بہ ونشرب الا ما فی رکوتک فوضع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدہ فی الرکوۃ فجعل الماء یفور بین اصابعہ کامثال العیون قال فشربنا وتوضأنا قیل لجابر کم کنتم قال لو کنا مأۃ الف لکفانا کنا خمس عشرۃ مأۃ (مسلم اور صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۷) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حدیبیہ میں لوگ پیاس کے مارے تنگ ہو گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کے ایک چھوٹے سے ڈول میں پانی تھا۔ آپ نے اس سے وضو کیا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ کر حضور کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کی۔ "یا رسول اللہ! ہمارے پاس نہ وضو کے لئے پانی ہے نہ پینے کے لئے۔ تمام لشکر میں یہی پانی تھا جو آپ کے وضو کے کام آیا۔" یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی برتن میں اپنا ہاتھ رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں میں سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا۔ فرمایا۔ پس ہم نے اس پانی سے پیا اور وضو بھی کر لیا۔ حضرت جابر سے کہا گیا

کر تم کتنے تھے؟ فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم کو کافی ہوتا۔ ہم پندرہ سو تھے۔

کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہر چہ مے خواہی تمنا کن

اگر تو دنیا و عقبیٰ میں خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو کچھ تو چاہتا ہے ان کے حضور عرض کر کے حاصل کرلے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بحق فلاں دعا مانگنے کی تحقیق

واضح رہے کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد اور بحق فلاں کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی دعا عرض کرنا بلاشک وشبہ جائز و مستحسن ہے۔ اس کے جائز و مستحسن ہونے پر اجماع امت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یوں دعا کی۔ اسئلک بحق محمد ان تغفرلی۔ سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے یہود آپ سے توسل کرتے ہوئے کفار پر فتح کے لئے یوں دعا کرتے تھے۔ اللھم انا نستنصرک بحق النبی الامی ان تنصرنا علیھم۔ (تفسیر در منثور مطبوعہ بیروت

جلد اول صفحہ ۸۸)

خود سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وسیلہ سے اور تمام انبیاء کے وسیلہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کے لئے یوں دعا کی: "اللھم اغفر لامی فاطمہ بن اسد ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو حضور کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے رہے۔ حضور نے ان کو منع نہ فرمایا۔ تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، صالحین، علماء دین علیہم الرحمۃ بحق رسول اللہ اور اولیاء سے توسل کرتے ہوئے لفظ بحق کہہ کر دعائیں مانگتے رہے ہیں اور مسلمان آج تک اس پر عمل پیرا ہیں۔ لیکن گروہ نجدیہ وہابیہ بحق فلاں کہہ کر دعا مانگنے کو ناجائز کہتا ہے۔ ابو خالد نجدی وہابی اپنے پیشواؤں کی اندھی تقلید میں اپنے کتابچہ "قرآنی درس توحید" صفحہ ۴۴ پر فتویٰ صادر کرتا ہوا لکھتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ کو کسی کے حق کا واسطہ دینا جائز نہیں" اس عنوان کے تحت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنت میں مقام وسیلہ کے متعلق دو حدیثیں لکھ کر ان سے غلط استدلال کرتے ہوئے صفحہ ۴۵ پر لکھتا ہے "افسوس کہ آج اللہ تعالیٰ کو کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دلایا جاتا ہے کبھی کسی ولی کا اور کبھی کسی پیر کا۔ اور قرآن کی وسیلہ والی آیت کو لوگوں نے اردو زبان کے وسیلہ کے معنی میں ڈھال کر دعائیں میں اللہ کے نیک بندوں کی ذات کو وسیلہ بنانے کا

مذموم طریقہ ایجاد کرلیا ہے۔ ہر چند کہ سارے مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد اللہ کا تقرب ہے اور وہ ایمان اور نیک اعمال ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ یاایھاالذین امنوا اتقواللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔
قرآن کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں وسیلہ سے قربت اور تقرب مراد ہے اور وہ ایمان، تقوٰی اور جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اور یہی ایمان وعمل کا وسیلہ ہی وہ وسیلہ ہے جس کے حق ہونے پر سب متفق ہیں کیونکہ یہی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے"۔ ابوخالد نجدی وہابی کی یہ عبارت۔ اس کی جہالت اور سفاہت کی مظہر ہے۔ یہ ضال ومضل وہابی قرآن و حدیث کا غلط مفہوم بیان کررہا ہے اور اجماع امت کا مخالف ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب فرمایا ہے لہذا ایمان سے وسیلہ مراد لینا ممکن نہیں اور نہ اعمال صالحہ مراد وسیلہ ٹھہرتے ہیں کہ وہ تقوٰی میں داخل ہیں۔ اور تقوٰی عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب عن نواہی سے۔ اس لئے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین العطف والمعطوف الیہ کا مقتضی ہے اور وسیلہ سے مراد جہاد بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ بھی اعمال کے ساتھ تقوٰی میں داخل ہے پس وابتغو الیہ الوسیلۃ میں اللہ تعالیٰ نے جس وسیلہ کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا وہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنا ہے کہ آپ ہی خالق

اور مخلوق کے درمیان حقیقی وسیلہ ہیں اور آپ کی اتباع میں مرشد کامل وسیلہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ مرشد کامل کے وسیلہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ تک رسائی حاصل کریں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے تقرب الٰہی حاصل کریں۔

ارشادات قرآن وحدیث کے مطابق بحق فلاں کہنا جائز ہے

دعا میں بحق فلاں کہنا بلاشک وشبہ جائز اور مستحسن ہے ہر چند کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے مقبولوں کو اپنے فضل وکرم سے حق دیتا ہے اسی تفضیلی حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب بندوں کا یہ حق اپنے فضل وکرم سے اپنے آپ پر لازم کر رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ثم ننجی رسلنا والذین امنوا کذلک حقاً علینا ننج المومنین (پ ۱۱ ع ۱۵) پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے بات یہی ہے ہمارے ذمہ کرم پر حق ہے مسلمانوں کو نجات دینا۔" اور فرمایا وکان حقاً علینا نصر المؤمنین (پ ۲۱ ع ۸) اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔" مشکوٰۃ

باب الرحمۃ والشفقۃ میں ہے من ذبّ عن لحم اخیہ بالمغیبۃ کان حقًّا علی اللہ ان یعتقہ من النار۔ جو کوئی کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرنے سے روکے تو اللہ پر حق ہوگا کہ اس کو نار جہنم سے آزاد کرے" نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما من مسلم یرد عن عرض اخیہ الا کان حقًّا علی اللہ ان یّرُدَّ عنہ نار جہنم یوم القیمۃ ثم تلا ھذہ الآیۃ وکان حقًّا علینا نصر المؤمنین جو کوئی کسی کو کسی مسلمان بھائی کی آبروریزی سے روک دے تو اللہ پر حق ہوتا ہے کہ اس سے قیامت کے دن دوزخ کی آگ دور کرے۔ پھر آپ نے اس کے ثبوت کے لئے کہ اللہ پر بھی بندوں کا حق ہے یہ آیت پڑھی وکان حقًّا علینا نصر المؤمنین۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ قال کنت ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی حمار لیس بینی وبینہ الا مؤخّرۃ الرحل فقال یا معاذ ھل تدری ماحق اللہ علی العباد وماحق العباد علی اللہ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانّ حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئًا وحق العباد علی اللہ ان لا یُعذّب من لا یشرک بہ شیئًا فقلت یارسول اللہ افلا اُبشّرُ بہ الناس قال لاتبشّرھُم فیتّکلوا۔ کہ ایک دفعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے خچر پر سوار تھا اور سوائے پچھلے موڑھن کے میرے اور آپ کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی آپ نے فرمایا۔ اے معاذ تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا

حق اللہ پر کیا ہے ؟ میں نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں۔ اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کو کہ جس نے اس کے ساتھ شریک نہ کیا ہو عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں اس بات کی لوگوں کو خوش خبری دے دوں ؟ فرمایا۔ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بھروسہ کر بیٹھیں۔"

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ بندوں کا حق بھی اللہ پر ہے جو بندے مُوَحِّد ہیں نیک عمل کرتے ہیں تو اللہ پر ان کا حق مغفرت و رحمت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا حق بجالاتے ہیں تو اللہ ان کا حق نہیں بھولتا۔

نجدی وہابی مسلمانوں کو بہکانے کی خاطر کہا کرتے ہیں کہ اہل سنّت و جماعت کی کتب فقہ میں فقہا نے دعا میں بحق فلاں کہنے کو مکروہ لکھا ہے۔ لہذا بحقّ فلاں کہہ کر دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کتب فقہ میں بحق فلاں اپنی دعا میں کہنا مکروہ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق نہیں ہوتا۔ اور معتزلہ کے نزدیک بندے اپنے افعال کے خالق ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال کی جزاء حقیقۃً بندوں کا حق ہے۔ اور اہل سنّت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پس ان کے افعال کی وجہ سے عباد کا اللہ پر حقیقۃً کوئی حق

ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ باعتبار وعدہ اور رحمت کے حق تعالیٰ نے اپنی طرف سے مقرر فرما دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید و احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی حدیث میں جو لفظ بحق محمدؐ ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دعا میں بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی۔ جو کہا ہے وہ اسی مجازی و تفضیلی حق پر محمول ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے اپنی رحمت و فضل سے جو بندے کا حق مقرر فرما دیا ہے۔ یہ نہیں کہ بندے کا حق، اللہ تعالیٰ پر حقیقۃً ہے۔

چونکہ گذشتہ زمانہ میں ملحد معتزلی بکثرت موجود تھے اور دعا میں بحق فلاں کہنے سے معتزلہ کے مذہب کی طرف موہم ہوتا تھا۔ فقہاء نے یہ لفظ۔ بحق فلاں۔ مطلقاً سے ممانعت فرما دی تاکہ کسی کا خیال معتزلہ کے مذہب کی جانب نہ جائے۔ لیکن معتزلہ کے فتنہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی فقہاء کی یہ ممانعت بھی کالعدم ہو گئی کہ فقہاء کی یہ ممانعت دینی مصلحت کی بناء پر تھی۔ مستقلاً نہ تھی۔ اب وہابیہ کی ان ممانعت والی فقہاء کی عبارتیں پیش کر کے دعا بحق فلاں کو ناجائز ٹھہرانا نہ صرف یہ کہ ان کے خبث باطن اور وہابیانہ شرارت کی دلیل ہے بلکہ صریحاً قرآن و حدیث کو جھٹلانا ہے۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ۔ پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات

دیں گے۔ بات یہی ہے ہمارے ذمہ کرم پر حق ہے مسلمانوں کو نجات دینا۔ اور فرماتا ہے وکان حقاً علینا نصر المؤمنین اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں وحقّ العباد علی اللہ ان لایُعذِّب من لایشرک بہ۔ اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ نیز صحیح حدیث میں وارد ہے کہ من اٰمن باللہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وصام رمضان کان حقاً علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ۔ الحدیث۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ ہوگیا اس کا حق اللہ پر یہ کہ اسے بہشت میں داخل کرے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ ھل تدری ما حق العباد علی اللہ۔ پوری حدیث معہ ترجمہ لکھی جاچکی ہے۔

منکرین وہابیہ بتائیں کہ جب کہ اللہ تعالیٰ مختار مطلق اور مالک کامل ہے یہ اللہ پر بندوں کا حق ہونے کے کیا معنے ہوئے؟ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کے یہ ارشادات توحید کے منافی ہیں؟ یہ بالکل صحیح ہے کہ اللہ کسی کی رضا اور تمنا کا پابند نہیں مگر خدا نے اپنے محبوب کو راضی کرنے اور اس کی تمنا کو پورا کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے تو خدا اپنی بات کو پورا کرے گا۔ مایبدل القول لدیّ۔ ومن اصدق من اللہ حدیثاً۔

یہ کون کہتا ہے کہ وہ کسی کی رضا کا پابند ہے، اس کے لئے

کوئی جابر و موجب نہیں لیکن اگر وہ خود فرما دے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے اور حدیث قدسی میں خود فرمائے۔ اِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ ہم آپ کو امت کے معاملہ میں راضی کریں گے اور آپ کو دکھ نہ پہنچائیں گے تو منکرین وہابیہ کو جلن کس لئے ہوتی ہے؟ دراصل بات یہ ہے کہ گناہوں سے دل آہستہ آہستہ میلا سیاہ ہوتا ہے عبادت سے آہستہ آہستہ صاف ہوتا ہے۔ توہین نبی سے دل پر یک لخت مہر لگ جاتی ہے۔ شیطان کے دل پر آدم علیہم السلام سے بغض و تکبر و حسد کرنے پر فوراً مہر لگ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے جادوگروں کے دل فوراً دھل گئے۔ توہین انبیاء و اولیاء بدترین کفر ہے۔ انبیاء اور اولیاء کرام کی نظر کرم بہترین نعمت ہے انبیاء و اولیاء کی توہین کرنے سے وہابیہ کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (پ ۱۷ ع ۱۳) تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ وہ دل اندھے ہوئے ہیں جو سینوں میں ہیں۔" اور دلوں کا اندھا ہونا ہی غضب ہے اسی سے آدمی دین کی راہ پانے سے محروم رہتا ہے۔

الحمدللہ کہ ابو خالد نجدی وہابی کے کتابچہ "قرآنی درس توحید" میں مبنی بر تحریف قرآن اس کی غلط بیانیوں، بہتان طرازیوں، مکاریوں اور تمامتر فریب کاریوں کا پردہ بخوبی چاک ہو چکا۔ مزید طوالت سے بچنے کی خاطر فقیر اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ یہ محض وہابیہ کی تحریف قرآن د

حدیث ہی کا کرشمہ ہے جو بعض فنونِ الکلم عن مواضعہ کے مصداق اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کر کے جرم عظیم کے مرتکب ہیں۔ جو کہ عنقریب اپنے کیے کی جزا و سزا کو پہنچنے والے ہیں کہ روز قیامت دور نہیں ہے۔ تاہم ان کی یہ ساری اچھل کود بیکار ہے اور حق و صداقت اپنے مقام پر قائم و دائم ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقے میں مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور ان سے اپنی پناہ میں رکھے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ جن اور آدمی۔ جو بہت گمراہ کن ہیں۔ ایسے انسان بہت خیر خواہ بن کر لوگوں کے پاس جاتے ہیں، اگر ان کی ایک بات مان لی جائے تو آئندہ زیادہ منانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر پہلے ہی انہیں دھتکار دیا جائے

تو ہٹ جاتے ہیں۔ ان سے غافل نہ رہنا چاہیئے کہ دولت ایمان کے ڈاکو بہت ہیں۔ اللھم اعذنا منھم۔ آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین بجاہ نبیک شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ واولیاءہ وعلماء امتہ وسائر اھل السنۃ والجماعۃ اجمعین والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

حررہ الفقیر الی الرحمان
ابو الحسان حکیم محمّد رمضان علی
قادری، قریشی، غفرلہ

سنجھورو، سندھ، مورخہ ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۱۷ ہجری مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۹۶ء

طالب دعا: خاکپائے فقراء و علماء
فقیر القادری محمد مقصود حسین نوشاہی اویسی رضوی
R-31/17 گلبرگ، گلستانِ مصطفیٰ، کراچی۔ فون: 0300-2052869

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تنویر البرہان

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

○

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا وسندنا و ماوانا وملجانا وعوننا ومعیننا وغوثنا ومغیثنا ومولانا ومولی الاولین والاٰخرین محبوب رب العالمین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ واولیاء امتہ وامتہ اجمعین ط

اما بعد!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ؕ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ ومانہاکم عنہ فانتہواہ اما بعد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بہا من بعدہٖ من غیر ان ینقص من اجورھم شئ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بہا من غیر ان ینقص من اوزارھم شئ صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین

اما بعد! بندہ ہیچمدان کو شہر کے چند سُنی معززین نے ایک سوال نامہ دے کر یہ مطالبہ کیا ہے کہ فقیر سوال نامہ میں مندرج امور کی

حقیقت از رُوئے قرآن و حدیث واضح کرے سوال نامہ حسب ذیل ہے۔

۷۸۶
۹۲

بخدمت جناب مولانا حکیم محمد رمضان علی صاحب قادری

خطیب جامع مسجد غوثیہ سنجھورو، سندھ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے بعد عرض ہے کہ حال ہی میں غیر مقلدین سنجھورو نے شہر میں کچھ کتابیں مُفت تقسیم کی ہیں۔ ان کتابوں میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ تارک صلوٰۃ یا خلاف سُنّت، رواجی، رسمی یا مذہبی نماز پڑھنے والا اور ہمارے قبلہ کعبۃ اللہ کے سوائے بغداد وغیرہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے والا یا قبروں، مزاروں، خانقاہوں پر سجدہ کرنے والا اور ہمارے ذبیحہ کے سوا غیر اللہ کے نام کے ذبیحے و چڑھاوے کھانے والا مسلمان نہیں۔ (رسالہ بے نماز ص۳۸)

نیز لکھا ہے کہ تیجہ، ساتواں، چالیسواں کرنے والے اور مولود کرنے والے، گیارہویں دینے والے مسلمان نہیں ہیں، ان سے سلام کلام ناجائز ہے۔ نہ ہم مسلمانوں کے بھائی ہیں، نہ ہماری دُعا واستغفار و جنازہ کے مستحق ہیں۔ (رسالہ بے نماز ص۶۶)

نیز ایک رسالہ جو غیر مقلدین نے تقسیم کیا ہے اس میں نہایت شدّت کے ساتھ دعویٰ کیا گیا ہے کہ امام کی اقتدا کرتے ہوئے ہر مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اور جو شخص امام کے پیچھے نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی۔

اس کی وجہ سے سُنّی مسلمانوں میں عام طور پر بے چینی و پریشانی پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ غیر مقلدین برملا کہتے اور اپنے وعظ جمعہ میں کہتے ہیں کہ تیجہ، ساتواں، چالیسواں، گیارہویں دینا اور میلاد کرنا بدعت اور حرام ہے۔ اس لئے کہ ان کا کوئی ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ سُنّی مسلمان غیر اللہ کے نام پر نیاز دیتے اور پیروں فقیروں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ حرام ہے۔ ان کے یہ کام شرک وکُفر میں داخل ہیں۔ مہربانی فرماکر مندرجہ بالا مسائل کی وضاحت ازروئے شریعت فرما دیں کہ آیا یہ کام قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز اور موجب ثواب ہیں، یا وہابیہ کے کہنے کے مطابق حرام اور کفر وشرک میں داخل ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ صحیح صورت شرعیہ جلد واضح فرما دیں گے تاکہ حق ظاہر ہو اور بے چینی ختم ہو، اطمینان حاصل ہو۔

فقط دستخط، محمد اقبال انسپکٹر ٹاؤن کمیٹی سنجھورو، دستخط زردار خان منشی ٹاؤن کمیٹی، دستخط چوہدری نذیر احمد زمیندار کریانہ مرچنٹ سنجھورو، دستخط غلام نبی اسکول ماسٹر سنجھورو، دستخط محمد اقبال رشید، مالک اقبال میڈیکل اسٹور سنجھورو، دستخط محمد جعفر بی اے فائنل جامعہ تعلیم ملی کالج کراچی۔

دستخط شاہ محمد عطا سنجھورو، دستخط زاہد حسین بی ایس سی گورنمنٹ کالج حیدر آباد۔

دستخط مبارک احمد قادری سنجھورو، دستخط چوہدری مبارک احمد زمیندار سنجھورو۔

دستخط الجواب وھو الموافق وھو المستعان۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمّا بعد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ

وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (پ ۷، ع ۲) صَدَقَ

اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

ترجمہ: "اے ایمان والو! پاک چیزوں کو جنھیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے حرام نہ ٹھہراؤ اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

واضح رہے کہ فی زمانہ فرقہ ضالہ غیر مقلدین جو دعویٰ اہلحدیث کا کرتے اور اپنے مختصر سے گروہ کو موحد اور مسلمان جانتے اور سارے مسلمانوں کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں، فہم القرآن سے بے بہرہ، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حدیث نفس کے تابع ہیں۔ ان کی اصل خوارج سے ہے۔ جن سے ان کا ایک بڑا پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی ہجری میں ملک نجد میں ہو گزرا ہے۔ جس نے خارجیوں کے طریقہ پر چلتے ہوئے قرآن و حدیث کی تاویلات فاسدہ کے سہارے تمام مسلمانوں کو کافر اور واجب القتل قرار دیا۔

مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور کربلائے معلیٰ غرضیکہ نجد و حجاز میں اس کے اور اس کی جماعت وہابیہ کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ مسلمان مقتول اور لاکھوں تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ (ملاحظہ ہو کتاب التوحید، شہاب ثاقب اور شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک وغیرہ کتب وہابیہ)

خوارج کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھما انطلقوا الیٰ ایات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین (بخاری صحیح جلد ۳ ص ۱۰۲۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو بدترین خلائق جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ خارجی لوگ کفار کے حق میں نازل شدہ آیات قرآن کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

یعنی جن آیات میں بتوں کی تردید اور بت پرست مشرکین و کفار کی مذمت وارد ہے۔ ان آیات کی تاویلات فاسدہ کرتے ہوئے بتوں کی جگہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام کو اور مشرکین و کفار کی جگہ مسلمانوں کو مراد لیتے ہیں۔ اور اسی بناء پر جن آیات میں مشرکین و کفار کے خلاف جہاد و قتال ثابت کرتے اور مسلمانوں کے جان و مال کو حلال قرار دیتے ہیں۔

موجودہ وہابی بھی اپنے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کی اتباع میں خارجیوں کے مسلک پر چلتے ہوئے اپنے علاوہ سارے مسلمانوں کو مشرک و کافر کہتے ہیں اور بات بات پر بدعت و شرک اور کفر کے فتوے صادر کرتے رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر سوالنامہ میں مندرجہ مولویوں کے فتاویٰ کو ہی دیکھ لیں کہ لوگ مسلمانوں کو زبردستی کافر ٹھہرانے کی خاطر مسائل کو کس طرح توڑ مروڑ کر اور سیدھے سادے مسائل کو الجھا کر کیوں کر غلط مطلب نکالتے اور پھر اہلسنت و جماعت پر افتراء و بہتان طرازی کرتے ہوئے غلط

فتوے لگاتے اور انہیں اسلام سے بے دھڑک خارج قرار دیتے ہیں۔

وہابیہ نے رسالہ بے نماز میں مندرجہ ذیل دس امور کی بناء پر فرزندانِ توحید کو کافر قرار دیا ہے۔ نمبر ا۔ ترک نماز ۲۔ خلاف سُنّت رواجی، رسمی نماز پڑھنا ۳۔ مذہبی نماز پڑھنا ۴۔ کعبۃ اللہ کے سوائے بغداد وغیرہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنا ۵۔ قبروں، مزاروں، خانقاہوں پر سجدہ کرنا ۶۔ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ۷۔ چڑھاوے کھانا ۸۔ تیجہ، ساتواں، چالیسواں کرنا۔ ۹۔ گیارہویں دینا ۱۰۔ مولود کرنا۔ اور صاف لکھا ہے کہ ان امور کے مرتکب مسلمان نہیں ہیں۔ ان سے سلام و کلام ناجائز ہے۔ نہ ہم مسلمانوں کے بھائی ہیں نہ ہماری دُعا و استغفار و جنازہ کے مستحق ہیں۔

اگرچہ علمائے اہلسُنّت وجماعت امور مندرجہ بالا کے دندان شکن جوابات بارہا دے چکے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ علمائے حق قرآن وحدیث کی روشنی میں ان مسائل کی وضاحت مسلسل کرتے رہتے ہیں۔ نیز اس سلسلے میں بلند پایہ تصانیف شائع ہو چکی ہیں اور مناظروں میں وہابیہ ہر بار عبرت ناک شکست کھا چکے ہیں۔ تاہم یہ لوگ اس قدر ڈھیٹ ہیں کہ جب کبھی ان کی رگِ نجدیت پھڑکتی ہے، انہی گھسے پٹے مسائل کو اچھالنے لگ جاتے ہیں اور بار بار مُنہ کی کھانے کے باوجود اپنی روایتی فتنہ انگیزی سے باز نہیں رہتے۔

چونکہ اب یہاں پھر نئے سرے سے یہ فتنہ جگایا گیا ہے۔ انہوں نے کتابیں مفت تقسیم کر کے سیدھے سادے مسلمانوں کو بہکانے کی کوشش

پھر سے شروع کردی ہے۔ اور نجھورو کے احباب نے فقیر سے ان امور کی وضاحت طلب کی ہے۔ تو حسب فرمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ اُلْجِمَ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ (احمد وابوداود والترمذی و رواہ ابن ماجہ عن انس (مشکوٰۃ کتاب العلم)

"جس سے علمی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر اسے چھپائے توقیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔" (اعاذنا اللہ منہم)

فقیر کے لئے ضروری ہوگیا کہ ان امور کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصراً صحیح صورت حال واضح کردے اور رحمت خداوندی سے کچھ بعید نہیں کہ میری یہی حقیر خدمت دین ناظرین کے لئے ذریعۂ ہدایت اور منکرین پر حجت اور میرے لئے ذریعہ نجات بن جائے۔ آمین یارب العالمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلّم اجمعین۔

؎ رحمت حق بہا نمے جوید
رحمت حق بہا نمے جوید!

سوالنامہ میں فاتحہ خلف الامام کے متعلق بھی وضاحت طلب کی گئی ہے، انشاء اللہ العزیز اس مسئلہ کی تحقیق میں ایک علیحدہ مستقل رسالہ شائع کرنے کی کوشش کروں گا۔

وہابیہ نے دس امور کی بناء پر مسلمانوں کو اسلام سے قطعاً خارج کر کے کافر قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق نمبروار درج ہے۔

۱۔ ترک نماز: وہابیہ نماز نہ پڑھنے والے مسلمانوں کو قطعًا کافر قرار دیتے

ہیں۔ ان کا یہ فتویٰ قرآن وحدیث کے خلاف اور غلط ہے۔

یہ صحیح ہے کہ نماز اسلام کا ایک نہایت اہم رکن ہے۔ قیامت کے روز ایمان کے بعد نماز کے متعلق ہی پرسش ہوتی ہے۔ قرآن وحدیث میں نماز کی سخت تاکید کی گئی ہے اور تارک نماز کے لئے شدید وعید وارد ہے۔ حتیٰ کہ نماز کو کفر و اسلام کے درمیان علامت ممیزہ قرار دیا گیا ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمان یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی مسلمان بے نماز بھی ہو سکتا ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تعلیمات قرآن و حدیث کا مفہوم صحیح فہم نہ ہونے کے باعث وہابیہ ظاہری الفاظ پر دارومدار رکھتے ہوئے تارک نماز کو کافر قرار دے کر اپنی کج فہمی و نادانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ کفر و ایمان کا تعلق اعتقاد باطنی سے ہے۔ اور مسلم و غیر مسلم ہونے کا دارومدار ظاہری اعمال پر ہے۔ ہر "مومن" لازماً مسلمان ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر مسلمان مومن بھی ہو۔

پس اصولاً جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اقرار و اعلان کرتا ہو اور ضروریات دین کا منکر نہ ہو، اسے مسلمان تسلیم کیا جائے گا اور احکام اسلام اس پر جاری ہوں گے۔ اس کے اعمال فرائض میں بوجہ غفلت یا سستی کوتاہی کرنے کی بناء پر اسلام سے خارج اور کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (قرآن)

اللہ تعالیٰ یہ جرم ہرگز معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو

شریک ٹھہرایا جائے اور شرک کے علاوہ دوسرے جرائم وگناہ جسے چاہے بخش دے گا۔"

اور ظاہر ہے کہ ترک نماز شرک میں داخل نہیں۔ پس فرمانِ الٰہی کی رو سے بے نمازی کی بخشش کی امید ہے۔ اور بے نمازی کی بخشش کی امید ہونے کے تحت ثابت ہوا کہ ترک نماز کافر نہیں۔

۲۔ عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس صلوٰۃ افترضهن اللہ تعالیٰ من احسن ومنوءهن وصلاهن لوقتهن واتم رکوعهن وخشوعهن کان لہٗ علی اللہ عهدٌ ان یغفرلہ ومن لم یفعل فلیس لہٗ علی اللہ عهدٌ ان یغفرلہ ومن لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عهدٌ ان شاء غفرلہٗ وان شاء عذبہ۔

رواہ احمد وابوداؤد وردی مالک ونسائی نحوہ

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں۔ جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں صحیح وقت پر ادا کرے اور ان کا رکوع و خشوع پورا کرے۔ اس کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے بخش دے۔ اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ کا وعدہ نہیں، اگر چاہے بخشے، اگر چاہے اسے عذاب دے۔ اس حدیث کو اس طرح امام احمد اور امام ابوداؤد اور امام مالک اور امام نسائی نے روایت فرمایا ہے۔ (رضی اللہ عنہم)

اس حدیث کے تحت شیخ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں " دریں حدیث دلیل ست بر آنکہ تارک صلوٰۃ کافر نیست و مرتکب کبیرہ واجب نیست تعذیب دے و مخلد نیست درنار چنانچہ مذہب اہلسنت وجماعت است " (اشعۃ اللمعات جلد اول صر۲۸۱)

ترجمہ: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ تارک نماز کافر نہیں اور مرتکب گناہِ کبیرہ کو عذاب میں مبتلا کرنا واجب نہیں اور وہ (کفار کی طرح) ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہے گا۔ جیساکہ اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے"۔

نیز اسی حدیث کے تحت مرآت شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

معلوم ہوا کہ بے نمازی کافر نہیں اور ترک نماز کفر نہیں اس لئے کہ کفر کی بخشش نہیں ہوتی۔ حسب فرمانِ الٰہی " اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ اَوْ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰالِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ " اس آیت میں شرک بمعنے کفر ہے"۔

فرمان نبوی کی رو سے ثابت ہوا کہ ترک نماز کافر نہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک نماز کو کافر قرار نہیں دیا، تو پھر ان کج فہم وہابیہ کو یہ حق کہاں سے حاصل ہوگیا کہ تارک نماز کو مطلقًا کافر اور خارج از اسلام قرار دیں۔

۲۔ عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا

فَقَدْ كَفَرَ ۔ رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ
(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ معاہدہ جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ نماز ہے تو جس نے اسے چھوڑ دیا یقیناً کفر کیا۔

ان سے مراد منافقین ہیں۔ یعنی مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان نماز ہی ایک وہ چیز ہے جو منافقوں کے لئے وجہ ایمان ہے۔ کہ اسی کی وجہ سے ہم انہیں قتل نہیں کرتے اور ان پر اسلامی احکام جاری کرتے ہیں۔ اب جو منافق نماز چھوڑ دے گا اس کا کفر ظاہر ہو جائے گا۔ اور وہ لائق قتل ہوگا۔ نماز چھوڑنے سے منافقین کا کفر ظاہر ہو گیا۔ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ فرمایا۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مطلقاً بے نمازی کافر ہے۔
(مرآت شرح مشکوٰۃ)

منافق اسے کہتے ہیں جو عقیدۃً دل سے ایمان کو قبول نہ کرے اور بظاہر زبان سے کلمہ پڑھے۔ اور مسلمانوں میں شامل ہو۔ پس منافق مومن نہ ہوا کہ عقائدِ باطنی کے لحاظ سے کافر ہے۔ مگر چونکہ وہ ظاہری اعمال اسلامی بجا لاتا اور مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا ہے اس لئے اسے مسلمان شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس پر اسلامی احکام جاری ہوتے ہیں۔ پس اگر منافق نماز بھی چھوڑ دے جو اس کے کفر پر پردہ تھی تو اس کے کافر ہونے میں کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ اور وہ اسلامی احکام سے خارج ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث مومن کے بارے میں وارد نہیں۔ وہابی مولوی منشا حدیث کے خلاف تاویل فاسد سے اس حدیث کو مومنین پر چسپاں کرتے ہیں اور مومن کو ترک نماز کی وجہ سے زبردستی کافر ٹھہراتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

۴۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بین العبد و بین الکفر ترک الصلوٰۃ۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ)
بندے اور کفر کے درمیان نماز کو چھوڑنا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بے نماز قریب کفر ہے یا اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے یا ترک نماز سے مراد نماز سے انکار ہے۔ یعنی نماز کا منکر کافر ہے۔ (مرآت)

شیخ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ وایں تغلیظ وتشدید ست بر ترک نماز و اشارت است بہ آنکہ تارک الصلوٰۃ نزدیک ست کہ کافر گردد و نزد اصحاب ظواہر کافر است۔ واز بعض صحابہ نیز چیز ہا مروی ست کہ نزدیک بہ تکفیر ست و نزد بعض علماء کہ شافعی و مالک از ایشانند واجب ست قتل وے اگرچہ کافر نہ گردد و نزد حنفیہ واجب ست ضرب و حبس در زندان تا وقتیکہ بگذارد نماز را (اشعۃ اللمعات)

"یہ حدیث ترک نماز پر تغلیظ و تشدید کے لئے اور اشارۃً بتایا گیا ہے کہ تارک نماز کافر ہو جانے کے قریب ہے۔ الفاظ کے ظاہری معنے لینے والے بے نماز کو کافر کہتے ہیں اور بعض صحابہ سے بھی ایسی چیزیں مروی ہیں جو تکفیر کے

نزدیک ہیں اور بعض علماء کے نزدیک جن میں سے امام
شافعی اور امام مالک ہیں فرماتے ہیں کہ بے نمازی اگرچہ
کافر نہیں تاہم بے نماز کو (بطور سزا) قتل کرنا واجب ہے۔
اور حنفیوں کے نزدیک تارک نماز کو مارپیٹ کی جائے۔
اور جیل میں اس وقت تک قید رکھا جائے جب تک
وہ نمازی نہ بن جائے۔"

اس حدیث اور اس کی شرح سے واضح ہوا کہ بے نمازی کافر نہیں ہوتا۔ بلکہ ترک نماز پر اصرار اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ اگر اس حدیث کے یہ معنے نہ کئے جائیں تو قرآن مجید کی آیتِ مُبارکہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور حضرت عبادہ بن صامت والی حدیث اور اسی طرح کی دوسری حدیثوں کے درمیان تعارض واقع ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مومن کو ترک نماز کی وجہ سے مطلقًا کافر قرار دے دینا وہابیہ کی سخت غلطی اور بہت بڑی زیادتی ہے۔

نمبر۲: خلافِ سُنّت، رسمی، رواجی نماز پڑھنا۔

خدا جانے وہابیہ اس سے کیا مراد لیتے ہیں کہ اس کے تحت بے چارے نماز پڑھنے والے مسلمانوں کو بھی نہیں بخشا گیا اور بڑی فراخدلی کے ساتھ نمازی مسلمانوں پر بھی کفر کا فتویٰ جڑ دیا گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان خدائی فوجداروں کے نزدیک جو مسلمان نماز میں ان کی سی حرکات نہیں کرتے، یعنی نماز کی حالت میں ٹانگیں چوڑی

کر کے کھڑے نہیں ہوتے ۔ پہلوان کی طرح اکڑ کر سینہ ابھار کر کہنیوں پر بانہ نہیں رکھتے ۔ چیخ چلا کر آمین نہیں کہتے ۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے اور رفع یدین نہیں کرتے ، ان مسلمانوں پر بھی کفر کا فتویٰ لگا کر دل کا بخار نکالا گیا ہے ۔

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ لوگ اہلِ اسلام کو کافر ٹھہرانے میں کس قدر بے باک ہیں ۔ ان کے فتوے کی رو سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لے کر زمانہ حال تک مسلمانوں کی غالب اکثریت کافر قرار پاتی ہے ۔ مومنین ، صالحین ، علمائے کرام ، اولیائے عظام مجتہدین ، مفسرین ، محدثین ، تبع تابعین اور آسمان کے ستاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان تک وہابیوں کے اس شیطانی فتویٰ کی زد میں آجاتے ہیں ۔ اور اگر آپ مزید غور فرمائیں تو آپ محسوس کر کے کانپ اٹھیں گے کہ ان کے فتوے کی زد (خاک بدہن وہابیہ) شفیع المذنبین ، رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پڑھتی ہے ۔ (نعوذ باللہ منہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اس لئے کہ اہلِ سنت وجماعت حنفی مسلمان جس طریقہ پر نماز پڑھتے ہیں اس کا سلسلہ علما ، وصلحا ، آئمہ مجتہدین ، مفسرین ، محدثین ، تبع تابعین اور تابعین کے ذریعے صحابہ کرام علیہم الرضوان تک پہنچتا ہے ۔ اور صحابہ کرام نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھا ۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ اختلافات روایات کے تحت بعض علماء و

مجتہدین رفع یدین کرنے آمین بالجہر کہنے اور فاتحہ خلف الامام کے بھی قائل ہیں۔ مگر غیر مقلدین وہابیہ کی طرح یہ کسی نے نہیں کہا کہ جو مسلمان رفع یدین نہ کرے، آمین بالجہر نہ کہے اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے وہ کافر ہے اور جمہور علمائے اُمت اور مجتہدین جو رفع یدین آمین بالجہر اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں کو ہرگز کافر قرار نہیں دیتے۔

دراصل یہ اختلاف فقہی، اجتہادی اور فروعی حیثیت رکھتا ہے۔ اور حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسلمانان اہلسنّت اپنے اپنے امام مجتہد کی اتباع میں نماز پڑھتے اور فروعی اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کے خلاف بغض و عناد اور تعصب یا دشمنی نہیں رکھتے، اور نہ ہی ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں بلکہ نہایت خلوص و محبت کے ساتھ ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں اور برادرانہ مل جل کر تمام امور بجالاتے ہیں مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ شرذمہ قلیلہ وہابیہ اپنے پیشوا ابنِ عبدالوہاب نجدی کی پیروی میں اپنے مختصر سے گروہ وہابیہ کے سوا دوسرے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتا اور خانہ ساز آئین وہابیہ کی رو سے بات بات پر کفر و شرک کے فتوے داغنے سے باز نہیں رہتا۔ (نعوذ باللہ من شرور الوھابیہ)

نمبر۳: مذہبی نماز پڑھنا۔

جہالت کی انتہا ہے کہ وہابیہ نے مذہبی نماز پڑھنے والے پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ یہ امر ان کے خبث باطن کا آئینہ دار ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مقلدین آئمہ اربعہ، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلمانان

اہل سُنت و جماعت کافر ہیں کہ فقہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔ اب کوئی غیر مقلدین سے پوچھے تو سہی۔ اگر مقلدین ائمہ اربعہ مذہبی نماز پڑھتے ہیں تو کیا تم لوگ لامذہب ہو؟ تمہارا کوئی مذہب نہیں، آیا تم لوگ غیر مذہبی نماز پڑھتے ہو۔ اگر امام مجتہد کا مقلد ہونا ایک مذہب ہے تو غیر مقلد ہونا بھی ایک مذہب ہے۔ اگر مقلدین بحیثیت مقلد ہونے کے اپنے امام کی تقلید میں مذہبی نماز پڑھتے ہیں، تو تم بھی عدم تقلید میں دم بھرنے کے باوجود اپنے امام کی تقلید میں مذہب غیر مقلدیت کے تحت مذہبی نماز پڑھتے ہو۔

پس اگر مقلدین اپنے امام کی تقلید میں مذہبی نماز پڑھنے کی وجہ سے کافر ہیں تو تم بھی اپنے فتویٰ کے بموجب مذہب عدم تقلید کی تقلید میں مذہبی نماز پڑھنے کی وجہ سے کافر ٹھہرتے ہو۔ بتاؤ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اگر کوئی غیر مقلد ہمت کر کے یہ کہے کہ ہم کسی امام کے مقلد نہیں۔ ہم حدیث کے مطابق نماز پڑھتے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ یا تو وہ خود دھوکہ میں مبتلا ہے یا دوسروں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث کی کتابوں میں ایک ایک امر کی مختلف اور بظاہر متضاد روایات پائی جاتی ہیں تو عمل بالحدیث کا مدعی ایک امر کے متعلق مختلف یا متضاد روایات حدیث پر کیونکر عمل کرے گا۔ ایک امر کے متعلق بہ یک وقت ایک ہی حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے نہ کہ سب حدیثوں پر۔

پس جب مدعی عمل بالحدیث ایک حدیث پر عمل کرتا ہے تو اس امر کے متعلق دوسری احادیث عمل سے رہ جائیں گی۔ اور اس کا دعویٰ باطل

ہوجائے گا۔ کیونکہ دعوائے عمل بالحدیث کا تقاضا تو یہ ہے کہ مدعی کا عمل ہر حدیث پر ہو۔

مثلاً رفع یدین کے متعلق ایک روایت میں اثبات ہے۔

عن سالم عن ابیہ قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدین حتی یحاذی منکبیہ وقبل عن یرکع واذا رفع من الرکوع ولا یرفعہما بین السجدتین (مسلم جلد ۱ صہ ۱۶۸)

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع سے اُٹھتے ہوئے بھی رفع یدین فرماتے۔ اور سجدہ کے درمیان ہاتھوں کو نہ اُٹھاتے۔

اور دوسری حدیث میں اس کی نفی ہے۔ امام النسائی نے روایت کیا۔

حدثنا سوید بن نصر ثنا عبد اللّٰہ بن المبارک عن سفیان الی آخر السند ولفظہ فقام فرفع یدیہ اوّل مرۃ ثم لم یعد قال العلامۃ الھاشم المدنی فی کشف الرین عن مسئلۃ رفع الیدین ان اسناد النسائی علی شرط الشیخین (حاشیہ مسلم جلد ۱ صہ ۱۶۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس آپ نے پہلی بار تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا پھر نماز میں،

(رکوع میں جاتے ہوئے یا رکوع سے اُٹھتے ہوئے یا کسی دوسرے موقع پر) رفع یدین نہ فرمایا۔

اور تیسری روایت میں امام بخاری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد اوّل سے اٹھتے ہوئے رفع یدین فرماتے تھے۔

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں۔ وصح ایضامن حدیث ابی حمید الساعدی رواہ ابوداؤد والترمذی باسانید صحیحہ وقال ابوبکر المنذر وابوعلی الطبری من اصحابنا وبعض الحدیث یستحب ایضافی (السجود مسلم جلد ۱ ص ۱۶۸)

تشہد اوّل سے اُٹھتے وقت رفع یدین کے ثبوت میں ابوحمید الساعدی سے بھی صحیح حدیث مروی ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور ہمارے اصحاب سے ابوبکر بن المنذر اور ابوعلی الطبری اور بعض محدثین کا قول ہے کہ سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔

اور پھر اس کے برعکس دارقطنی نے حضرت برار ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا: انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتیٰ حاذی بھما اذنیہ ثم لم یعد الی شئی عن ذالک حتیٰ فرغ من صلوٰتہ

انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا جب کہ حضور نے نماز شروع کی تو ہاتھ اتنے اٹھائے کہ کانوں کے مقابل کر دیئے پھر نماز سے فارغ

ہونے تک کسی وقت ہاتھ نہ اٹھائے۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کان لا یرفع یدیہ الّا عند افتتاح الصلوٰۃ ثمّ لا یعود بشیٔ من ذالک (فتح القدیر، ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم صرف شروع نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے، پھر کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاتے تھے

ناظرین غیر جانبداری کے ساتھ غور فرمائیں کہ بعض احادیث میں تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کا ذکر ہے اور بعض میں تشہد اول سے اُٹھتے ہوئے بھی رفع یدین مذکور ہے اور بعض میں دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کا بیان موجود ہے اور پھر بہت سی صحیح احادیث میں وارد ہے کہ سوائے تکبیر تحریمہ کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے نماز سے فارغ ہونے تک کوئی رفع یدین نہ فرمایا۔ تو اب بتایا جائے کہ جو شخص حدیث پر عمل کرنے کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ میں حدیث کے مطابق نماز پڑھتا ہوں، وہ صرف ایک رفع یدین کے معاملے میں ہی ان تمام مختلف احادیث پر کس طرح عمل کرے گا۔ اس لئے اگر اس نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے ہاتھ اٹھائے جیسے کہ غیر مقلدین وہابیہ کا عمل ہے تو تشہد اول سے اٹھتے ہوئے رفع یدین والی حدیث پر اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کی حدیث پر عمل رہ جاتا ہے۔ اور پھر اگر وہ تشہد اول سے اُٹھتے ہوئے اور

سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرے یعنی رفع یدین والی ساری حدیثوں پر عمل کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے تشہد اول سے اٹھتے وقت اور سجدوں کے درمیان ہر جگہ رفع یدین کرے تو پھر اس صورت میں بھی ان ساری احادیث پر عمل کرنا رہ جاتا ہے، جن میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوائے تکبیر تحریمہ سے نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہ فرمایا۔

مختصر یہ کہ رفع یدین کرتا ہے تو نفی کی حدیثوں کا مخالف بنتا ہے۔ اور اگر نہیں کرتا تو اثبات والی روایات حدیث کے خلاف ہوتا ہے۔

نیز اگر رفع یدین کرتے ہوئے کندھوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے تو کانوں تک ہاتھ اٹھانے والی حدیث کا تارک اور مخالف بنتا ہے۔ اور اگر کانوں تک ہاتھ اٹھائے تو کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی حدیث ترک ہوجاتی ہے۔ رفع یدین کے بعد قرأت خلف الامام کے مسئلہ کو لیجئے تو یہاں بھی یہی صورت موجود ہے کہ امام کی اقتدا میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے ثبوت میں وہ روایات بھی آپ کو ملتی ہیں جن پر غیر مقلدین ناز کرتے اور عمل کرتے ہیں اور ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے بچنے کے لئے یہ لوگ طرح طرح کے حیلے اور بہانے تراشتے نظر آتے ہیں۔

الغرض مدعیان عمل بالحدیث اس مسئلہ میں بھی ساری حدیثوں پر عمل کر کے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

عن عبادة بن الصامت يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم لا صلوٰة لمن يقرأ بفاتحة الكتاب (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من صلی صلوٰة ثم لم یقرأ فیها بام القرآن فهی خداج ثلاثا غیر تمام فقیل لابی هریرة انا نکون وراء الامام فقال اقرأ بها فی نفسك الحدیث (مسلم جلد اول ۱۶۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے نماز پڑھی اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناتمام ہے۔ تین مرتبہ فرمایا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ نے یہ حدیث بیان کی تو ان سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو اس صورت میں ہم سورۂ فاتحہ کیونکر پڑھیں۔ تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا، سورۂ فاتحہ اپنے دل میں پڑھ لو۔ نیز اس کے برعکس ایسی روایات بھی بکثرت موجود ہیں جن سے بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔

واخرج البیهقی عن ابی هریرة مرفوعا کل صلوٰة لا یقرأ فیها بام القرآن فهی خداج الا صلوٰة خلف الامام۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو ناتمام ہے مگر امام کے پیچھے نہیں۔

وعن ابن عباس مرفوعا کل صلوٰة لا یقرأ فیها بفاتحة الکتاب فلا صلوٰة الا وراء الامام (بیہقی)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں ہوتی، مگر امام کے پیچھے"۔

اب اگر مدعی عمل بالحدیث امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو ان حدیثوں کا تارک اور مخالف ٹھہرتا ہے۔ جن میں ممانعت ہے۔ اور اگر نہیں پڑھتا تو یہ بظاہر ان حدیثوں کے خلاف ہوتا ہے جن میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی تاکید ہے۔

مسئلہ:۔ آمین کے متعلق بھی مختلف روایات ملاحظہ ہوں۔

ابوداؤد میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قراء ولا الضالین قال امین ورفع بها صوته

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو فرماتے آمین اور اپنی آواز کو اونچا فرماتے۔

ابن ماجہ میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعھا اھل الصف الاول فیرتج بها المسجد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھتے تو فرماتے آمین۔ حتیٰ کہ پہلی صف والے سن لیتے۔ پس آمین کی آواز سے مسجد گونج جاتی۔

ابوداؤد ترمذی۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قراء غیر المغضوب علیھم ولا الضالین، فقال آمین وخفض بہ صوتہ

فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے سُنا، پس آپ نے فرمایا، آمین اور اپنی آواز پست (آہستہ) رکھی۔

امام احمد، ابوداؤد طیالسی، ابو یعلی موصلی، طبرانی، دارقطنی اور حاکم نے "مستدرک" میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، حاکم نے فرمایا اس کی سند نہایت صحیح ہے۔

عن وائل بن حجر انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین قال آمین واخفی بھا صوتہ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، پس جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو فرمایا۔ آمین۔ اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔

عینی شرح ہدایہ نے حضرت ابو معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی۔ عن عمر ابن الخطاب قال یخفی الامام اربعًا

التعوذ بسم الله امین وربنا لك الحمد

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، امام چار چیزوں کو آہستہ کہے۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور ربنا لک الحمد۔ اس کے علاوہ دیگر امور کے متعلق بھی مختلف روایات کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں۔

نمازِ چاشت

عن عائشة انها قالت ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی سبحة الضحی قط وانی لا سبحها وان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدع العمل وهو یحب ان یعمل به خشیة ان یعمل به الناس فیفرض علیهم

حضور ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کبھی بھی نمازِ چاشت پڑھتے نہیں دیکھا اور اس کے باوجود میں نمازِ چاشت پڑھتی ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پسندیدہ اعمال کو اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ حضور کو وہ عمل کرتے دیکھ کر لوگ بھی وہ عمل کرنے لگیں، تو کہیں وہ عمل ان پر فرض قرار نہ دے دیا جائے۔

اس کے متصل یہ روایت بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی منقول ہے کہ حضرت یزید الرشک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ:

انها سألت عائشة کم کان یصلی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم صلوٰۃ الضحیٰ قالت اربعا رکعات و یزید ماشاء (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۹)

انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چاشت کی کتنی رکعت پڑھتے تھے؟ فرمایا چار رکعت اور جس قدر چاہتے اس سے زیادہ بھی پڑھ لیتے۔

پہلی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کبھی نمازِ چاشت پڑھتے نہیں دیکھا اور دوسری روایت میں خود عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چار رکعت نمازِ چاشت پڑھتے تھے۔ اور چاہتے تو زیادہ بھی پڑھتے۔

اور دیکھئے:۔ عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی قال ما اخبرنی احد انہ رأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحی الا اُمّ ھانی فانھا حدثت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل بیتھا یوم فتح مکۃ فصلی ثمان رکعات۔ الحدیث (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مجھ کو اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کسی اور نے خبر نہیں دی کہ اُس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نمازِ چاشت پڑھتے دیکھا ہے۔ حضرت اُمِ ہانی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر تشریف لائے اور نماز چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔

اس حدیث میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے۔ اور پھر ملاحظہ ہو۔

عن ابی ھریرۃ قال اوصانی خلیلی ثلاث۔ صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر ورکعتی الضحی وان اوتر قبل ان ارقد۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۰)

"مجھے میرے خلیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ (ایک یہ کہ) ہر ماہ تین دن روزہ رکھا کروں (دوم یہ کہ) نماز چاشت دو رکعت پڑھا کروں (سوم یہ کہ) سونے سے پہلے نمازِ وتر پڑھ لیا کروں۔"

اس حدیث میں دو رکعت نمازِ چاشت کا حکم ہے۔

اور اب آپ کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق روایات ملاحظہ فرمائیں۔ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی ان یشرب الرجل قائما قال قتادۃ فقلنا فالاکل فقال ذاک اشرّ او اخبث۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی کھڑا ہو کر کچھ پیئے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر ہم نے آپ سے کھڑے ہو کر کچھ کھانے سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ یا یہ فرمایا کہ یہ اس سے بھی زیادہ خبیث کام ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے۔ عن ابی سعید الخدری انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زجر عن الشرب

قائمًا (مسلم جلد ۲ ص۱۷۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے سختی کے ساتھ ڈانٹ کر روکا ہے۔ اور اس کے برعکس بخاری شریف میں ہے۔

انّ علیًّا شرب قائمًا وقال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فعلَ کما رأیتمونی فعلتُ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا، جس طرح تم نے مجھ کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا ہے۔

اب کوئی غیر مقلد یا ان کا کوئی حامی بتلائے کہ مندرجہ بالا احادیث پر کوئی شخص کیونکر عمل کر سکتا ہے، اگر کوئی بلند آواز سے آمین کہے تو آہستہ آواز سے آمین کہنے والی احادیث کے خلاف عمل ہوتا ہے اور آہستہ کہے تو بلند آواز سے کہنے کی احادیث کی مخالفت ہوتی ہے۔

نمازِ چاشت کے متعلق احادیث میں بظاہر اس قدر تضاد واقع ہے کہ بعض روایات کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چار رکعت پڑھنا۔ بعض سے آٹھ رکعت ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور ان سب کے برعکس پہلی روایت میں حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے نمازِ چاشت پڑھتے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

اب کوئی مائی کا لال نمازِ چاشت کی حدیثوں پر اس طرح عمل کر کے دکھائے کہ کوئی حدیث عمل سے نہ رہ جائے۔ نیز مندرجہ بالا آخری روایات میں کھڑا ہو کر پینے کی ممانعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے تو کھڑے ہو کر پینا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عملاً ثابت ہے۔ پس بادی النظر میں اگر کوئی شخص کھڑا ہو کر پیتا ہے تو ممانعت کی حدیث کے خلاف اور اگر کھڑا ہو کر نہیں پیتا تو کھڑا ہو کر پینے والی حدیث کا مخالف ٹھہرتا ہے۔

پھر قصہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ نماز کے دیگر امور اور نماز کے علاوہ شریعت کے دیگر بہت سے امور میں بھی اسی طرح مختلف احادیث ہیں۔ جن کے پیشِ نظر عمل بالحدیث کا مدعی ہر قدم پر بعض احادیث کا تارک و مخالف رہتا ہے اور اس طرح اس کا دعوائے عمل بالحدیث سراسر لغو اور باطل ٹھہرتا ہے۔

اگر کوئی وہابی ہمت کر کے مقابلہ پر آئے تو فقیر صحاح ستہ و دیگر معتبر کتب احادیث سے ایسی بہت سی روایات حدیث پیش کرنے کو تیار ہے جس پر یہ مدعیان عمل بالحدیث سرے سے عامل ہی نہیں ہیں۔ نیز بہت سی ایسی روایاتِ حدیث جن پر ان شتر بے مہار وہابیہ کا ایمان ہی نہیں ہے۔ یہ خوارج الاصل ان صحیح احادیث کے خلاف عقیدہ و عمل رکھتے ہیں۔

بہر حال اس بحث کے نتیجے میں ثابت ہوا کہ عمل بالحدیث کا کوئی مدعی کسی صورت تمام احادیث پر عامل ہونے کا عملاً ثبوت پیش نہیں

کر سکتا۔ خواہ کچھ بھی کرلے۔ اگر اس کا عمل بعض احادیث کے موافق ہو گا تو بعض احادیث کا تارک یا مخالف ضرور رہے گا۔ الغرض مدعی عمل بالحدیث ایسی مشکل میں پھنس جاتا ہے کہ نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس مشکل سے بچانے کے لئے رحمۃ اللعالمین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ۔ (الحدیث)

(مشکوٰۃ باب الاعتصام)

"تم پر میری سنّت اور خلفائے راشدین کی سنّت پر عمل کرنا فرض ہے"

خیال رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عَلَيْكُمْ بِحَدِيْثِيْ نہ فرمایا، کہ تم پر میری حدیث پر عمل کرنا فرض ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ احادیث پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ فرما کر اُمّت کی مشکل حل فرمادی کہ میرے طریقہ اور خلفائے راشدین کے طریقہ کی پیروی کرو۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ سفہاء الاحلام وہابی عمل بالحدیث اور عملِ بالسّنۃ کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ فرمانِ نبوی عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ کے تارک ہو کر عمل بالحدیث کے زعم میں گرفتار ہوگئے۔ اور اس کی پاداش میں صراطِ مستقیم سے بھٹک کر سوادِ اعظم سے کٹ گئے۔ اور مصداق مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ جہنم کے مستحق بن چکے ہیں۔

پھر اس کے باوجود جس طرح ایک دیوانہ خود کو فرزانہ اور ساری

دنیا کو دیوانہ سمجھتا ہے۔ ہُو بہُو اسی طرح یہ لوگ راہ سے بھٹکے ہوئے ہونے کے باوجود خود کو راہ پر اور تمام مسلمانوں کو گمراہ سمجھ رہے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

بحمدہٖ تعالیٰ و بفضل رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقلدین ائمہ اربعہ اہل سُنّت وجماعت اپنے امام کی تقلید کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ پر عامل اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں کہ ائمہ مجتہدین علیہم الرضوان نے قرآن وحدیث کی تعلیمات اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے عمل وارشادات کی روشنی میں خداداد تَفَقُّہٗ فِی الدِّیْنِ کی بدولت فہم وفراست کے ساتھ منشاء خدا و رسولِ خدا کے مطابق مسائل شریعت منقح ومرتب فرماکر سُنّتِ رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمّتِ مرحومہ کے لئے واضح فرمادیا۔ مفسّرین، محدّثین، شارحینِ حدیث بلند پایہ علمائے حق اور اولیاء اللہ نے ائمہ مجتہدین کی تحقیق وتفقہ پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ان کی تقلید کو اختیار کیا اور ان کی اتباع میں تمام مسلمان ائمہ اربعہ کے مقلد بن گئے۔ اور اس طرح تقلید ائمہ مجتہدین پر اجماعِ اُمّت قائم ہوگیا۔

چنانچہ سلف صالحین کی طرح آج بھی ساری دنیا میں جمہور علمائے حق اور مسلمان تقلید پر عمل پیرا ہیں۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اقل قلیل غیر مقلد وہابی جو مفسّرین کی تفاسیر اور محدّثین کی مرتب کردہ کُتب حدیث شارحین حدیث کی عبارتوں کو کماحقہ سمجھنا تو درکنار۔ صحیح طور سے پڑھ لینے کی قابلیت بھی نہیں رکھتے، بڑی بے باکی کے ساتھ ائمہ مجتہدین پر زبان

طعن دراز کرتے ہیں۔ اور ان کی شانِ رفیع میں دریدہ دہنی کی جسارت کرتے ہیں۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ مقلدین ائمہ اربعہ مفسرین، محدثین، علمائے کرام، اولیائے عظام اور تمام مسلمانانِ اُمّت کو مشرک اور خلافِ سُنّت رسمی، رواجی اور مذہبی نماز پڑھنے والے کہہ کر کافر قرار دینے سے نہیں شرماتے۔ حالاں کہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ تعلیماتِ قرآن و حدیث سے بے بہرہ اور جہلِ مرکب میں گرفتار ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد تو یہ ہے کہ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (مشکوٰۃ)

"سوادِ اعظم (اُمّت کی بڑی جماعت) کی اتّباع کرو! بلا شبہ جو سوادِ اعظم سے علیحدہ ہوا اسے علیحدہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔"

مگر کس قدر دیدہ دلیر ہیں، یہ مدعیانِ عمل بالحدیث، شتر ان بے مہار وہابی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے واضح ارشاد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ سوادِ اعظم سے علیحدہ ہو گئے خود "سوادِ اعظم" ہی کو مشرک و کافر قرار دے رہے ہیں۔ فیا للعجب

سچ ہے۔ ؎ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

کعبۃ اللہ کے سوا بغداد وغیرہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنا

مسلمانانِ اہلسنّت وجماعت کو بہرصورت زبردستی مشرک وکافر ٹھہرانے کی خاطر وہابی کس قدر بے چین وبے قرار ہیں، یہ ان کے اس بے ہودہ فتویٰ سے ظاہر ہے۔ دیکھئے تو سہی کہ کس طرح بیچارے ناکردہ گناہ سُنّی مسلمانوں پر بے بنیاد تہمت تراش کر انہیں کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہابیہ کا یہ شاہکار کارنامہ ان کی سفاہت وشقاوت اور ان کے خارجی الاصل ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان کعبۃ اللہ کے سوا بغداد وغیرہ کی طرف مُنہ کر کے نماز نہیں پڑھتا۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ کعبۃ اللہ کی جانب مُنہ کر کے نماز پڑھنا فرض ہے۔ نیز یہ کہ کعبۃ اللہ کی طرف نہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔

ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائی فوجداروں نے "صلوٰۃ غوثیہ" کو نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ کوڑھ مغز وہابی "صلوٰۃ غوثیہ" کی اصطلاح سے بے خبری وجہالت کے باعث مغالطہ کا شکار ہیں یا خُبثِ باطن کی وجہ سے "صلوٰۃ غوثیہ" کے اصطلاحی نام پر عوام کو غلط تاثر دے کر شوقِ تکفیر پورا کرنا چاہتے ہیں۔

بہرحال فقیر اظہارِ حقیقت کے لئے "صلوٰۃ غوثیہ" کی کیفیت

اور ترکیب لکھ کر اس بات کا فیصلہ منصف مزاج قارئین پر چھوڑتا ہے کہ وہابی صاحبان فتوائے کفر صادر کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک نابینا صحابی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی " اُدْعُ اللّٰہَ

اَنْ یُعافِینِی فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ فقال فادعُہُ قَالَ فَاَمَرَہُ اَنْ یَتَوَضَّأَ لیستحسن الوضوء ویدعُوا بِھٰذا الدّعاءِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ لیقضی لی فی حاجتی ھٰذہٖ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

(مشکوٰۃ، ترمذی، ابنِ ماجہ، طبرانی، مستدرک حاکم، حصن حصین اور الترہیب والترغیب وغیرہ کتب حدیث) ولفظ الطبرانی فَقَامَ وَاَبْصَرَہٗ

یارسول اللہ میرے لئے اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے بینائی عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تُو چاہے تو میں دُعا کروں اور اگر تُو چاہے (اپنی بینائی پر) صبر کر کہ یہ تیرے حق میں بہتر ہے، تو اس نے عرض کی "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دُعا فرمائیں۔ پس آپ نے اسے حکم فرمایا۔ بہت اچھی طرح وضو کر اور یہ دُعا مانگ " اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تیرے نبی محمد نبی الرحمتہ کے وسیلے سے۔ یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف

اس لئے متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ آپ کے صدقے میں میری اس حاجت کو پورا فرمائے۔ یا اللہ! تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ طبرانی کی روایتوں میں ہے کہ وہ نابینا یہ دعا مانگ کر اٹھا تو اس کی آنکھیں روشن ہو چکی تھیں۔

محدث طبرانی معجم کبیر میں سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی حاجت روا کرانی تھی مگر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف ملتفت نہ ہوتے تھے، وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور حاجت روائی کی تجویز پوچھی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا۔ تو وضو کر کے مسجد میں جا اور دو رکعت نماز پڑھ اور کہہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ
نَبِیِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ
لیقضی الی فی حاجتی هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

اور اپنی حاجت بیان کر، اس نے اسی طرح عمل کیا اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا، دربان نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اندر لے گیا۔ امیر المومنین عثمان نے اس کو اپنے فرشِ خاص پر بٹھایا اور پوچھا تمہاری حاجت کیا ہے؟

اس نے حاجت عرض کی۔ آپ نے حاجت روا فرمائی۔ پھر

ارشاد فرمایا: "اس کے بعد جو حاجت تم کو ہوا کرے ہمارے پاس آجایا کرو۔ ہم حاجت روا کر دیا کریں گے"۔ پھر اس شخص نے یہ معاملہ حضرت عثمان بن حنیف سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی تو اس ارشادِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے یہ دعا میں نے تم کو بتائی۔ ورنہ میں نے تمہاری بابت کوئی سفارش نہیں کی ہے"۔

احادیث سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجات کے لئے دو رکعت نفل ادا کرنا مقبولانِ بارگاہِ رب العزت کے وسیلے سے دعا مانگنا اور محبوبانِ الٰہی کو بصیغۂ خطاب ندا کر کے ان سے توسل کرنا سنت اور موجب فتح باب اجابت ہے[1]۔

پس فرمانِ نبوی و سنتِ صحابہ کے مطابق نائب رسول الثقلین حضور غوث الثقلین سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمتہ نے قضائے حاجات کے لئے فرزندانِ توحید کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ مَن استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن نادنی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی الله عزوجل فی حاجة قضیت له ومن صلی رکعتین یقرأ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدی عشرة مرة ثم یصلی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد

---

[1]: مسئلہ توسل و نداء و استغاثہ اور استمداد کی مکمل تحقیق نفیس فقیر کی تالیف "تنویر الایمان" میں دیکھیے۔

السلام ویسلم علیہ ثم یخطو الی جهة العراق احدیٰ عشرۃ خطوۃ یذکر فیها اسمی ویذکر حاجتہٗ فانها تقضیٰ۔

جو تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف رفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برآئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھے۔ پھر سلام پھیر کر (نماز سے فارغ ہو کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر میرا نام لیتا جائے۔ اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو''

اکابر اولیائے کرام و علمائے عظام مثل امام ابوالحسن علی بن جریر لخمی شطنوفی و امام عبداللہ بن اسعد یافعی مکی و علامہ علی قاری محدث مکی و مولانا ابوالمعالی محمد مسلمی و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہم اپنی تصانیف جلیلہ، بہجۃ الاسرار، و خلاصۃ المفاخر و نزہۃ الناظر و تحفہ قادریہ و زبدۃ الآثار وغیرہ میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے نقل و روایت فرماتے ہیں۔ اور چونکہ اس طرح نماز قضائے حاجت کی ترکیب حضور غوثِ اعظم نے بتائی ہے، اس لئے عرف عام میں اس کا نام ''صلوٰۃ غوثیہ'' مشہور و معروف ہے۔ یہ محض وہابیہ کا خبث باطن ہی ہے کہ اس عرفی نام کی آڑ لے کر خواہ مخواہ الزام تراشی و بہتان طرازی کرنے اور فرزندانِ توحید پر شرک و کفر کے فتوے لگا کر

دنیا و آخرت میں اپنا منہ کالا کرتے ہیں۔

نعوذ باللہ من ھفوات الوہابیۃ

قبروں مزاروں خانقاہوں پر سجدہ کرنا

اس سے بھی وہابیہ کا تعصب اور شقاوت ظاہر ہے۔ یہ نادان لوگ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء و شہداء علیہم الرحمۃ اور مسلمانوں سے انتہائی بغض و کینہ رکھنے کے سبب اس قسم کے خبیث فتاویٰ صادر کرتے ہیں۔ فقیر ان کے اس بہتان و افتراء کی تردید اور صحیح صورت حال واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ ناظرین غیر جانبداری کے ساتھ غور کریں۔ اور وہابیہ کی دیانت و شرافت کی داد دیں۔

واضح رہے کہ شرعی لحاظ سے سجدہ دو قسم کا ہے۔

(۱) سجدۂ عبادت

(۲) سجدۂ تحیت یا سجدۂ تعظیمی

سجدۂ عبادت لغیر اللہ یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین ہے۔ اس کا مرتکب مشرک و کافر ہے۔ بغیر توبہ کئے اسلام لائے مر گیا تو بحکم اللہ عزوجل

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ ۔ الآیۃ

قطعاً نامغفور اور مخلد فی النار ہے۔

سجدۂ تحیت (سجدۂ تعظیمی) لغیر اللہ، شریعت محمدیہ میں یقیناً

اجماعاً حرام وگناہ کبیرہ ہے، بلکہ اکبر الکبائر ہے۔ تاہم اس کا مرتکب کافر نہیں، بلکہ مرتکب حرام اور بڑا گناہگار ہے۔ بغیر توبہ کئے مرگیا تو بحکم اللہ عزوجل وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ اس کی بخشش کی امید ہے یعنی حتماً نا مغفور و مخلد فی النار نہیں۔

سجدہ تعظیمی لغیر اللہ کے شرک و کفر نہ ہونے کے دلائل

۱۔ قَالَ اللهِ عزوجل، وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ (قرآن کریم)

ترجمہ: جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا آدم کو سجدہ کرو، سب سجدہ میں گرے سوائے ابلیس کے۔

۲۔ ورفع ابویہ عَلَى الْعَرْشِ وخرّوا لہ سُجَّدًا (سورہ یوسف)

اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا اور وہ سب یوسف کے لئے سجدہ میں گرے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادرانِ یوسف کا سجدہ کرنا مذکور ہے۔ اگر وہابیہ خبیثہ کے خبیث فتویٰ کی رُو سے سجدہ لغیر اللہ مطلقاً شرک و کفر ہے تو غور فرمائیے شرک و کفر فرشتوں پر، حضرت یعقوب علیہ السلام، برادرانِ یوسف، حضرت یوسف علیہ السلام اور خود اللہ تعالیٰ پر بھی عائد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ

لغیر اللہ کا حکم فرمایا۔ ملائکہ نے غیر اللہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور یوسف علیہ السلام اس پر راضی ہوئے۔

پس اگر وہابی مولوی اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ذرا ہمت کر کے حضرت یعقوب (علیہ السلام) برادرانِ یوسف پر، فرشتوں پر اور اللہ تعالیٰ پر بھی شرک و کفر کا فتویٰ لگا کر شائع کریں۔

نیز بتائیں کہ آیا قرآن مجید میں بھی شرک و کفر بھرا ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اپنی نالائقی، سفاہت وجہالت اور شقاوت پر ماتم کریں اور اپنی خیر منائیں۔

یہ امر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک ٹھہرانے کا حکم فرمائے۔ اگرچہ پھر اسے کبھی منسوخ بھی فرمائے۔ یعنی شرک ہر زمان اور ہر حال میں شرک ہی ہے اور کسی طرح کسی کے لئے جائز نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی محال ہے کہ ملائکہ وانبیاء علیہم السلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے بھی شریکِ خدا بنائے یا اسے روا ٹھہرائے۔ پس یہ وہابیہ کی گمراہی کا ہی کرشمہ ہے کہ وہ سجدہ تعظیمی کو کفر و شرک قرار دے کر ملائکہ وانبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کو بھی مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔

(نعوذ باللہ من ذالک، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

وہابیہ پر اتمامِ حجت اور ایضاحِ حق کے لئے قرآن مجید کے بعد فقیر ابو الحسان قادری ایسی چند احادیث درج کرتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ سجدہ تحیت تعظیمی لغیر اللہ شرک و کفر نہیں بلکہ شریعت محمدیہ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حرام ہے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔

اھل بیت من الانصار لھم جمل سبنون علیه وانه استصعب علیھم (فذکر القصة الی قوله) فلما نظر الجمل الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خر ساجداً بین یدیه فقال له اصحابه یا رسول اللّٰه ھذه بھیمة لا تعقل تسجد لك ونحن نعقل فنحن احق ان نسجد لك قال لا یصلح لبشر ان یسجد لبشر ولو صلح ان یسجد لبشر لبشر لامرت المراة ان یسجد لزوجھا من عظیم حقه علیھا ھو عند النسائی مختصر (احمد نسائی بزار وابونعیم

امام منذری علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے راوی مشاہیر ثقہ ہیں۔

یعنی انصار میں ایک گھر کا آب کشی کا اونٹ بگڑ گیا۔ کسی کو پاس نہ آنے دیتا۔ کھیتی اور کھجوریں پیاسی ہوئیں۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں اونٹ کی شکایت کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا۔ چلو، باغ میں تشریف فرما ہوئے۔ اونٹ اُس کنارے تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی طرف چلے۔ انصار نے عرض کی۔ یارسول اللہ! یہ اونٹ باؤلے کتے کی طرح ہوگیا ہے مبادا حملہ کر دے۔ فرمایا ہمیں اس کا اندیشہ نہیں۔ اونٹ حضور کو دیکھ کر آپ کی طرف چلا، اور قریب آکر حضور کے لئے سجدے میں گرا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے ماتھے کے

بال پکڑ کر کام میں دے دیا۔ وہ بکری کی طرح ہوگیا۔ صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ! یہ بے عقل چوپایہ ہوکر آپ کو سجدہ کرتا ہے۔ ہم تو ذی عقل ہیں، ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔

آپ نے فرمایا آدمی کو لائق نہیں کہ کسی آدمی کو سجدہ کرے، ورنہ میں عورت کو حکم فرماتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ بیوی پر خاوند کا عظیم حق ہونے کی وجہ ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائطًا لانصارٍ ومعہٗ ابوبکر وعمر فی رجال من الانصار وفی الحائط غنمٌ فسجدن لہ فقال ابوبکر یارسول اللہ کنا نحن احقُّ بالسجود لك من ھٰذہ الغنم قال انّہٗ لا ینبغی فی اُمّتی ان یَّسْجُدَ اَحَدٌ لِاَحَدٍ ولوکان ینبغی ان یسجد احد لاحد لاَمَرْتُ المرأۃ ان تسجد لزوجھا (امام احمد۔ بزار و ابونعیم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور کچھ انصار (علیہم الرضوان) ہم رکاب تھے۔ باغ میں بکریاں تھیں۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا۔ ابوبکر صدیق نے عرض کی یارسول اللہ! ان بکریوں سے زیادہ ہم حق دار ہیں اس کے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا، بے شک میری امت میں نہیں چاہیئے کہ کسی کو سجدہ کرے۔ اور اگر ایسا مناسب ہوتا تو

میں عورت کو شوہر کے سجدہ کا حکم فرماتا:
حضرت مُلّا علی قاری محدّث علیہ الرحمۃ نے شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرمایا کہ اس حدیث کی سَند صحیح ہے۔ علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ نے نسیم الریاض میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۔ حضرت یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔
خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومًا فجاء بعیرٌ یرغو حتیٰ سجد له فقال مسلمون نحن احق ان نسجد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لو کنت آمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لغیراللہ تعالیٰ لاَمَرْتُ المراٰہ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔ الحدیث (مسند احمد، مستدرک حاکم، جامع کبیر طبرانی، بیقہی، ابونعیم، دلائل النبوۃ اور امام بغوی شرح السنۃ میں روایت فرماتے ہیں۔

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلّم باہر تشریف لے جاتے تھے کہ ایک اُونٹ بولتا ہوا آیا، قریب آکر سجدہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا ہمیں تو زیادہ لائق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو سجدہ کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں کسی کو غیر خدا کے سجدہ کا حکم فرماتا تو عورت کو فرماتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ جانتے ہو؟ یہ اُونٹ کیا کہتا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے چالیس برس اپنے آقاؤں کی خدمت کی، جب بوڑھا ہوا انہوں نے میرا چارہ کم کر دیا اور کام زیادہ کر دیا۔ اب کہ ان کے ہاں شادی ہے چُھری لی کہ حلال کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے مالکوں کو کہلا بھیجا کہ اُونٹ یہ شکایت کرتا ہے۔

انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ! واللہ یہ سچ کہتا ہے۔ فرمایا تو میں چاہتا ہوں کہ تم اسے میری خاطر چھوڑ دو، انہوں نے اسے چھوڑ دیا"

۴۔ تفسیر مدارک میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ لَا یَنْبَغِیْ لِمَخْلُوْقٍ اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی مخلوق کے لئے سزاوار نہیں یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرے"

جی تو چاہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ حرام ہونے کی کم از کم چالیس احادیث ہدیۂ ناظرین کروں مگر طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اب غور کا مقام ہے کہ جانوروں کو سجدہ کرتے دیکھ کر آسمانِ ہدایت کے ستاروں صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سجدہ کرنا چاہا۔ تو یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ ان نفوسِ قدسیہ نے حضور کے لئے سجدۂ عبادت کرنے کی خواہش کی تھی۔

اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہِ راست تعلیم و فیض پانے والے صحابۂ کرام توحید و شرک کی حقیقت ان سفہاء الاحلام وہابیہ سے یقیناً زیادہ صحیح طور پر سمجھتے تھے۔ تو کسی صحابی سے عبادت نبی کی درخواست اور وہ بھی خود نبی سے کیونکر متصور ہے؟

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب میں بھی فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یہ نہ فرمایا کہ تم عبادت غیر اللہ کی درخواست کرکے کافر ہوگئے۔ تمہاری عورتیں نکاح سے نکل گئیں۔ توبہ کرو۔ دوبارہ اسلام لاؤ۔ پھر عورتیں

رضامند ہوں تو ان سے تجدیدِ نکاح کرو۔ اس لئے کہ کوئی مسلمان سجدۂ عبادت جائز جان کر مسلمان نہیں رہتا۔ کفرِ حقیقی کی خواہش کا اظہار بھی کفر ہے۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ صحابۂ کرام نے سجدۂ تعظیمی ہی کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے چاہی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت نہ دے کر اس کی حُرمت واضح فرمادی۔

قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کے لئے سجدۂ عبادت شرک کفر اور شریعتِ محمدیہ میں سجدۂ تعظیمی حرام اور گناہِ اکبر الکبائر ہے۔ سجدۂ تعظیمی اللہ کے سوا خواہ کسی کے لئے بھی کیا جائے، کوئی بھی کرے حرام ہے۔ اس پر حکم کفر وشرک لگانا وہابیہ کی ستم ظریفی ہے کہ مرتکب حرام کافر نہیں ہوتا۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا

اس سے وہابیہ کی مُراد یہ ہے کہ مسلمانان اہلسنّت وجماعت جو حضور غوث اعظم علیہ الرحمۃ اور دیگر اولیاء اللہ یا اپنے عزیز واقارب وعام فوت شدہ مسلمانوں کو ایصالِ ثواب کے لئے جانور ذبح کر کے گوشت تقسیم کرتے یا طعام پکا کر خیرات کرتے ہیں وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں۔ اس لئے مشرک وکافر ہیں۔

یہ بھی وہابیہ کا مسلمانوں پر بہتانِ عظیم ہے۔ یہ لوگ حسب معمول اس بات کے عادی مجرم ہیں کہ مسلمانوں پر بے بنیاد الزامات تراش کر شرک وکفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی مُسلمان غیر اللہ کے نام پر ذبح نہیں کرتا خواہ وہ سرکارِ بغداد کی خدمتِ عالیہ میں ہدیۂ ایصالِ ثواب کے لئے ختم گیارہویں شریف کا اہتمام کرے، یا دیگر اولیاء، شہداء، اعزا واقارب کو ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ و نیاز کا بندوبست کرے۔

مُسلمان جب کوئی جانور ذبح کرتا ہے تو بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر اللہ ہی کے نام پر ذبح کرتا ہے۔ کوئی مُسلمان بسم غوث الاعظم یا بسم امام حُسین یا بسم معین الدین چشتی وغیرہ کہہ کر یا کسی عزیز ورشتہ دار کا نام لے کر ہرگز ذبح نہیں کرتا۔ وہابیہ کو مُسلمانوں پر الزام تراشی وبہتان طرازی کا بہانہ ہاتھ آیا ہے کہ جو مُسلمان گیارہویں شریف یا دیگر اولیاء وشہدا کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں وہ روزمرہ کے عام محاورہ کے تحت یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ بکرا گیارہویں کے لئے ہے۔ امام حسین کی نیاز کا ہے، فلاں ولی اللہ کے لئے ہے، یا فلاں کی فاتحہ کے لئے ہے۔ اور وہابیہ جھٹ پکار اُٹھتے ہیں کہ دیکھو جی یہ لوگ اللہ کے لئے تو کہتے نہیں غیر اللہ کے لئے کہہ کر مُشرک بنتے ہیں۔ یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ ایصالِ ثواب، اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں کیا جا سکتا۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو ثواب پہنچانے کی کیا تُک ہے؟ اللہ تعالیٰ تو ثواب دینے والا ہے۔

ایصالِ ثواب ہوتا ہی مخلوق کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ ان کوڑھ مغزوں سے پوچھنا چاہیے کہ آیا تم لوگ امورِ روزمرہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہو؟ مثلاً جب کوئی وہابی اپنے بیٹے کے عقیقہ کے لئے بکرا لائے یا کسی مہمان کے لئے مُرغ یا کوئی اور جانور ذبح کرے یا کسی دوست کے لئے طعام تیار کرے، تو وہ بھی یہی کہتا ہے کہ بکرا بیٹے کے لئے ہے۔ یہ مرغ یا یہ جانور مہمان کے لئے

ذبح کرتا ہوں، یہ کھانا فلاں دوست کے لئے تیار کر رہا ہوں، تو بتایا جائے کہ یہ وہابی مشرک و کافر ٹھہرتے ہیں کہ نہیں؟

نیز ان سے یہ بھی پوچھنا چاہیئے کہ قصاب جو روزانہ بکرے، مینڈھے گائے اور بیل وغیرہ جانور ذبح کرتے ہیں اور تم یہ گوشت لے کر پکاتے کھاتے ہو، تو بتاؤ کہ حلال کھاتے ہو یا حرام؟ کہ قصاب اللہ کے لئے نہیں بلکہ گوشت بیچنے کے لئے ذبح کرتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ دراصل یہ روزمرہ کے محاورات ہیں۔ نجدی وہابی اپنی کج فہمی یا ضد و تعصّب کی بنا پر ان محاورات کی آڑ میں خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔ اور چونکہ تعلیماتِ قرآن وحدیث سے بے بہرہ ہیں اس لئے آیہ مبارکہ وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا صحیح مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں۔

حسبِ فرمان سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ فرمایا یقرءون القرآن لا یجاوز حناجرھم (الحدیث) بخاری

یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یعنی حروفِ قرآن ان کی زبانوں تک ہی رہیں گے۔ قرآن مجید کا کچھ بھی اثر ان کے دلوں تک نہیں پہنچے گا۔

آیہ مبارکہ وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا مطلب یہ ہے کہ جس ذبیحہ پر ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے بجائے غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے۔ جیسے کہ مشرکین عرب جانور ذبح کرتے وقت بسم اللات یا بسم العزیٰ وغیرہ کہتے تھے۔ پس اگر ذبح کرنے سے پہلے یا بعد

عرفاً یوں کہے کہ یہ بکرا میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے، یا گیارہویں شریف کے لئے ہے، یا فلاں ولی اللہ کے لئے، لڑکے کے عقیقہ کے لئے، لڑکی کی شادی کے لئے یا مہمان کے لئے ہے۔ لیکن ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتا ہے تو قرآن و حدیث کی رُو سے نہ وہ ذبیحہ حرام ہوگا، اور نہ ذابح کافر و مشرک ٹھہرے گا۔

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہیں فرمانِ نبوی "فلیذبح علی اسم اللہ" کے تحت شارح مسلم حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ هو بمعنی روایته فلیذبح باسم الله ای قائلاً بسم الله. هٰذا هو الصحیح فی معناه (مسلم جلد ۲ ص ۱۵۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اس روایت کے معنے میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے۔ یعنی بسم اللہ کہتے ہوئے ذبح کیا جائے اور یہی معنیٰ صحیح ہے۔

اور اگر وہابیہ کے من گھڑت معنے صحیح سمجھ لئے جائیں تو نعوذ باللہ تمام مسلمان، علماء اولیاء، مفسرین، محدثین، تبع تابعین، تابعین اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان تک مشرک و کافر ٹھہرتے ہیں۔ حتیٰ کہ (خاک بدہن وہابیہ) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک نجدی وہابیہ کے مردود فتاوی کی زد پڑتی ہے۔

طوالت سے بچنے کی خاطر صرف چند احادیث پیش خدمت کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ فانطلقت الی الاعنز ایها اسمن فاذبحها لرسول الله صلی الله علیه وسلم (مسلم جلد ۲ ص ۱۸۴)

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ پس میں بکریوں کے باڑے کی طرف گیا تاکہ میں ان میں سے کوئی موٹی تازی (فربہ) بکری منتخب کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کردں۔

۲۔ عن جابر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَانَا معہٗ فَدَخل علی امرأۃ من الانصار فذبحت لہٗ شاۃ فَاَکَلَ مِنْہُ وَاَتَتْہُ بقناع من رطب فَاَکَلَ مِنْہُ۔ (الحدیث) ترمذی جلد ۲ صـ۱۳

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہوئے اور میں آپ کے ہمراہ تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انصار میں سے ایک خاتون کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ پس اس صحابیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گوشت کھایا۔ اور اس خاتون نے بارگاہِ رسالتمآب میں تازہ پکی ہوئی کھجوروں کا ایک طبق نذر کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں سے کچھ کھجوریں بھی تناول فرمائیں۔

۳۔ عن سعد بن عبادہ انہٗ قال یارسول اللہ انّ اُمّ سعد ماتت فایُّ الصدقۃِ افضل قال الماءُ فحفر بِئرًا وقال ھٰذہٖ لِاُمِّ سعدٍ۔ (ابوداؤد)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کی والدہ فوت ہوگئی ہے۔ پس (ایصالِ ثواب کے لئے) صدقہ میں کون سی چیز افضل ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "پانی" پس حضرت سعد نے کنواں کھودا

اور فرمایا یہ (کنواں) اُمِّ سعد کے لئے ہے۔

۴۔ عَنْ اَنَسِ بِنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بکبشین وانا اضحی بکبشین۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (قربانی میں) دو مینڈھے ذبح فرمایا کرتے تھے، اور میں بھی (قربانی میں) دو مینڈھے ذبح کیا کرتا ہوں۔

اس کی تشریح میں حاشیہ پر مرقوم ہے قال بعض العلماء کان احد هما عن نفسه المعظمة عند اللہ تعالیٰ والآخر عَنْ اُمَّتِهٖ مِمَّنْ لَمْ يَضَحْ وَيَنْبَغِي لِلْاُمَّةِ اَنْ يذبحو اکبشین احد هما لنفسه والاٰخر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری جلد ۲ صـ۸۳۲)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مینڈھا اپنی طرف سے قربان کیا کرتے تھے اور دوسرا مینڈھا اپنے اُن اُمتیوں کی طرف سے جو قربانی نہیں دے سکتے۔ (یعنی اُمّت کے اُن غرباء کی طرف سے) اور اُمّت کو چاہیئے کہ اُمتی ایک مینڈھا اپنے لئے ذبح کیا کریں اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔"

آسمانِ ہدایت کے ستارے حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے موٹی تازی بکری کو ذبح کیا۔ خاتون صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں مذبوحہ بکریوں کا گوشت تناول

فرمایا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اپنی والدہ کو ایصالِ ثواب کے لئے کنواں کھدوایا۔ اور اس کا نام "بیرِ امِّ سعد" رکھا۔ یعنی سعد کی ماں کا کنواں اور اس کنویں کا پانی صحابہ کرام علیہم الرضوان پیتے رہے۔ تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، علماء، اولیاء اور عام مسلمان اس کنویں کا پانی پیتے رہے۔ آج تک وہ کنواں موجود ہے۔ اور خوش نصیب مسلمان اس کا پانی پی رہے ہیں۔ صحابہ کرام اور صلحاء اُمت کا معمول ہے کہ قربانی کا ایک جانور اپنے لئے ذبح کرتے ہیں، اور ایک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ذبح کرتے ہیں۔ تو کیا بقولِ وہابیہ یہ سب مشرک و کافر ہوئے؟

نعوذ باللہ من هفوات الوهابیہ

ثابت ہوا کہ کسی چیز پر غیر اللہ کا نام لے کر یہ کہہ دینے سے کہ یہ چیز فلاں کے لئے ہے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی اور نہ شرک و کفر ہی عائد ہوتا ہے۔ ان احادیث سے واضح ہوا کہ وہابیہ کے ایسے تمام فتاویٰ مردود اور باطل ہیں۔ یہ خوارج الاصل، آیہ مبارکہ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا غلط مطلب نکالتے ہیں۔ تحریفِ قرآن کے مجرم ہیں۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا صحیح مطلب

وہ جانور حرام ہے جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔ جس جانور پر وقتِ ذبح غیر خدا کا نام لیا جائے خواہ تنہا یا خدا کے نام کے ساتھ عطف سے

ملا کر وہ حرام ہے۔ اور اگر نامِ خدا کے ساتھ غیر کا نام بغیر عطف ملایا تو مکروہ ہے۔ اگر ذبح فقط اللہ کے نام پر کیا اور اس سے قبل یا بعد غیر اللہ کا نام لیا، مثلاً یہ کہا کہ عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا دُنبہ یا جس کی طرف سے وہ ذبیح ہے اسی کا نام لیا، یا جن اولیاء کے لئے ایصالِ ثواب منظور ہے ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے۔ اس میں کچھ حرج نہیں۔ (تفسیر احمدی۔ خزائن العرفان)

جس حلال جانور کو مسلمان یا اہلِ کتاب اللہ کا نام لے کر ذبح کرے وہ حلال ہے اور جس حلال جانور کو مشرک یا مُرتد ذبح کرے وہ حرام ہے، مُردار ہے۔ اسی طرح اگر دیدہ دانستہ بوقتِ ذبح بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرے۔ مثلاً بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کے بجائے کسی نبی، رسول، یا ولی کا نام لے کر ذبح کرے تو حرام ہے۔

خیال رہے کہ اس حلت و حُرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا۔ اگر مسلمان کا جانور مشرک نے ذبح کر دیا تو مُردار ہو گیا۔ اگر مشرک نے بُت کے نام پر جانور پالا مگر اس کو مسلمان نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو حلال ہے۔

اسی طرح ذبح کے وقت نام لینے کا اعتبار ہے نہ کہ آگے پیچھے زندگی میں جانور بُت کے نام تھا، مگر ذبح خدا کے نام پر ہوا حلال ہے، اور زندگی میں جانور قربانی کا تھا مگر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا وہ مُردار۔

تفسیرِ بیضاوی میں ہے

اَیْ رَفَعَ الصَّوْتَ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ کَقَوْلِھِمْ بِسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی عِنْدَ ذَبْحِہٖ یعنی اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، جیسے کفار

ذبح کے وقت کہتے تھے۔ بسمِ اللات والعزّیٰ

تفسیرِ جلالین میں ہے

بِاَنْ ذُبِحَ عَلٰی اِسْمِ غَیْرِہٖ اس طرح کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔

تفسیرِ خازن میں ہے

یَعْنِیْ مَاذُکِرَ عَلٰی ذَبْحِہٖ غَیْرِ اِسْمِہٖ وَذَالِکَ اَنَّ الْعَرَبَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ کَانُوْا یَذْکُرُوْنَ اِسْمَاءَ اَصْنَامِھِمْ عِنْدَ الذَّبْحِ فَحَرَّمَ اللہُ ذَالِکَ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ وَبِقَوْلِہٖ وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللہِ عَلَیْہِ۔

یعنی وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اہلِ عرب زمانۂ جاہلیت میں ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے تھے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس کو اس آیت سے اور آیت وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللہِ عَلَیْہِ سے حرام فرمایا۔

تفسیرِ کبیر میں ہے

وَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ عِنْدَ الذَّبْحِ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَحَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی ذَالِکَ۔

اہلِ عرب ذبح کرتے وقت کہتے تھے بسم اللات والعزیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرما دیا۔

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے

معناہ ما ذبح بہ لاسمہ غیر اللہ مثل اللَّاتِ وَالْعُزّٰی وَاَسْمَاءِ الْاَنْبِیَاءِ۔ آیت کے معنے یہ ہیں کہ اس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا

ہو جیسے کہ لات و عزیٰ اور انبیاء کے نام پر ذبح کیا جائے۔ الختصر سلف صالحین کی تمام تفاسیر میں یہی معنے بیان کئے گئے ہیں۔ اور انہی معنوں پر تمام مفسرین محدثین اور علمائے اُمت متفق ہیں۔

تفسیرات احمدیہ:۔ میں حضرت مُلّا احمد جیون علیہ الرحمۃ جو علماءِ عرب و عجم کے استاد ہیں۔ حتیٰ کہ وہابی مولوی بھی اُن کو مانتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْظُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَآءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِيْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ لِاَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ وَقْتَ الذَّبْحِ وَاِنْ كَانُوْا يُنْذِرُوْنَهَا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے، یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا۔ اگرچہ گائے کی نذر مانتے ہیں۔

قارئین فقیر اگر محدثین و علماء اُمت کے مزید ارشادات نقل کرنے بیٹھ جائے تو یہ رسالہ ضخیم کتاب بن جائے گی۔ مگر چونکہ مقصود صرف اظہارِ حق ہے اور منصف مزاج، غیر متعصب مسلمان کے لئے اسی قدر کافی و شافی ہے۔ لہٰذا تطویل سے بچنے کی خاطر اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

چڑھاوے کھانا

اس سے وہابیہ کی مُراد یہ ہے کہ جس طرح کُفار بُتوں کو معبود

جانتے، اُن کی پوجا کرتے اور ان کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ان کے نام کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان انبیاء واولیاء کو معبود جانتے، ان کی پوجا کرتے اور اُن کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے اُن کے مزارات پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ لہٰذا یہ مسلمان مشرک و کافر ہیں۔

وہابیہ کا یہ طرزِ فکر و عمل ہی ان کے خارجی ہونے کی بیّن دلیل ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارھم کو بتوں کا مقام دیتے اور مسلمانوں کو زمرۂ کفار میں شمار کرتے ہیں۔

قارئین گذشتہ صفحات میں بخاری شریف کی وہ روایت پڑھ آئے ہیں۔ جس میں مذکور ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خارجیوں کو اس لئے بدترین خلائق جانتے تھے کہ یہ لوگ کفار کے حق میں نازل شدہ آیاتِ قرآن کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ پس نجدی وہابی بے بنیاد الزامات تراش کر آیاتِ قرآن میں تحریف کرتے ہوئے مسلمانوں پر کفر وشرک کے فتوے لگاکر گویا اعلان کرتے ہیں کہ ہم خارجی ہیں۔ پس ان کے بدترینِ خلائق ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔؟

حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا مخلوق میں سے کسی کو الوہیت میں شریک نہیں مانتا۔ اور کوئی مسلمان غیر اللہ کی عبادت و تقرب کی نیت سے چڑھاوے نہیں چڑھاتا۔ بلکہ مسلمانِ اہلسنت وجماعت ''خَالِصَۃً لِوَجْہِ اللّٰہِ'' صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور اس کا ثواب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم، صحابۂ کرام علیہم الرضوان، اہلِ بیت، اطہار، شہدائے کربلا علیہم الرضوان اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارھم کی خدمت

میں ہدیۃً نذر کرتے ہیں اور ان نفوسِ قدسیہ کے توسّل سے اپنے وفات پا جانے والے اعزاء و اقارب اور تمام مسلمانانِ اُمّت کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

فرزندانِ توحید حلِ مشکلات و قضائے حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ تُو اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صدقے میں یا فلاں ولی کے صدقے میں میری یہ مشکل حل فرمادے۔ میری فلاں حاجت پوری کردے تو میں تیرا شکر ادا کرتے ہوئے صدقہ خیرات کروں گا اور اس کا ثواب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی خدمت میں نذر کروں گا۔ فلاں ولی اللہ کے دربار پر مقیم فقراء مساکین اور حاضرین کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا مٹھائی تقسیم کروں گا۔ اتنا روپیہ یا اتنا کپڑا تقسیم کروں گا۔ فاتحہ دلاؤں گا۔ یا قرآن خوانی کراؤں گا۔

مسلمان، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کرتا ہے کہ یارسُول اللہ میں آپ کا وسیلہ پکڑتا ہوں۔ آپ بارگاہِ الٰہی میں میری شفاعت فرمائیں، میری یہ مشکل حل فرمادیں۔ یا میری فلاں حاجت روائی فرمائیں۔ یا صاحب مزار ولی اللہ سے التجا کی جاتی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ بندے آپ اللہ تعالیٰ سے میری یہ مشکل حل کرادیں یا میری فلاں حاجت روائی فرمادیں تو میں آپ کے حضور ایصالِ ثواب کے لئے یہ کارِ خیر کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب بندوں کے وسیلہ سے حلِّ مشکلات و قضائے حاجات کے لئے دُعا مانگنا اور ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنا

قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر زمانۂ حال تک صلحائے امّت اور تمام مسلمان اس پر متفق اور عامل ہیں۔

توسّل، استمداد اور مزاراتِ مقدسہ سے حصولِ فیض و برکات کے موضوع پر فقیر کی تصنیف "تنویر الایمان" حصہ اوّل و دوم کا مطالعہ کریں۔ کہ اس کتاب میں ان تمام امور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلف صالحین کے ارشادات و عمل سے ناقابلِ تردید دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ نیز منکرین وہابیہ کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دینے کے ساتھ ساتھ خود وہابیہ کے پیشواؤں کے اقوال و افعال سے ثابت کیا گیا ہے کہ نجدی وہابی کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ ان کا مذہب ایک ایسا گورکھ دھندا ہے جس کا کوئی نہ سر ہے اور نہ پیر۔

اس مختصر رسالہ میں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے مسئلہ

توسّل و نذر و نیاز کے متعلق مختصراً چند دلائل

پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

(پ ٦ سورۃ المائدہ ع ٦)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو، اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔"

۲۔ تفسیر مدارک التنزیل، مصباح الظلام اور جذب القلوب مصنفہ شیخ

محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ میں حضرت مولیٰ علی مشکل کشا۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت
کے تین روز بعد ایک اعرابی نے روضہ اقدس پر حاضر ہوکر خود کو روضہ اطہر
پر گرادیا اور خاک میں لوٹنے لگا۔ اور عرض کی یارسول اللہ! جو کچھ آپ نے خدا
سے سُنا ہے وہ ہم نے آپ سے سُنا اور جو کچھ آپ نے اللہ سے سیکھ کر یاد
کیا ہے ہم نے آپ سے سیکھ کر یاد کیا ہے۔ اور منجملہ اس کے کہ آپ پر نازل
ہوا۔ (قرآن مجید) یہ آیت ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُ اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًاؕ

اور میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں
کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ
اقدس سے آواز آئی قَدْ غُفِرَ لَكَ بیشک تیری مغفرت کر دی گئی۔

۳۔ استاد المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ احوال قبر و
اصحابِ قبور کے بیان میں فرماتے ہیں۔ وبعضے از خواص اولیاء اللہ راکہ آلہ
جارحہ وتکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ دریں حالت ہم تصرف در دنیا
دادہ واستغراق آنہا بہ جہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت
نمیگردد واویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمائید وارباب حاجات و
مطالب حل مشکلات خود از آنہا مے طلبند و مے یابند۔ (تفسیر عزیزی۔ پارہ عمّ)
بعض وہ خواص اولیاء اللہ جنہوں نے دنیاوی زندگی میں خود کو بنی نوع
انسان کی تکمیل وارشاد کا آلہ جارحہ بنالیا ہوتا ہے۔ وہ اس حالت (عالم برزخ)

ہیں رہ کر بھی دُنیاوی امور میں تصرف فرماتے ہیں اور احوالِ قبر میں ان کا استغراق ان کے کمال و وسعت مدارک کے باعث امورِ دُنیا میں تصرّف کو مانع نہیں ہوتا۔ اور اویسی حضرات ان سے کمالاتِ باطنی حاصل کرتے ہیں اور اربابِ حاجات و مطالب ان سے اپنی مشکلات کا حل طلب کرتے ہیں اور اپنا مطلب پا لیتے ہیں۔

۴۔ شیخ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرّہ فرماتے ہیں" امام شافعی گفتہ است قبرِ موسیٰ کاظم تریاق مجرب است، مراجابت و عارا وحجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استعداد کردہ شود بہ وَے در حیات استمداد کردہ مے شود بہ وَے بعد از وفات ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرّف مے کنند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں در حیات خُود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ)

امام مجتہد حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔ حضرت امام کاظم علیہ الرحمۃ کی قبر قبولیّت دُعا کے لئے تریاقِ مجرب ہے۔ اور حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔ جس سے اس کی دنیاوی زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہو، اس کی وفات کے بعد بھی اس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اور مشائخِ عظام میں سے ایک عظیم شیخ نے فرمایا ہے کہ میں نے اولیاء اللہ میں سے چار اولیاء کو دیکھا ہے جو اپنی دنیاوی زندگی میں تصرفات کی طرح یا اس سے بھی زیادہ اپنی قبروں میں تصرفات کرتے ہیں۔ ایک شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ

اور دوسرے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ ہیں اور دو دوسرے اولیاء کا نام لیا ہے جن کا انہوں نے نام نہیں بتایا۔ اور ان چاروں اولیاء پر ہی حصر مقصود نہیں بلکہ جو کچھ اس نے دیکھا اور جس طرح اس نے پایا اس کا بیان کر دیا ہے۔

۵۔ وہابیہ کے معتمد علیہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی "انفاس العارفین" میں اپنے والد ماجد کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حضرت ایشاں در قصبہ ڈاسنا بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت ما مے کنند ومیگویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج وشیرینی بر سر وگفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم"

حضرت ایشاں (شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کے لئے گئے۔ رات کا وقت تھا اس وقت آپ نے فرمایا مخدوم صاحب ہماری ضیافت کرتے ہیں اور کہتے ہیں "کچھ کھا کر جائیں" اسی انتظار میں ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں کا ہجوم ختم ہو گیا اور زیادہ دیر انتظار کرنے کی وجہ سے شاہ صاحب کے ساتھیوں پر ملال غالب ہوا۔ اس وقت ایک عورت چاول اور شیرینی کا طبق سر پر اٹھائے آئی اور کہنے لگی۔ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا خاوند آجائے تو میں اسی وقت یہ طعام تیار کر کے مخدوم اللہ دیا (علیہ الرحمتہ) کی درگاہ میں بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی۔ اس وقت میرا خاوند آ گیا تو میں نے اپنی نذر کو پورا کیا ہے۔

بہ نظرِ اختصار قرآنِ مجید، حدیث شریف، مفسرین و محدثین کے ارشادات وغیرہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (جن پر وہابیہ کو بڑا فخر و ناز ہے) کے حوالے سے ناقابلِ تردید صرف پانچ دلائل پر اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ سینکڑوں ہزاروں دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں۔ تاہم انہی دلائل سے وہ تمام امور ثابت ہوئے جن پر وہابیہ شرک و کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہابیہ قرآن و حدیث کے منکر اور صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ان کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے الگ ہے۔

تیجہ، ساتواں، چالیسواں کرنا

ان امور کی بناء پر فرزندانِ توحید کو مشرک و کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا بھی نجدیت وہابیت کا کرشمہ اور وہابیہ کے خارجی ہونے کی محکم دلیل ہے۔ ورنہ ان امور میں کفر و شرک کا شائبہ تک نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اپنے اعزا و اقارب میں سے کسی کی وفات کے بعد تیسرے ساتویں اور چالیسویں دن حسبِ توفیق کھانا تیار کر کے یا پھل (فروٹ) مٹھائی یا چنے، شربت، دودھ وغیرہ، کھانے پینے کی اشیاء، کپڑے یا نقد روپے پیسے خیرات کرتے، تلاوت قرآنِ مجید، درود شریف اور کلمہ طیبہ پڑھ کر ان کارہائے خیر کا ثواب مرحوم کو پہنچاتے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ معلوم نہیں وہابیوں کو اس میں شرک و کفر کی کون سی بات نظر آتی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے اموات کے لئے ایصالِ ثواب اور

دُعائے مغفرت کرنا قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور بزرگانِ دین، عُلمائے کرام و اولیائے عظام اور اُمّت کے تمام مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

جب آدمی مَر جاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے اور نیکی کرنے سے وہ عاجز ہو جاتا ہے اور منتظر رہتا ہے کہ کوئی شخص اس کو نیکی پہنچائے تو عذاب سے اس کو نجات ملے۔ ہم لوگ جس قدر کھانے پینے کے محتاج ہیں، اُس سے زیادہ مردہ ہماری دُعا کا محتاج رہتا ہے۔ ہم لوگ جس طرح میّت کے لئے ثواب پہنچاتے ہیں، نماز پڑھ کر یا روزہ رکھ کر یا صدقہ خیرات دے کر یا مسجد بنوا کر یا قرآن شریف پڑھ کر یا درُود و استغفار پڑھ کر تو میّت کو پُورا پُورا ثواب پہنچتا ہے اور ہم کو بھی اسی قدر ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔

یعنی جو لوگ بعد کو آئے وہ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے بخش دے ہم کو اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ گزر گئے۔ (شرح الصدور)

دلائل ملاحظہ ہوں

۱۔ فرمانِ الٰہی: وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (پ ۴ ع ۱۲)

پھر (ترکہ) بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین (اجنبی جن میں
سے کوئی میت کا وارث نہ ہو) آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو (قبل
تقسیم ترکہ اور یہ دینا مستحب ہے۔) اور ان سے اچھی بات کہو۔"
اس میں عذرِ جمیل وعدۂ حسنہ اور دعائے خیر سب داخل ہیں۔ اس
آیت میں میت کے ترکہ سے غیر وارث رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں
کو کچھ بطورِ صدقہ دینے اور قولِ معروف کہنے کا حکم دیا۔ زمانۂ صحابہ میں اس
پر عمل تھا۔
محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ان کے وارث نے تقسیم میراث کے
وقت ایک بکری ذبح کرا کے کھانا پکایا اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں
کو کھلایا اور یہ آیت پڑھی۔ ابن سیرین نے اسی مضمون کی عبیدہ سلمانی سے
بھی روایت کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کہا کہ اگر یہ آیت نہ آئی ہوتی تو
یہ صدقہ میں اپنے مال سے کرتا۔
تیجہ جس کو سوئم کہتے ہیں اور مسلمانوں میں معمول ہے وہ بھی اسی آیت
کا اتباع ہے کہ اس میں رشتہ داروں اور یتیموں و مسکینوں پر تصدق ہوتا ہے۔
اور کلمہ کا ختم اور قرآن پاک کی تلاوت اور دعا قولِ معروف ہے۔ اس میں بعض
لوگوں کو بے جا اصرار ہو گیا ہے جو بزرگوں کے اس عمل میں اس کا ماخذ تو تلاش
نہ کر سکے باوجودیکہ اتنا صاف قرآن پاک میں موجود تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی
رائے کو دین میں دخل دیا اور عملِ خیر کو روکنے پر مُصر ہو گئے۔ اللہ ہدایت
کرے۔" (تفسیر خزائن العرفان)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

الآیۃ (سورۃ محمد ع ۲)

"اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو"

یہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں اور آپ شفیع مقبول الشفاعۃ ہیں۔ اس کے بعد مومنین سے عام خطاب ہے۔

۳۔ حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ جب تم مریض یا میت کے پاس جاؤ تو دُعائے خیر کرو۔ اس لئے کہ جب تم کوئی دُعا مانگتے ہو تو ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں۔ نیز فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ وفات پا گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یارسُول اللہ! ابوسلمہ کی وفات ہوگئی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ یں کہہ (دُعا مانگ) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلَہٗ یا اللہ مجھے اور مرحوم کو بخش دے۔" (ترمذی جلد ۱ ص ۱۱۱)

۴۔ عَنْ ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلاثۃ صدقۃ جاریۃ وعلم ینتفع بہ وولد صالح یدعوالہ۔ (ترمذی جلد ۱ ص ۱۶۵)

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے ان تین اعمال کے صدقہ جاریہ اور علم جس سے نفع حاصل

کیا جاتا رہے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دُعائے مغفرت کرتی رہے"!

۵۔ عن عائشة انّ رجلاً اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه واله وسلّم فقال یارسول الله انّ اُمّی اُفتلِتَتْ (ای ماتت بغتة) نفسها ولم توص واظنها لو تکلمت تصدّقت افلها اجرٌ ان تصدّقتُ عنها قال نعم (مسلم جلد ۱ ص۳۲۴)

حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُس نے عرض کی۔ یارسُول اللہ! میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر انتقال کے وقت کچھ بول سکتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ آیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ خیرات کردوں تو اسے ثواب پہنچے گا؟ حضور نے فرمایا "ہاں"!

اس حدیث کی شرح میں حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وفی هٰذا الحدیث جواز الصدّقة عن المیت واستحبابها وانّ ثوابها یصلهٗ یَنْفَعَهٗ وینفع المتصدّق ایضًا وهٰذا کلّهٗ اجمع علیه المسلمون۔ اس حدیث میں میت کی طرف سے صدقہ خیرات کرنے کے جائز اور مستحب ہونے کا ثبوت ہے اور یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ صدقہ خیرات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ میت کے لئے نافع ہے اور صدقہ خیرات کرنے والے کو بھی اس کا نفع (ثواب) ملتا ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جن پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے"!

حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے

زمانہ تک ایصالِ ثواب پر شرک و بدعت کے فتوے داغنے والے نجدیہ وہابیہ کا وجود نہ تھا۔

۶۔ عن ابن عباس ان سعد بن عبادۃ توفیت اُمّہ وھو غائب عنھا فقال یارسول اللہ ان اُمّی توفیت وانا غائبٌ عنھا اَینفعھا شیءٌ اِن تصدّقتُ بہٖ عنھا قال نعم قال فانّی اُشھدک انّ حائطی المخراف صدقۃٌ علیھا (بخاری جلد اول ۳۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، میری غیر موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اُسے کچھ نفع پہنچے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "ہاں"؛ حضرت سعد نے عرض کی یارسول اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف اس پر صدقہ ہے۔

۷۔ زبدۃ العارفین شاہ شرف الدین بن احمد یحیٰ منیری اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں "حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وصال شریف کے گیارہویں دن حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سا طعام پکوایا تاکہ اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی رُوح پر فتوح کی نذر کریں۔ مدینہ منورہ میں اس کا چرچا ہوا تو لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے کہ آج کیا ہے؟ تو جنہیں معلوم تھا کہتے۔ الیوم عرس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا عرس" ہے

۸۔ عن انس انہ سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقال یارسول اللہ انا متصدق عن موتانا و نحج عنھم وندعوالھم فھل یصل ذالک الیھم فقال نعم انہ لیصل ویفرحون بہ کما یفرح احدکم بالطبق اذا اھدی الیہ۔ رواہ ابوحفص العکبری۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یارسول اللہ ہم اپنے مرنے والوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں ہم ان کے لئے دعا مانگتے ہیں تو آیا یہ ان تک پہنچتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ ہاں، بے شک ضرور پہنچتا ہے۔ اور وہ ایصالِ ثواب پر اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تمھیں (طعام وغیرہ) کا طبق ہدیۃً دیا جائے تو تم خوش ہوتے ہو۔

۹۔ مراقی الفلاح میں اس حدیث کے تحت مرقوم ہے۔

فللانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ عند اھلسنۃ والجماعۃ صلوٰۃً کان اوصوماً اوحجاً اوصدقۃ اوقراۃ للقران والاذکار اوغیر ذالک من انواع البر ویصل ذالک الی المیت وینفعہ وقالہ الزیلعی فی باب الحج عن الغیر۔ (مراقی الفلاح شرح نورالایضاح)

پس اہلسنت وجماعت کے نزدیک انسان کو چاہیئے کہ اپنے

نیک عمل کا ثواب کسی کو بخش دے۔ پھر وہ عمل نفلی نماز ہو یا نفلی روزہ یا نفلی حج ہو یا صدقہ یا تلاوتِ قرآن یا دوسرے اذکار وغیرہ نیکی کے دوسرے کام، ان کا ثواب میت کو بھی پہنچتا ہے۔ اور ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی اس کا ثواب ملتا ہے۔

۱۰۔ استاذ المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ تفسیر "فتح العزیز" میں میت کو جلانے کی مذمت اور دفن کرنے کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"و در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجا مے باشند علاقۂ رُوح با بدن از راہِ نظر و عنایت بحال مے ماند و توجہ رُوح بزائرین متانسین و مستفیدین بسہولت مے شود کہ بہ سببِ تعیین مکان بدن گویا مکانِ روح ہم متعین است۔ و آثارِ ایں عالم از صدقات فاتحہ ہا و تلاوتِ قرآن مجید چوں دراں بقعہ کہ مدفن بدن اوست واقع شود بسہولت نافع میشود۔ پس سوختن گویا رُوح را بے مکان کردن و دفن کردن گویا مکنے برائے رُوح ساختن بنا بریں است کہ از اولیائے مدفونین و دیگر صلحائے مومنین انتفاع و استفادہ جاری است۔ وانہارا افادۂ اعانت نیز متصور" (تفسیر عزیزی مطبوعہ مجتبائی ص ۹۰)

اور دفن کرنے میں جب کہ اجزائے بدن بتمامہ یکجا رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظر و عنایت سے رُوح کا تعلق بدن کے ساتھ بحال رہتا ہے۔ اور انس و فائدہ حاصل کرنے کے لئے زیارت کو آنے والوں کی طرف رُوح کو توجہ

کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ مکان بدن کی تعین کے سبب سے گویا مکانِ رُوح بھی متعین ہے۔ اور اس عالم دُنیا کے آثار از قسم صدقات و فاتحہ ہا اور تلاوتِ قرآنِ مجید اس بقعہ میں کہ اس کا مدفنِ بدن ہے بسہولت نافع ہوتے ہیں۔

پس میت کو جلانا گویا رُوح کو بے مکان کر دینا ہے اور دفن کرنا گویا رُوح کے لئے مسکن بنا دینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیا، مدفونین دیگر صُلحاء مومنین کے مزارات سے نفع اور فائدہ حاصل کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ان کے لئے افادہ و اعانت بھی متصوّر ہے۔"

۱۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کو فرماتے سُنا کہ جب گھر میں کوئی مرجاتا ہے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اس صدقہ کے ثواب کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نُور کے طبق میں رکھ کر اس کی قبر پہ لے جاتے ہیں، اور کھڑے ہو کر کہتے ہیں "اے قبر والو! یہ تحفہ تمہارے گھر والوں نے تم کو بھیجا ہے اس کو قبول کرو۔ پس مُردہ خوش ہوتا ہے اور اپنے ہمسائے کو خوشخبری سُناتا ہے اور اس کے ہمسائے جن کو کوئی تحفہ نہیں پہنچا ہے غمگین رہتے ہیں۔" (شرح الصدور)

۱۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مُردہ اپنی قبر میں ایسا ہے جیسے دریا میں کوئی ڈوبتا اور فریاد کرتا ہے۔ وہ منتظر رہتا ہے کہ میرا باپ یا ماں یا لڑکا یا دوست میرے لئے دُعا کرے۔ پھر جب یہ دُعا کرتے ہیں تو یہ دُعا ان کو دُنیا و مافیہا

سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور جب زمین والے دُعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کے مانند ثواب قبر والوں کو پہنچاتا ہے۔ اور زندوں کا تحفہ مردوں کے لئے یہی ہے۔ کہ ان کے لئے استغفار کریں۔" (شرح الصدور)

۱۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا۔ قیامت کے دن مومن کے ساتھ پہاڑ کے برابر نیکیاں ہوں گی، ۔ وہ کہیں گے کہ دنیا میں تو ہم نے اس قدر نیکیاں نہیں کی تھیں۔ اس قدر ثواب کہاں سے آیا؟ آواز آئے گی کہ تیرے لڑکے نے تیرے لئے استغفار پڑھا تھا۔ یہ وہی نیکیاں ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیک بندہ کو اللہ تعالیٰ جنت میں بہت بڑا درجہ عطا کرے گا۔ وہ تعجب سے کہے گا۔ اے رب! یہ درجہ کہاں سے مجھ کو ملا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لڑکے کے استغفار اور برکت کی دُعا سے۔" (شرح الصدور)

۱۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا۔ اپنے اموات کے لئے تحفہ بھیجو، ہم نے پوچھا۔ یارسول اللہ! ہم کیا تحفہ بھیجیں؟ فرمایا۔" مومنوں کی ارواح جمعہ کی رات کو آسمان سے دُنیا کی طرف آتی ہیں۔ اور اپنے مکان کے مقابل کھڑی ہو کر ہر ایک رُوح غمگین آواز سے پُکارتی ہے۔ اے میرے گھر والو! اے میرے خاندان والو، اے میرے قرابت والو، مہربانی کر کے ہم کو کچھ دو، اللہ تم پر رحم کرے اور ہم کو یاد رکھو اور مت بھولو۔ ہم قید خانہ میں ہیں اور بہت غم

میں مبتلا ہیں۔ پس ہم پر رحم کرو، اللہ تم پر رحم کرے، اور نہ بند رکھو ہم سے اپنی دعا اور صدقہ کو اور تسبیح کو شاید اللہ رحم کرے ہم پر قبل اس کے کہ تم بھی ہماری مثل ہو جاؤ۔ افسوس! ہائے شرمندگی، اے اللہ کے بندو ہمارا کلام سنو۔ اور ہم کو نہ بھولو تم جانتے ہو کہ یہ مکان جو آج تمہارے قبضہ میں ہے کل ہمارے قبضہ میں تھا۔ اور ہم اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہ کرتے تھے اور اللہ کی راہ میں کچھ نہ دیتے تھے۔

پس وہ مال ہم پر بلا ہو گیا ہے اور دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کا حساب کتاب ہم پر ہوتا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہر ایک رُوح ہزار بار مردوں اور عورتوں کو پکارتی ہے کہ مہربانی کرو ہم پر درہم سے یا روٹی کے ٹکڑے سے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ فرماتے ہوئے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رونے لگے اور ہم بھی رونے لگے۔ روایت کیا اس حدیث کو شیخ ابن الحسن بن علی نے اپنی کتاب میں۔ (شرح الصدور)

۱۵۔ عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع فرمایا تھا، پس اب زیارت کیا کرو"۔ اس کی شرح میں شیخ محمد تھانوی حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

والزیارۃ یوم الجمعۃ افضل خصوصاً قولہ وھو المتعارف

فی الحرمین الشریفین یخرجون الی المعلّی والبقیع

للزیارۃ وقد ورد فی خبر ابی نعیم رضی اللہ عنہ من

زار قبر والدیہ اَوْاَحدھُمَا یوم الجمعۃ کان کحجّۃٍ

وفی روایۃ البیھقی غُفِرَلہٗ وَکُتِبَ لہٗ براءۃ وجاء

فی الروایات انّہٗ یعطی للمیّت فی یوم الجمعۃ الادراک

اکثر مما یعطی فی سائر اَلْاَیّام حتّی انّہٗ یَعْرِفُ کَثِیْرًا

مِنْ اَلْاَیَّامِ اَلْبَاقِیَۃِ بِالْاِخْتِلَافِ بین اھل العلم وفیہ

ورد الاحادیث الصحیحۃ خصوصًا فی الماءِ وقد جاء

فی بعض الروایات ان رُوح المیّت تاتی دارہٗ لیلۃ

الجمعۃ فَیَنْتَظِرُ ھَلْ یُتَصَدَّقُ لِاَجْلِہٖ ۔ واللہُ اعلم'

من المرقاۃ واللمعات۔ (نسائی شریف جلد ۱ صفحہ ۲۸۵)

جُمعہ کے دن قبروں کی زیارت کو جانا افضل ہے خصوصًا دن کے پہلے حصّہ میں۔ یہ حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں مشہور ومتعارف ہے کہ لوگ قبرستان المعلّٰی اور قبرستان بقیع میں قبروں کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اور حدیث ابو نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وارد ہے کہ جس نے جُمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ماں یا باپ کی قبر کی زیارت کی اس کو حج کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔ اور روایات حدیث میں وارد ہے کہ میت کو دوسرے دنوں کے مقابلے میں جمعہ کے دن زیادہ ادراک عطا کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قبر والا دوسرے دنوں کے مقابلے

میں جُمعہ کے دن قبر پر آنے والوں کو زیادہ اچھی طرح سے پہچانتا ہے۔ قبروں پر بلا ضرورت پاؤں رکھتے ہوئے گزرنا مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ صدقہ و خیرات کر کے میّت کو ثواب پہنچایا جائے۔ اس امر میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور ایصالِ ثواب کے بارے میں کثرت کے ساتھ صحیح احادیث وارد ہیں خصوصاً پانی کے متعلق اور بعض روایات میں یہ بھی وارد ہے کہ جمعرات کو میّت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور منتظر رہتی ہے کہ آیا اس کے لئے کوئی صدقہ و خیرات کر کے ایصالِ ثواب کرتا ہے یا نہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ مضمون مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ سے ماخوذ ہے۔

۱۶۔ استاذ المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"و مدد زندگان بہ مُردگان دریں حالت زود تر مے رسدو مُردگان منتظر لحوق مدد ازاں طرف مے باشند و چناں گماں مے برند کہ ہنوز زندہ ایم و لہٰذا در حدیث شریف در احوال قبر وارد ست کہ مردِ مسلمان در انجا میگوید دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ یعنی بگذارید مرا تا نماز بخوانم و نیز وارد ست کہ مُردہ دراں حالت مانند غریقے ست کہ انتظار فریاد رسی مے برد و صدقات و ادعیۂ فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او مے آید وازیں جاست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال و علی الخصوص تا یک چلّہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام مے نمایند۔" (تفسیر عزیزی)

اس حالت میں زندوں کی مدد اموات کو بہت جلد پہنچتی ہے اور مُردے زندوں کی مدد پہنچنے کے منتظر رہتے ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ ابھی ہم زندہ ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں احوال قبر میں وارد ہے کہ مسلمان اس حالت میں (منکر و نکیر فرشتوں سے) کہتا ہے کہ ”مجھے نماز پڑھنے دو۔“ نیز وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں ڈوبنے والے کے مانند ہے جو اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کوئی اُسے ڈوبنے سے بچالے۔ اور صدقات اور دُعائیں اور فاتحہ اس وقت میت کے بہت کام آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی جماعتیں، بعد موت ایک سال تک اور علی الخصوص چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں پوری کوشش کرتے ہیں؛ یعنی تیجہ، ساتواں، دسواں اور چالیسواں وغیرہ کا اہتمام کر کے ایصالِ ثواب کیا کرتے ہیں اور اسی طرح میت کو ثواب پہنچاتے ہیں۔

۱۷۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جن پر وہابیہ فخر و ناز کرتے ہیں۔ زبدۃ النصائح صہ ۱۳۲ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

”شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصدِ ایصالِ ثواب بہ رُوح ایشان پزند و بخورند مضائقہ نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے داوہ شود اغنیارا ہم خوردن جائز است۔“

کسی بزرگ کی رُوح کو ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ دلانے کی خاطر کھیر پکائیں اور کھائیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو مالداروں کو بھی اس کا کھا لینا جائز ہے۔

۱۸۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی "الانتباہ فی سلاسل اولیاء" میں لکھتے ہیں: "پس دہ مرتبہ درود خوانند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سوال نمایند"

"پس دس مرتبہ درود پڑھ کر ختم پورا کریں اور قدرے شیرینی پر عموماً خواجگانِ چشت کے نام فاتحہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے حاجت کا سوال کریں"

۱۹۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ: "طعامیکہ ثواب آں نیاز امامین نمایند بر آں قل و فاتحہ و درود خوانند متبرک میشود و خوردن بسیار خوب ست" (فتاویٰ عزیزیہ ص۷۵)

نیز لکھتے ہیں:

"اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگے بقصدِ ایصالِ ثواب بہ روح ایشاں پختہ بخورانند جائز ست مضائقہ نیست" "جس طعام کا ثواب حضرت امامین (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیاز کریں۔ اس پر قل اور فاتحہ اور درود پڑھیں متبرک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا کھانا بہت خوب ہے۔ اگر مالیدہ اور دودھ کسی بزرگ کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے پکا کر کھلائیں جائز ہے۔ کچھ مضائقہ نہیں"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا تیجہ بڑے اہتمام کے ساتھ ہوا

۲۰۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں "در روز سوم

کثرت ہجوم مردم آں قدر بود کہ بیروں از حساب ست ہشتاد و یک کلام اللہ بہ شمار آمد و زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست"

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ)

(شاہ ولی اللہ محدث کی وفات کے بعد تیجہ کے دن لوگوں کا ہجوم اس کثرت سے تھا کہ حساب سے باہر ہے۔ اکیاسی قرآن مجید (جو تلاوت کئے گئے شمار میں آئے اور زیادہ بھی ہو گئے ہوں گے اور کلمہ کا تو حساب نہیں۔ (کہ کس قدر پڑھا گیا۔)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عرس کے متعلق ایک منکر کے اعتراض کا رد

۲۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عرس ہر سال کیا کرتے تھے۔ مولوی عبدالحکیم پنجابی نے اعتراض کیا کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ لیا ہے جو سال بہ سال کرتے ہو؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کے جواب میں فرمایا۔

"ایں طعن مبنی ست بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمے داند آرے زیارت قبور وتبرک بہ قبور صالحین وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن وخوب است بہ اجماع علماء۔ وتعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز ذکر انتقال ایشاں از دار العمل بہ

بہ دار الثواب۔ والاہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح

ست وخلف را لازم ست کہ سلف خود را بہ ایں نوع بر احسان

نماید چنانچہ در حدیث مذکور ست۔ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْلَهٗ"

یہ طعن مطعون علیہ کے احوال سے جہل پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص فرائض شرعیہ مقررہ کے علاوہ کسی چیز کو فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبروں کی زیارت اور اولیاء اللہ کی قبروں سے برکت حاصل کرنا اور تلاوت قرآن مجید اور دعائے خیر کرنا اور طعام وشیرینی تقسیم کرنا امر مستحسن اور اچھا ہے۔ بہ اجماع علماء اور عرس کا دن اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ ان کے دار العمل (دنیا) سے دار الثواب (آخرت) کو انتقال کا دن یاد رہے۔ ورنہ جس روز بھی یہ عمل کیا جائے موجب فلاح ہے۔ اور پسماندگان کو لازم ہے کہ اپنے اسلاف پر اس طرح سے احسان کرتے رہیں۔ جیسے کہ حدیث میں وارد ہے وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْلَهٗ۔ اولاد صالح جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

۲۴۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیو بند نے لکھا ہے کہ "جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا "اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں"۔ حضرت جنید نے ایک لاکھ پانچ ہزار بار کلمہ پڑھا تھا۔ یوں سمجھ کر کہ بعض روایات میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے۔ آپ نے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ دی۔ بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے سبب پوچھا، اس نے عرض کیا کہ "اپنی ماں

کو جنت میں دیکھتا ہوں"۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ "اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی، اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی"۔ (تحذیر الناس ص ۴۴)

طوالت سے بچنے کی خاطر فقیر اسی پر اکتفا کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ قرآن مجید، حدیث شریف اور محدثین اور وہابیوں کے پیشواؤں کے اقوال سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اموات کو ایصالِ ثواب کے لئے تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں اور سالانہ عرس کرنا، قبروں کی زیارت کے لئے قبرستان جانا، مزارات اولیا، کی حاضری دینا، مزارات اولیاء سے تبرک و توسل نداء و خطاب کر کے ان سے مدد چاہنا، صدقہ خیرات، فاتحہ و قرآن خوانی کر کے ثواب پہنچانا، اموات کے لئے فائدہ بخش اور ایصالِ ثواب کرنے والوں کے لئے بھی نافع اور موجبِ فلاح ہے۔ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ اور عذابِ جہنم سے رہائی کا باعث ہے۔

لیکن وہابیہ کی کور باطنی اور اُلٹی کھوپڑی کو داد دیجئے کہ یہ لوگ قرآن و حدیث کے واضح ارشادات کے خلاف ان امور کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ اور ایصالِ ثواب کرنے والے مسلمانوں کو مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔

(نعوذ باللہ من ہفوات الوہابیہ)

نجدی وہابی جب علمائے اہلسنت کے دلائلِ حقہ سے عاجز ہو جائیں تو عموماً کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم ایصالِ ثواب کے تو قائل ہیں مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ دن مقرر کر کے، کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور اس کو پابندی کے ساتھ کرنا بدعت، ناجائز اور حرام ہے۔ اس صورت مروجہ کا کوئی ثبوت

نہیں۔ وہابیہ کا یہ کہنا بھی ان کا مکر و فریب ہے جس سے ان کی سفاہت جہالت اور تعصب ظاہر ہے۔

قارئین شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شیخ محمد تھانوی کے فتاوی اور تصریحات پڑھ چکے ہیں۔ ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی دن مقرر کر کے طعام پر فاتحہ پڑھنے اور قرآن خوانی کر کے ایصالِ ثواب کو جائز، مستحسن اور مستحب قرار دیتے ہیں اور اس پر عامل بھی ہیں۔ نیز ان کے علاوہ سلف صالحین، مشائخ و علمائے اُمت اس پر متفق ہیں۔

پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ سب حضرات بدعتی اور مشرک و کافر ہیں؟ اور کیا یہ مٹھی بھر جہل مرکب میں گرفتار وہابی تمام مفسرین، محدثین، آئمہ دین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی بڑھ کر قرآن و حدیث کو سمجھنے والے اور توحید پرست پیدا ہو گئے ہیں؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

قارئین! اگرچہ ایصالِ ثواب سے متعلق کافی و شافی دلائل پیش کیے جا چکے ہیں، تاہم فقیر اتمامِ حجت کے لئے اعمالِ حسنہ پر مداومت، دن مقرر کرنے اور کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے کے جواز میں بالاختصار چند دلائل پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہے تاکہ ان امور کے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہ جائے۔ وباللہ التوفیق وہو المستعان۔

اعمالِ حسنہ پر مداومت

واضح رہے کہ بعض فرائض و واجبات مقید بہ وقت ہیں۔ اور

بعض غیر مؤقف اور عبادت نفلیہ میں شرعیہ کی طرف سے کوئی قید نہیں۔ نفلی عبادت کرنے والا مختار ہے کہ جب چاہے کرے کسی مصلحت کی وجہ سے تعین یوم ووقت کرلے اور چاہے تو نہ کرے۔ چاہے کبھی کرے کبھی نہ کرے۔ مگر نفلی عبادت میں حسب فرمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم التزام محبوب وافضل ہے۔

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم
اَحَبَّ الْاَعْمَالَ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَامُھَا وَاِنْ قَلَّ قَالَ (الراوی)
وَکَانَتْ عائشۃ اِذَا عَمِلَتْ الْعَمَلَ لَزِمَتْہُ (مسلم جلد۱ ص۲۶۶)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ عمل زیادہ محبوب ہے جس پر ہمیشگی ومداومت کی جائے۔ پھر خواہ (نفلی عمل) تھوڑا سا ہی ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کسی نفلی کام کو کرتیں تو پھر اسے لازم کرلیتیں"۔

یعنی اگر کوئی نیک کام کسی وقت کرلیتیں تو پھر اس کام کو ہمیشہ اسی وقت پابندی کے ساتھ کیا کرتی تھیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ اسی حدیث سے وہابیہ کا یہ اعتراض باطل ہوگیا کہ سُنّی مسلمان وقت مقرر کرکے لازمی طور پر تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور عرس وغیرہ کرتے ہیں۔ لہٰذا جائز نہیں۔ ثابت ہوا کہ وہابیہ کا نفلی امور پر مداومت کو ناجائز وحرام کہنا بجائے خود ناجائز وحرام اور انکار حدیث کو مستلزم ہے۔

دن مقرر کرنا

کسی مسجد میں جانے کیلئے دن مقرر کرنا سُنت ہے

عن ابن عمر قال کان النّبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یاتی مسجد قبا کل سبت ماشیا و راکبا وکان عبد اللہ بن عمر یفعلہٗ (بخاری جلد ۱ ص ۱۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر سنیچر کے دن پیدل یا سوار ہو کر مسجد قباء میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی (حضور کی سُنت پر عمل کرنے کی خاطر) اسی طرح کرتے تھے۔" یعنی وہ بھی ہر سنیچر کو پیدل یا سوار ہو کر مسجد قباء میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی نیک کام کے لئے دن مقرر کر لینا سُنت ہے۔

زیارت قبور کیلئے دن اور وقت مقرر کرنا سُنت ہے

عن عائشۃ انھا قالت کان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ وَسَلَّمَ کلما کان لیلتھا من رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ علیہ والہ وسلم یخرج من اٰخر اللیل البقیع فیقول السّلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ما توعدون غدًا مؤجلون وانّا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللّٰھم اغفر لاھل بقیع الغرقد (مسلم جلد ۱ ص ۳۱۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری ہر باری کی شب رات کے آخری حصہ میں گھر سے نکلتے، قبرستان بقیع میں تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم دار قوم مومنین ۔ الخ

وعظ کیلئے دن مقرر کرنا سنت ہے

عن شقیق بن وائل قال کان عبد اللہ یذکرنا کُلّ یوم خمیس ۔ (مسلم جلد ۲ ص ۳۷۷) حضرت شقیق بن وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ہمیں ہر جمعرات کو وعظ سُنایا کرتے تھے۔

دعوت طعام کیلئے دن مقرر کرنا سُنت ہے

عن سھل بن سعد ان کُنّا لنفرح بیوم الجُمعۃ کانت لنا عجوز تاخذ اصول السلق فتجعله فی قِدرتھا فتجعل فیه حبّات من شعیر اذا صلینا زرناھا فقرّبتہ الینا وکنّا نفرح بیوم الجُمعۃ من اجل ذالك وکنّا نتغدیٰ ولا نقیل الّا بعد الجمعۃ واللہ ما فیه شحم ولا ودك (بخاری جلد ۲ ص ۹۱۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہمیں اس وجہ سے جمعہ کے دن کی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن ایک بڑھیا ہمارے لئے چقندر کی جڑیں لے کر ہنڈیا میں ڈال کر پکاتی۔ نماز جمعہ پڑھ کر ہم اس کے پاس جاتے تو وہ پکا ہوا کھانا ہمارے پاس لے آتی اور ہم بڑے مزے کے ساتھ کھاتے۔ اس وجہ سے ہمیں جمعہ کا دن آنے سے بڑی خوشی ہوتی۔ اس دن نہ ہم صبح کا ناشتہ کرتے نہ دوپہر کو قیلولہ کرتے۔ بلکہ نماز جمعہ کے بعد (اس بڑھیا سے دعوت کھا کر قیلولہ کرتے۔) قسم بخدا۔ اس طعام میں نہ چربی

ہوتی اور نہ چکنائی ۔ اس کے باوجود بڑا دل پسند اور لذیذ ہوتا تھا۔

نفلی روزہ کیلئے دن مقرر کرنا سُنّت ہے

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے ۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

قَالَ فِیْہِ وُلِدْتُ وَ فِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ الْقُرْاٰنُ ۔ (ابوداؤد کتاب القیام)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "سوموار کے دن میری ولادت ہوئی اور جمعہ کی رات میں مجھ پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔" اس حدیث سے جوازِ تعیّن یوم کے علاوہ یہ بھی واضح ہو گیا کہ فضیلت و شرف والے واقعات کے سبب دنوں کو بھی شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

احادیث مندرجہ بالا سے بالوضاحت ثابت ہوا کہ نفلی امُور کے لئے دن اور وقت مقرر کرنا سُنّت ہے ۔ وہابی مولوی یہ اعتراض بھی کیا کرتے ہیں کہ سُنّی مُسلمان ایصالِ ثواب کے لئے دن مقرر کر کے ہمسایوں، دوستوں اور رشتہ داروں کو اہتمام کے ساتھ بلاتے ہیں۔ یہ اہتمام و تداعی کہیں ثابت نہیں۔اس لئے یہ بدعت و ناجائز ہے ۔ تو فقیر اس کے متعلق عرض کرتا ہے کہ وہابیہ کو کارِ خیر میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے خواہ مخواہ کے بہانے تراشنے کے علاوہ اور کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

میں کہتا ہوں کہ دن مقرر کر کے مسلمانوں کا مل جُل کر تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی کرنا اور اموات کو ایصالِ ثواب کرنا اور اپنے لئے اور میّت کے لئے بخشش کی دُعا مانگنا یہ وہ امُور ہیں، جن کی اصل شروع سے ثابت

ہے۔ ان امور کی ممانعت کہیں وارد نہیں۔ اگر وہابیہ میں کچھ بھی صداقت وشرافت ہے تو قرآن وحدیث میں سے ممانعت پر کوئی دلیل پیش کریں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ خوارج الاصل وہابی قیامت تک کوئی واضح دلیل پیش نہیں کرسکیں گے۔

پھر جب قرآن وحدیث میں ان امور کی کوئی ممانعت نہیں تو کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ منع کرے اور شرک وبدعت کے فتوے بھی لگاتا پھرے۔ اگر آپ ذرا سا غور وتامل کریں تو آپ پر واضح ہوجائے گا کہ:۔

ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع وتعیّن یوم میں بہت سی مصلحتیں ہیں

مثلاً دن مقرر کرکے صدقہ وخیرات کرنے سے غرباء ومساکین اور اعزاء واقارب اور احباب آسانی سے اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ باہمی میل ملاپ اور صحبت سے ایک دوسرے کو دینی ودُنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مل جل کر ختم قرآن مجید میں آسانی ہوتی ہے۔ مجلس میں جس قدر زیادہ تعداد میں مسلمان جمع ہوتے ہیں اسی قدر تسبیح وتہلیل کی کثرت ہوتی ہے۔ اور درود شریف زیادہ تعداد میں پڑھا جاتا ہے۔ صدقہ خیرات کرنے والوں کو طعام یا شیرینی تقسیم کرنے اور کھلانے میں سہولت ہوتی ہے۔ سب مل کر تلاوتِ قرآن، تسبیح وتہلیل اور درود شریف کا ثواب میت کو بخشتے ہیں اور دُعائے مغفرت کرتے ہیں۔

مجلس میں زیادہ مسلمان جمع ہوتے ہیں تو اس میں متقی، پرہیزگار اور ایسے نیک بندے بھی آجاتے ہیں جو مقبولِ بارگاہ اور مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔

نیز حسبِ فرمانِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلسِ ذکر میں ملائکہ سیاحین بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اور جب ایصالِ ثواب ومغفرت و بلندیٔ درجات کے لئے دُعا مانگی جاتی ہے اور یہ سب آمین کہتے ہیں تو قبولیتِ دُعا کی بھی زیادہ امید ہو جاتی ہے۔ اور ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اس حدیث پر بھی بوجہ احسن عمل ہو جاتا ہے۔ اور مجلس میں شریک ہونے والے اس شرف سے مشرف ہو جاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قال اللہ تعالیٰ وَجَبَتْ مُحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ۔ فی مشکوٰۃ (کتاب الآداب باب الحب فی اللہ فصل اول)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ واجب ہو گئی میری محبت ان لوگوں کے لئے جو صرف میرے ہی لئے آپس میں محبت کرتے ہیں، میرے ہی لئے باہم مل کر بیٹھتے ہیں، میرے ہی لئے ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں اور میرے ہی لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔"

پھر ان تمام باتوں کے علاوہ دن مقرر کرنے میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ فکر واہتمام کے ساتھ وہ نیک کام ہو کر رہتا ہے۔ اور اگر دن مقرر نہ ہو تو غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے آج کل کرتے بسا اوقات وہ کام رہ ہی جاتا ہے۔ اور مسلمان مذکورہ شرف، فضیلت اور ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔ تاہم واضح رہے کہ دن مقرر کرنے کو فرض یا واجب نہیں سمجھا جاتا۔ اور نہ یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس مقررہ دن کے علاوہ کسی دوسرے دن کرنے سے ثواب نہ ملے گا۔ بلکہ اعتقاد یہی ہوتا ہے کہ جس دن اور جس وقت بھی فی سبیل اللہ صدقہ وخیرات ہو قبولیت کی امید ہے۔

لیکن جب احادیث سے دن مقرر کر کے کسی مخصوص مسجد میں جانا، زیارت قبور کے لئے دن مقرر کرنا و نیز مجالس وعظ کے لئے دعوتِ طعام کے لئے، نفلی روزہ کے لئے اور دیگر نفلی عبادات کے لئے دن مقرر کرنا ثابت ہے تو خوارج الاصل وہابیہ کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ دن مقرر کرنے پر اعتراض کریں۔ اور شرک وکفر وبدعت کا فتویٰ لگائیں؟

اب رہی یہ بات کہ وہابی کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے کو ناجائز بدعت و حرام سمجھتے ہیں۔ تو فقیر اس کے متعلق عرض کرتا ہے کہ کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور دعا مانگنا حرام و ناجائز یا بدعت کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔

۱۔ عن ابی هریرة قال لما کان یوم غزوة تبوک اصاب الناس مجاعة فقال عمر یارسول الله ادعهم بفضل ازوادهم ثم ادع الله لهم علیها بالبرکة فقال نعم ندعا بنطع فبسط ثم دعا بفضل ازوادهم فجعل الرجل یجئ بکف ذرة ویجئ الآخر بکف تمر ویجئ الآخر بکسرة حتیٰ اجتمع علی النطع شیء یسیر ندعا رسول الله صلی الله علیه وسلم بالبرکة ثم قال خذوا فی اوعیتکم فاخذوا ناخذوا فی اوعیتهم حتیٰ ما ترکوا فی العسکر دعاءً الا ملاؤه مال فاکلوا حتیٰ شبعوا وفضلت فضلة۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے دن مجاہدین کو بھوک لگی اور کھانے کا کچھ سامان نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے عرض کی یارسُول اللہ! آپ ان سے بچی کھچی کھانے کی چیزیں منگا کر ان پر ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا مانگیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہاں، اور آپ نے چمڑے کا دستر خوان منگایا۔ اسے بچھا دیا گیا، پھر آپ نے فرمایا۔ بچی کھچی چیزیں لاؤ۔ کوئی مُٹھی بھر جوار لایا اور کوئی مٹھی بھر کھجُور اور کسی نے روٹی کا ٹکڑا لاکر ڈال دیا۔ یہاں تک کہ تھوڑی سی چیزیں جمع ہو گئیں۔ پھر ان کھانے کی چیزوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برکت کی دُعا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کھانے سے اپنے اپنے برتن بھر لو۔ تمام مجاہدین نے اپنے اپنے برتن بھر لئے۔ اور لشکر میں کوئی برتن خالی نہ رہا۔ سب کھا کر شکم سیر ہوگئے اور پھر بھی بہت سا کھانا بچ رہا۔"

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ اس دن لشکر میں ایک لاکھ مجاہدین تھے۔ جنھیں رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شکم سیر فرمایا۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واني رسول اللہ لا یلقی اللہ بھما عبدٌ شاكٍ فیحجب عن الجنۃ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات فصل اوّل، بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۳۸)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں سامنے رکھ کر دُعا مانگنا سُنّت ہے۔

۲۔ عن انس قال لما تزوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم زینب اھدت لہٗ امّ سلیم حیسًا فی تورٍ من حجارۃ فقال انس فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِذْھَبْ فادْعُ لی مَنْ لقیت من المسلمین فدعوتُ لہٗ من لقیت فجعلوا

يدخلون عليه فياكلون ويخرجون ووضع النبي صلى الله عليه وسلم يده على الطعام فدعا فيه وقال فيه ماشاء الله ان يقول ولم ادع احدًا لقيتهٗ الا دعوتهٗ فاكلوا حتى شبعوا وخرجوا۔ الحديث (مسلم جلد ا صفحہ ۴۶۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی فرمائی تو اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک پتھر کے پیالے میں میٹھا دلیہ ڈال کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حکم فرمایا۔ جاؤ تجھے جو مسلمان ملے اسے میرے پاس دعوت کھانے کے لئے بھیجتے جاؤ۔ پس مجھے جو بھی مسلمان ملتا گیا میں اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجتا گیا۔ لوگ آپ کی خدمت میں آنے اور (وہ میٹھا دلیہ) کھا کھا کر جانے لگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ہاتھ طعام پر رکھا اور اس میں (برکت کے لئے) دُعا فرمائی اور جو کچھ اللہ نے چاہا حضور نے کہا۔ اور مجھے جو بھی ملا میں نے اسے دعوت دیئے بغیر نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ سب مسلمانوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور چلے گئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دعوت کے لئے مسلمانوں کو بُلانا طعام پر پڑھنا اور طعام سامنے رکھ کر دُعا مانگنا سُنّت ہے۔

۳۔ عن انس بن مالك يقول ابوطلحة لأم سليم لقد سمعت صوت رسول الله صلى الله عليه وسلم ضعيفا اعرف فيه الجوع

فهل عندك من شیء۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو پست آواز میں کلام کرتے دیکھ کر اندازہ لگایا کہ آپ کو بھُوک لگی ہے۔ آیا تمھارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اُمِّ سلیم نے کہا۔ ہاں ہے اور جَو کی روٹی کے چند ٹکڑے اپنی اوڑھنی میں لپیٹ کر مجھے دے کر کہا، یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لے جاؤ۔ حضرت انس فرماتے ہیں، میں وہ روٹی کے ٹکڑے لے کر روانہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجاہدین صحابہ کے ہمراہ (غزوۂ خندق کے موقع پر بنائی گئی) مسجد میں بیٹھے ہیں۔ میں حضور کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ آیا تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں اس پر رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنے تمام ساتھیوں کو فرمایا۔ "اُٹھو، چلو"۔ میں اُن کے آگے چلتا ہوا حضرت ابوطلحہ کے پاس پہنچا، اور انہیں بتایا کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اپنے ساتھیوں کو لے کر تشریف لا رہے ہیں۔ اس پر ابوطلحہ نے کہا" اے اُمِّ سلیم، رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تمام لوگوں کو لے کر آرہے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کو کچھ بھی نہیں ہے؟

فقالت اللّٰہ ورسُولہ اعلمُ حضرت اُمِّ سلیم نے جواب دیا" اللہ اور اس کا رسُول زیادہ جانتا ہے۔ (یعنی اس لشکر کو کچھ کھلانے کی ہمیں کیا فکر ہے؟ اللہ جانے اور اللہ کا رسول جانے۔ حضور جو لشکر لئے آرہے ہیں

وہی ان کو کھلائیں گے بھی۔ ہمیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے کہ حضور ہماری حالت سے باخبر ہیں۔)

حضرت ابوطلحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استقبال کو آگے بڑھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں آگئے تو فرمایا" اے اُمّ سلیم، جو کچھ تمھارے پاس ہو لاؤ" اُمّ سلیم نے وہی جَو کی روٹی کے چند ٹکڑے پیش خدمت کئے۔ حضور نے فرمایا۔ ان کی چُوری بناؤ۔ اُمّ سلیم نے اس میں گھی کا کُپّا نچوڑا اور ملیدہ بنایا۔ تو حضور نے اس طعام پر جو اللہ نے چاہا، پڑھا۔ مُسلم کی روایت میں ہے کہ ثمّ دعا فیه بالبرکة اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طعام میں برکت کی دُعا فرمائی اور حکم فرمایا۔ دس آدمیوں سے کہو کہ وہ آکر کھائیں۔ وہ کھانا کھاکر فارغ ہوئے تو فرمایا، دوسرے دس آدمیوں سے کہو آکر کھائیں۔ اسی طرح دس آدمی آتے گئے اور کھاتے گئے۔ یہاں تک کہ تمام شکم سیر ہو گئے۔ یہ کھانا کھانے والے ستر یا اسّی آدمی تھے۔ (بخاری جلد ا صہ ۵۰۵)

اس حدیث سے دوسرے کئی عظیم الشان امور کے علاوہ یہ بھی واضح ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا اور دُعا مانگنا سُنّت ہے۔

۴۔ عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال کان رسول الله صلّی الله علیه وسلّم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطّهما حتّی یمسح بهما وجهه (ترمذی جلد ۲ صہ ۱۷۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے تو دونوں ہاتھ مُنہ پر پھیرے بغیر

نیچے نہ گراتے"۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ (دُعا مانگتے وقت) ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو مُنہ کی جانب کر کے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرو، اُلٹے ہاتھ کر کے دُعا نہ مانگا کرو۔ اور جب دُعا مانگ چکو تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اپنے مُنہ پر پھیر لیا کرو"۔ (ابوداؤد)

۶۔ کھانا کھانے سے پہلے دُعا مانگنے کا حکم۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم

مَنْ اَطْعَمَہُ اللّٰہُ طَعَامًا فلیقل اَللّٰھُمَّ بارك لنا فیہ وزدنا منہُ ۔ الحدیث (ترمذی جلد۲ صـ۱۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا۔ جس کو اللہ تعالیٰ طعام کھلائے اسے یہ کہنا چاہیئے۔ اے اللہ! ہمارے لئے اس میں برکت ڈال اور ہمیں اس کھانے سے بہتر کھانا کھلا۔ اور جسے اللہ تعالیٰ دُودھ پلائے اسے کہنا چاہیئے۔ یا اللہ ہمارے لئے اس میں برکت ڈال اور ہمیں زیادہ دُودھ پلا۔

۷۔ کھانا کھا چکنے کے بعد دُعا: عن ابی امامۃ قال کان رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اذا رُفِعَتِ الْمَائِدَۃُ بَیْنَ یَدَیْہِ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ غیر مؤدع۔ (ترمذی جلد۲ صـ۱۸۳)

حضرت ابو عمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (طعام سے فارغ

ہونے پر) جب آپ کے سامنے سے دستر خوان اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ حَمۡدًا کَثِیۡرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیۡهِ غَیۡرَ مُوَدَّعٍ

احادیث سے ثابت ہوا کہ کھانے پینے کی چیزوں کو سامنے رکھ کر پڑھنا، دعا مانگنا، دعا کے لئے ہاتھوں کو اٹھانا اور دعا مانگ کر ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا سنت ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے بھی دعا مانگنے کا حکم ہے اور کھانے سے فارغ ہو کر دعا مانگنا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ آپ کی اتباع میں پروانگانِ شمع رسالت صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک بزرگانِ دین اور مسلمانانِ اُمت اس پر بالتواتر عامل ہیں۔

لیکن خوارج الاصل نجدی وہابی اس قدر جری و بے باک ہیں کہ وہ ان امور پر بدعت، شرک اور کفر کے فتوے لگانے سے نہیں شرماتے۔

(نعوذ باللہ من ہفوات الوہابیہ)

(۹) گیارہویں دینا

اہلِ اسلام کو گیارہویں دینے کی بنا پر مشرک و کافر ٹھہرانا اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا، وہابیہ کا انتہائی ظلم اور ان کے خارجی ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ گیارہویں کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمانانِ اہلسنت وجماعت فی سبیل اللہ طعام و شیرینی وغیرہ تیار کر کے قرآن مجید و درود شریف پڑھ کر کھانا کھلاتے اور تلاوتِ قرآن اور درود پڑھنے اور کھانا کھلانے کا

ثواب حضور سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے حضور ہدیۃً نذر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عمل کسی طور پر شرک و کفر میں داخل نہیں۔

گذشتہ اوراق میں ان تمام امور کا مکمل ثبوت قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین کے ارشادات و عمل سے واضح کیا جا چکا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ اپنے خبثِ باطن کے سبب وہابیہ کو گیارہویں کے نام سے چڑ ہے۔ یہ لوگ اپنی روایتی کج فہمی یا مسلمانوں کو بہکانے کی خاطر کہا کرتے ہیں کہ ہم ایصالِ ثواب کے تو قائل ہیں۔ لیکن گیارہویں کو اس وجہ سے حرام اور شرک کہتے ہیں کہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں کہیں نہیں ملتا۔

نادان وہابی، قرآن مجید اور حدیث شریف میں لفظ گیارہویں کھانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بصورت مروجہ بہیئت کذائیہ ایصالِ ثواب کا ثبوت مانگتے ہیں۔

یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ "گیارہویں" ٹھیٹ اردو زبان کا لفظ اور محض ایک عرفی نام ہے جو حضور غوثِ اعظم کی نیاز کے لئے مشہور و معروف ہے حضرت امام یافعی علیہ الرحمۃ " قرۃ المناظرۃ وخلاصۃ المخافرۃ " میں فرماتے ہیں۔ (ص۱۱)

" ذکر یازدہم حضرت غوث الثقلین بود ارشاد شد کہ اصل یازدہم ہمیں بود کہ حضرت غوث صمدانی بتاریخ یازدہم ربیع الآخر فاتحہ چہلم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کردہ بودند۔ آں نیاز آں چناں مقبول ومطبوع افتاد کہ ہر ماہ بتاریخ یازدہم رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرمودند و دیگر اتباع حضرت غوثِ پاک بہ تقلید

وے یازدہم میکردند۔ آخر رفتہ رفتہ یازدہم حضرت محبوب سبحانی مشہور شد۔ الحال مردم فاتحہ حضرت شاں در یازدہم مے کنند۔ و تاریخ وفات حضرت محبوب سُبحانی ہفدہم ربیع الثانی بود"

حضرت غوث الثقلین کی گیارہویں کا ذکر تھا۔ ارشاد ہوا کہ گیارہویں کی اصل یہی تھی کہ حضرت غوثِ صمدانی نے ماہ ربیع الآخر کی گیارہ تاریخ کو رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی فاتحہ چہلم کی تھی۔ یہ نیاز اس طرح مقبول ومطبوع ہوگئی کہ حضرت نے ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کی فاتح کے لئے مقرر فرمادیا۔ حضرت غوث پاک کے متبعین بھی آپ کی پیروی میں گیارہویں کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ حضرت محبوب سبحانی کی گیارہویں مشہور ہو گئی۔ موجودہ وقت میں لوگ حضورِ غوث اعظم کی فاتحہ گیارہویں تاریخ کو کرتے ہیں۔ اور حضرت محبوبِ سُبحانی کے وصال کی تاریخ سترہ ربیع الثانی تھی۔

امید ہے کہ غیر متعصب روشن دماغ قارئین گیارہویں کی وجہ تسمیہ اور اس کی حقیقت بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ پس وہابیہ کا یہ لفظ "گیارہویں" قرآن وحدیث میں تلاش کرنا ان کی سراسر نادانی اور بے ہودگی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر وہابیہ سے پوچھا جائے کہ تم اپنی جماعتوں کے نام، جماعتِ اہلحدیث، غربائے اہلحدیث، جماعت اسلامی، دیوبندی، ندوی، جمعیۃ العلماء ہند، جماعتِ احرار اور جمعیۃ علمائے اسلام وغیرہ اور مدرسوں کے نام دارالعلوم دیوبند، خیر المدارس، مدرسہ اشرفیہ، قاسم العلوم، جامعہ اہلحدیث وغیرہ وغیرہ اور اپنے اخبارات ورسائل کے نام صحیفۂ اہلحدیث، ترجمان القرآن، تنظیم اہلحدیث، الاعتصام، البلاغ، المنیر، چراغ راہ وغیرہ اور اپنے جلسوں اور کانفرنسوں کے نام اہلحدیث

مبرت کانفرنس، اجتماع جماعت اسلامی وغیرہ قرآن وحدیث میں دکھا سکتے ہو، تمہارے پاس امورِ مذکورہ کا بصورتِ مروجہ وہیئتِ کذائیہ قرآن وحدیث سے کون سا ثبوت موجود ہے؟ اگر ہے تو پیش کرو۔ اور اگر نہیں اور ہرگز نہیں ہے تو پھر تمہارے لفظ ''گیارہویں'' پر اس قدر خرمستیاں کرنے کا کیا حق؟ آخر اس نام پر اچھل کود کیوں ہے؟

جب کہ گیارہویں حضور غوثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی فاتحہ ونیاز کا ایک عرفی نام ہے کہ صدقہ وخیرات، تلاوتِ قرآن مجید، تسبیح وتہلیل اور درود شریف پڑھنے کا ثواب آنجناب کی نذر کیا جاتا ہے اور قرآن وحدیث کی رو سے فی سبیل اللہ کھانا کھلانا، پانی پلانا، شربت یا دودھ پلانا اور صدقہ خیرات کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ نیز قرآن کی تلاوت، تسبیح وتہلیل اور درود پڑھنا بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ یہ عبادتیں الگ الگ کی جائیں یا اکٹھی کی جائیں، بہرصورت موجب فلاح وخیر وبرکت اور باعثِ اجر وثواب ہیں۔

تعجب ہے کہ ان کوڑھ مغز وہابیہ کو ان عباداتِ الٰہی میں شرک وکفر یا بدعت کی کون سی چیز دکھائی دیتی ہے۔ اگر یہ اس بات پر خفا ہیں کہ ان کو تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور گیارہویں کے الفاظ قرآن وحدیث میں نہیں ملتے تو اپنی عقل وفہم اور دیانت وشرافت کا ماتم کرنا چاہیئے۔ بھلا یہ اردو زبان کے محاورے اور عرفی نام انہیں قرآن وحدیث میں کیوں کر مل سکتے ہیں۔ جب کہ کلام اللہ عربی زبان میں نازل ہوا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان عربی ہے۔ دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ ان عرفی ناموں کے تحت

اعمال کی اصلیت و نوعیت کیا ہے ؛ آیا یہ اعمال فی نفسہٖ اچھے ہیں یا برے، اور تعلیمات قرآن وحدیث کے مطابق وموافق ہیں یا متضاد و مخالف۔ مگر افسوس کہ تمام وہابی خواہ وہ غیر مقلد ہوں یا دیوبندی یا چکڑالوی، اصلیت و حقیقت پر نظر کئے بغیر اندھا دھند فتوے بازی میں مصروف ہیں۔

دیوبندیوں کے نام نہاد قطب صاحب مولوی احمد علی لاہوری، رسالہ اصلی حنفیت میں بہ عنوان "اسلام پنجاب کے ضروری ارکان" ایک نقشہ بنا کر میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تیجہ، چالیسواں اور گیارہویں کو بدعت سیئہ میں شمار کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ "اصلی حنفیت" ص ۱۰۹)

دیوبندی وہابیہ کے مفتی اعظم رشید احمد گنگوہی فتوی صادر کرتے ہیں۔

" فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے، ہرگز نہ کرنا چاہیئے"

(فتاوی رشیدیہ کامل ص ۱۳۶)

"تیجہ، دسواں، وغیرہ سب بدعت ضلالہ ہیں۔ کہیں ان کی اصل نہیں ہے" (فتاوی رشیدیہ کامل ص ۱۳۷)

" انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے" (فتاوی رشیدیہ کامل ص ۱۳۶)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ اگر وہابیہ کے یہ فتاوی صحیح سمجھ لئے جائیں تو تمام مفسرین، محدثین، اولیاء اللہ اور علمائے امت خاک بدہن وہابیہ بدعتی اور مشرک ٹھہرتے ہیں۔ اگرچہ گذشتہ صفحات میں تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور گیارہویں شریف کے جواز میں مفصل دلائل پیش خدمت کر چکا ہوں۔ تاہم اتمام حجت کے لئے دیوبندی وہابیہ کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ

صاحب مہاجر مکی کا مدلل فیصلہ نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ غیر متعصب دیوبندی بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کر سکیں اور قارئین کے لئے مزید اطمینان کا موجب ہو۔ حاجی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

نفس ایصالِ ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں۔ جیسا بہ مصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے۔ اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے۔ اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصالِ ثواب کی نیت کر لی۔ متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقتِ قلب و لسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔

اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظِ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضارِ قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیتِ دعا کی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا کہ جمع بین العبادتین ہے۔ ع

چہ خوش بود کہ برآید بہ یک کرشمہ دو کار

قرآن شریف کی بعض سُورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں۔ کسی نے خیال کیا کہ دُعا کے لئے رفع یدین سُنّت ہے، ہاتھ بھی اٹھانے لگے۔ کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے۔ پانی پلانا بڑا ثواب ہے۔ اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا۔ بس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہوگئی۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص۶)

حضرت حاجی صاحب موصوف نے فاتحہ مروّجہ کی جو حقیقت بیان فرمائی حقیقتۃً صحیح ہے۔ اسی پر علماء کرام اولیائے عظام اور مسلمانانِ اہلسنّت وجماعت عامل ہیں۔ دن مقرر کرنے کے جواز میں حاجی صاحب فرماتے ہیں۔ "رہا تعین تاریخ، یہ بات تجربے سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے۔ اور ضرور ہو رہتا ہے۔ اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں، کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اس قسم کی مصلحتیں ہر اَمر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے۔ محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا۔ ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے۔ اور قطع نظیر مصالح مذکورہ کے ان میں بعض اسرار بھی ہیں۔ بس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ رہا غلو، اوّلاً اس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اس عمل سے کیوں منع کیا جائے۔ ثانیاً ان کا غلو، اہلِ فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا۔ لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ۔" (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۷)

غیر مقلدین اور دیوبندی وہابی محض ضد، تعصب، کج فہمی کی وجہ سے فاتحہ مروّجہ کو بدعت، حرام اور کفّار کی مشابہت بتا کر منع کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ دیوبندی مُفتی رشید احمد گنگوہی فتوےٰ دیتا ہے۔

" فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے معہذا مشابہ بہ فعل ہنود ہے۔ اور تشبّہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۱۰۳) نیز لکھتا ہے کہ:

"تیسرے دن کا مجمع میت کے واسطے اولاً مشابہت ہنود کی کہ ان کے یہاں تیجہ ضروری رسم جاری ہے، حرام ہوگا۔ بسبب مشابہت کے۔" (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۱۳۷)

اس خرافات کی تردید فرماتے ہوئے حاجی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

" رہا شبہ تشبّہ کا اس میں بحث از بس طویل ہے۔ مختصراً اتنا سمجھ لینا کافی ہے، تشبّہ اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ عادات اس قوم کے ساتھ مخصوص ہوں کہ جو شخص وہ فعل کرے اسی قوم سے سمجھا وے، یا اس پر جبرت ہو اور جب دوسری قوموں پر پھیل کر عام ہو جائے تو وہ تشبّہ جاتا رہتا ہے۔ ورنہ اکثر امور متعلق عادات و ریاضات جو غیر قوموں سے ماخوذ ہیں، مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے کہ کسی عالم و درویش کا گھر بھی اس سے خالی نہیں۔ یہ امور مذموم نہیں ہو سکتے۔ قصۂ تطہیر اہلِ قبا اس میں کافی حجّت ہے۔ البتہ جو ہیئت عام نہیں ہوئی وہ موجب تشبّہ ہے اور ممنوع۔

پس یہ ہیئتِ مروجہ ایصالِ ثواب کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارھویں حضرتِ غوثِ پاک قدس سرّہ کی دسویں، بیسواں، چہلم، ششماہی، سالیانہ وغیرہ اور توشہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور

سہ منی حضرت شاہ بُو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ وحلوائے شب برات اور دیگر طرق ایصالِ ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں"۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

وہابیہ کے تمام اعتراضات حاجی صاحب موصوف کے ارشادات کی روشنی میں مردُود و باطل ہو گئے۔ نیز حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ مسئلہ عرس وسماع کے تحت فرماتے ہیں۔

"پس حق یہ ہے کہ زیارتِ مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز اور ایصالِ ثواب قرآت وطعام بھی جائز اور تعیین تاریخ بمصلحت بھی سب مل کر بھی جائز ہے"۔ نیز فرماتے ہیں۔

"مشربِ فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرو مُرشد کی رُوح مُبارک کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔ اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی مولود پڑھا جاتا ہے۔ پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے، اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا"۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

دیوبندی وہابیہ کے پیرو مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمتہ کے ارشادات اتنے واضح ہیں کہ ان کی مزید وضاحت تحصیل حاصل ہے۔ سلیم الطبع، طالب حق کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

۱۰۔ مولود کرنا

سرکارِ دوعالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی ولادت مقدّسہ کی یاد منانے کی خاطر عشاقِ رسُول، اہلِ سُنّت وجماعت محفل میلاد منعقد کرنے اور فرحت وانبساط کا اظہار کرتے ہیں ——

حسبِ توفیق طعام پکا کر غرباء و مساکین کو کھلایا جاتا ہے۔ شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، ختم پڑھا جاتا ہے۔ قرآن خوانی ہوتی ہے۔ ذکرِ میلاد کے لئے اسٹیج تیار کیا جاتا ہے۔ علمائے کرام قرآن و حدیث کی روشنی میں ذکرِ ولادت و فضائل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کرتے ہیں، تعظیماً کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اور دُعائے خیر کے بعد مجلس برخواست ہوتی ہے۔ ان امور پر وہابیہ کا سیخ پا ہونا، انعقاد محفل میلاد کو ناجائز و حرام بتانا اور محافل میلاد منعقد کرنے والے مسلمانوں کو مُشرک و کافر قرار دینا، وہابیہ کی شقاوت و گمراہی کی بیّن دلیل ہے۔

محفلِ میلاد کے خلاف غیر مقلدین وہابیہ کا فتویٰ قارئین دیکھ چکے ہیں جو سوالنامہ میں بحوالہ رسالہ بے نماز ص۶۲ مندرج ہے۔ وہابیہ دیوبندبھی غیر مقلدین کی طرح محفل میلاد کو ناجائز اور حرام قرار دیتے اور غیر مقلدین وہابیہ سے بڑھ چڑھ کر دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیحہ درست ہے یا نہیں؛ اس کے جواب میں لکھتا ہے۔

"انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے" (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۲۳۶)

دیوبندیوں کا سرخیل مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے۔

"یا یہ وجہ ہے کہ روحِ پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائے اس کی تعظیم کو قیام ہے، تو یہ بھی محض حماقت ہے۔ کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقتِ وقوع ولادتِ شریفہ کے ہونا

چاہیئے۔ اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے، پس ہر روز اعادہ ولادت کا مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔ یا مثل روافض کے کہ نقلِ شہادت اہلِ بیت ہر سال مناتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا۔ اور خود یہ حرکت قبیحہ قابلِ لوم وحرام وفسق ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں۔ ان کے یہاں کوئی قید نہیں۔ جب چاہیں یہ خرافاتِ فرضی بناتے ہیں اور اس امر کی شرع میں کوئی نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے، بلکہ یہ شرع میں حرام ہے۔ اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجبِ تشابہ کفار یا فساق کا ٹھہرا۔ یا یہ وجہ ہے کہ مبتدعین کے زعم فاسد میں رُوح پُرفتوح اس مجلس پُر اشرار و معاصی اور غیر مشروعات اور مجمع فساق وفجار ومحضر بدعات وشرور میں تشریف لاتی ہے۔ معاذ اللہ۔ تو اگر عقیدہ یہ ہے کہ آپ عالم غیب ہیں تو یہ عقیدہ خود شرک ہے قرآن میں ہے

وعندہٗ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الّا ھو۔ الآیۃ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الآیۃ

پس باین عقیدہ قیام کرنا خود شرک ہوگیا اور جو عالم غیب نہیں کہتے مگر دوسری دلیل وحجت تشریف آوری کی ہے تو خوب سمجھ لیں کہ باب عقائد میں نص قطعی واجب ہے۔ احاد وظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ضعاف وموضوعات سے۔ تو بابِ تشریف آوری میں کون سی روایات قطعی ہے۔ جس پر یہ عقیدہ محض اتباع ہوا وکید شیطان ہے۔ ایسی صورت میں یہ قیام باین زعم گناہِ کبیرہ ہو جاوے گا۔

الحاصل یہ قیام صورتِ اولیٰ میں بدعت ومنکر اور دوسری صورت میں حرام وفسق اور تیسری صورت میں کفر وشرک چوتھی صورت میں اتباع ہوا وکبیرہ ہوتا ہے۔ پس کسی وجہ سے مشروع وجائز نہیں۔ پھر اس کو واجب کہنا صریح مخالفت شارع کی کر کے کافر وفاسق ہونا ہے۔

(البراہین القاطعہ ص ۱۴۹ مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

دیوبندی وہابیہ کے فتوے سے ان کی بے باکی، گستاخی، بد دیانتی، کج فہمی، تعصب اور بد عقیدگی اظہر من الشمس ہے۔ ہر فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ محفل میلاد میں تعظیم وذکر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جلے بھنے بیٹھے ہیں۔ عشاقِ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثنا مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کے بارگاہِ رسالت میں بحالتِ قیام صلوٰۃ والسلام عرض کرنے پر وہابیہ کے قلب جگر کباب ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

فقیر جواز محفل میلاد اور قیام وصلوٰۃ والسلام میں دلائل پیش کرنے سے پہلے دیوبندیوں کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا فیصلہ نقل کر دیتا ہے۔ مزے کی بات دیکھئے کہ دیوبندیوں کے مذکورہ فتویٰ میں مندرج خرافات وہابیہ کی مکمل تردید انہی کے پیر ومرشد کے ارشادات سے ہو جاتی ہے۔

حاجی صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

"اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ نفس ذکرِ ولادت شریف حضرت فخرِ آدم، سرورِ عالم، موجب خیرات وبرکات دنیوی واُخروی ہے۔ صرف کلام بعد تعینات وتخصیصات وتقلیدات میں ہے۔ جن میں بڑا امر قیام

ہے۔ بعض علماء ان امور کو منع کرتے ہیں۔ بقولہ علیہ السلام

کُلّ بدعة ضلالة اور اکثر علماء اجازت دیتے ہیں: لِاِطْلَاقِ

دلائل فضیلة الذکر اور نصاب یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں

کہ غیر دین کو دین میں شامل کرلیا جائے۔ کما یظھر من التامل

فی قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھُوَرَدٌّ۔

(الحدیث)

پس ان تخصیصات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصود نہیں سمجھتا بلکہ

فی نفسہ مباح جانتا ہے۔ مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت

منتیب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں۔

مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرنا مگر تعظیم ذکر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے۔ اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت

معیّن کرلی اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر کسی مصلحت سے خاص

ذکر ولادت کا وقت مقرر کرلیا۔ مثلاً ذکرِ ولادت کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے

مگر یہ مصلحت سہولتِ دوام یا کسی مصلحت سے ۱۲ ربیع الاوّل مقرر کرلی اور

کلام تفصیل مصالح میں ازبس طویل ہے۔ ہر محل میں جدا مصلحت ہے۔

رسائل موالید میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں۔ اگر تفصیلاً کوئی مصلحت اندیشانِ

پیشین کا اقتدا ہے تو اس کے نزدیک یہ مصلحت کافی ہے۔ ایسی حالت

میں تخصیص مذموم نہیں۔ تخصیصات اشغال و مراقبات و تعینات رسوم مدارس و

خانقاہ جات اسی قبیل میں سے ہیں"۔

حاجی صاحب موصوف اس کے آگے قیام کرنے کی مصلحتیں بیان کر

کے منکرین کی تردید کے بعد فرماتے ہیں۔

"بعض اہلِ علم صرف جاہلوں کی بعض زیادتیاں دیکھ کر، جیسے موضوع روایات پڑھنا گانا وغیرہ وغیرہ جیساکہ مجالس جہلا میں واقع ہوتا ہے عموماً سب موالید پر ایک حکم لگادیتے ہیں، یہ بھی انصاف کے خلاف ہے، مثلاً بعض واعظین موضوع روایات بیان کرتے ہیں۔ یا ان کے وعظ میں بوجہ اختلاط مردوں وعورتوں کے کوئی فتنہ ہو جاتا ہے تو کیا تمام مجالس وعظ ممنوع ہوجائیں گی۔"

ع

بہر کسے تو گلیمے رامو ز !

رہا اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کو کفر وشرک کہنا حد سے بڑھنا ہے۔ کیونکہ یہ امر ممکن عقلاً و نقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا، یا کئی ایک جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف ہوتے ہیں؛ یہ ضعیف شبہ ہے۔ آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے ثابت ہے، اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں؛ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جائیں۔

بہرحال ہر طرح یہ امر ممکن ہے اور اس سے آپ کی نسبت اعتقاد وعلم غیب لازم نہیں آتا۔ جو کہ خصائص ذاتِ حق سے ہے۔ کیونکہ علم غیب وہ ہے جو مقتضا ذات کا ہے اور جو بہ اعلام خداوندی ہے، وہ ذاتی نہیں بالسبب ہے و مخلوق کے حق میں ممکن بلکہ واقع ہے۔ اور

امرِ ممکن کا اعتقاد شرک و کفر کیونکر ہو سکتا ہے؟

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں "مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لُطف و لذّت پاتا ہوں"۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۵-۶ مطبوعہ راشد کمپنی دیوبند)

لیجئے دیوبندی مُفتیوں کی ہفوات کی مکمل تردید، دیوبندیوں کے پیرو مُرشد کے فیصلہ سے ہوگئی۔ اب موجودہ دیوبندیوں کو چاہیئے کہ یا تو وہ اپنے پیرو مُرشد کی بات مان کر آئندہ محفلِ میلاد و قیام کو بدعت و شرک کہنے سے باز آجائیں یا پھر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی پر بھی بدعتی، مُشرک اور کافر ہونے کا فتوےٰ لگا کر شائع کردیں اور اپنی دیانت و صداقت کا ثبوت دیں۔

یا چناں کن یا چنیں !

جہاں تک مکروہات و منکرات کا سوال ہے۔ مثلاً موضوع روایات، راگ و مزامیر اور اختلاط مرد و زن وغیرہ ایسے امور کو علمائے اہلسنّت و جماعت بھی حرام و ممنوع جانتے ہیں۔ مگر وہابی مولوی ان باتوں کو بہانہ بنا کر جب ہر محفل میلاد کو بدعت و شرک اور ممنوع و حرام کہنے سے باز نہیں آتے، تو ان کے خبثِ باطن کا پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ محض ضد و تعصب اور بغض و عداوت کا شکار ہیں۔ یہ لوگ ذکر و تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے جلتے ہیں اور اس کی وجہ ان کا مرض وہابیت ہے۔ ورنہ ساری دُنیا کے مُسلمان محافلِ میلاد منعقد کرتے ہیں اور قیام و صلوٰۃ وسلام پر عامل ہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ میں بھی عاشقانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم عید میلاد بڑے اہتمام سے مناتے ہیں۔ میلاد کی محفلیں سجاتے صلوٰۃ وسلام پڑھتے، کھانے اور مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"مولد شریف تمام اہلِ حرمین کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے لئے حجت کافی ہے، اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔ (امداد المشتاق)

نیز فرماتے ہیں" ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباعِ حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ عالم خلق مقید بہ زمان ومکان ہے۔ لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات برکات کا بعید نہیں۔ (امداد المشتاق مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۵۶-۵۵)

قرآن و حدیث سے محفل میلاد کا ثبوت

محفلِ میلاد کی حقیقت یہ ہے کہ نظم و نثر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مقدسہ کا بیان ہوتا ہے، دورانِ حمل اور وقت ولادت جو معجزات ظہور پذیر ہوئے بیان کئے جاتے ہیں۔ زمانۂ شیر خوارگی عہدِ طفولیت اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں آپ کی پرورش کے حالات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ حلیہ مبارک، اخلاق وعادات اور آپ کے فضائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سیرتِ طیبہ پر تقریریں ہوتی ہیں۔ آپ کی تعلیمات سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت وتشریف آوری کی خوشی منائی جاتی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جلسہ گاہ کو سجایا جاتا ہے۔ علمائے کرام کے لئے اسٹیج بنایا جاتا ہے۔ آپ کے ذکرِ ولادت کی تعظیم میں قیام کر کے صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ کھانا کھلایا جاتا ہے۔ شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ فاتحہ ہوتی ہے۔ حاضرینِ مجلس اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

ہمارا دعوٰے ہے کہ قرآن وحدیث میں ان امور کی کہیں ممانعت نہیں۔ بلکہ از روئے قرآن وحدیث یہ تمام امور کارِ خیر میں داخل اور مستحب ہیں۔ اور رحمتِ خداوندی کے نزول کا سبب ہیں۔ اہلِ ایمان ومحبت مولود شریف کی محفلیں مستحب جان کر منعقد کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ مسلمانانِ اہلسنّت وجماعت محفلِ میلاد کو فرض یا واجب قرار نہیں دیتے، اور نہ ہی قیام کے وقت یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہو رہی ہے۔ یہ محض وہابیہ کے دماغ کی اُپج ہے کہ انہوں نے مسلمانوں پر بے بنیاد الزام گھڑ کر "سانگ کنہیا" کی گستاخانہ پھبتی کسی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جگہ بہ جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا مختلف پیرایوں میں ذکر فرماتا ہے اور حضور کے فضائل بیان فرماتا ہے۔

۱۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۝ (سورۂ توبہ ع ۱۶)

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں، مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں۔

۲۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (الآیۃ سورۂ مائدہ ع ۳)

"بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب۔

۳۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا۝

(الآیۃ سورۂ آل عمران ۱۷)

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔"

۴۔ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ

(الآیۃ سورۃ الفتح ع ۴)

"اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔"

۵۔ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً

وَّاَصِيْلًا ۔ (پارہ ۲۶ سورہ الفتح ع ۱)

"بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی و ڈر سناتا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو"۔

۶۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا الآیۃ (سورہ بقرہ ع ۱۴)

"بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری اور ڈر سنانے والا"

۷۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۔ (سورہ نساء ع ۲۴)

"اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی دلیل آئی اور ہم نے تمہارے پاس روشن نور اتارا"

۸۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء ع ۷)

"اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر"

ان آیاتِ مبارکہ اور قرآن مجید کی بہت سی دوسری آیات میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کے میلاد شریف کا بیان ہے۔

قرآن مجید سے محفل میلاد منعقد کرنے کا ثبوت

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

"تم پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمت فرمائی ہے اس کا ذکر کرتے رہو"

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی سب

سے بڑی نعمت ہے۔ محفلِ میلاد میں اسی سب سے بڑی نعمت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا محفلِ میلاد منعقد کرنا اس فرمانِ الٰہی پر عمل کرنا ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا ہے۔ پس مسلمانانِ اہلسنّت بکثرت محفلِ میلاد منعقد کرکے اس سب سے بڑی نعمت کا خوب چرچا کرتے ہیں۔ حکمِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ (پارہ ۱۱ ع ۱)

"تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت، اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں۔"

اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا فضل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ مسلمانانِ اہلسنّت ارشادِ الٰہی کے مطابق آپ کی ولادتِ مبارکہ اور تشریف آوری پر مسرت کا اظہار کرتے، شان و شوکت کے ساتھ میلاد کی محفلیں منعقد کرتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔

حقیقتاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ

لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيْلًا (پ ۵ ع ۸)

”اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے“

اس کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے۔

وفی الحقیقۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل اللہ ورحمتہ۔ یدل علیہ قولہ تعالٰی ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا۔ الٰی قولہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ وقولہ تعالٰی۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین فلولا وجود النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعثتہ لبقوا فی تیہ الضلالۃ تائھین کما قال ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین یعنی قبل بعثتہ وکانوا قد تبعوا الشیطان الٰی شفا حفرۃ من النار وکان علیہ السلام ورحمۃ علیھم فانقذھم منھا کما قال اللہ تعالٰی وکنتم علٰی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ (روح البیان ص ۲۶۴ جلد اوّل)

درحقیقت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں۔ اس پر یہ فرمانِ الٰہی دلالت کرتا ہے کہ فرمایا: ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم۔ الی قولہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ یہی فضل ہے اللہ کا جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے ونیز یہ فرمانِ الٰہی دلالت کرتا ہے کہ فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہاں کے لئے رحمت بنا کر۔

پس اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ ہوتا اور آپ کی بعثت نہ ہوتی تو لوگ گمراہی کے میدان میں بھٹکتے پھرتے۔ جیسے کہ فرمایا ہمارا محبوب انہیں پاک فرماتا ہے، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یقیناً آپ کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ شیطان کی پیروی میں جہنم کے کنارے تک پہنچ چکے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان پر اللہ کا فضل اور رحمت بن کر تشریف لائے اور انہیں جہنم میں گرنے سے بچالیا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم لوگ جہنم کے کنارے پر تھے۔ پس تمہیں اس میں گرنے سے بچالیا۔

جب قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی حقیقتاً اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں تو آپ کی ولادت مبارکہ آپ کی تشریف آوری کی خوشیاں منانا بھی قرآن سے ثابت ہوا کہ فرمایا۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشیاں منانا چاہیئے۔ اور قاعدہ ہے کہ اذا ثبت الشیء ثبت بلوازمہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اس کے لوازمات بھی ثابت ہوتے ہیں۔ پس اس قاعدہ کے تحت محفل میلاد منعقد کرنا، فرش بچھانا، اسٹیج تیار کرنا، روشنی کرنا، قیام وصلوٰۃ وسلام، طعام کھلانا، شیرینی تقسیم کرنا وغیرہم لوازمات کا بھی اثبات ہوگیا۔

فالحمد للہ علی ذالک والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا

محمدٍ وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

حدیث شریف سے محفل میلاد کا ثبوت

احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی مجلسوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بکثرت کرتے رہتے تھے، آپ کے فضائل میں رطب اللسان رہتے۔ آپ کی ولادتِ مقدسہ کے وقت ظہور پذیر ہونے والے معجزات و عجائب کا بیان کرتے، آپ کے حُلیہ مُبارک کے تذکرے ہوتے۔ آپ کے اخلاق و اوصافِ حمیدہ معلوم کرنے اور سُننے کے لئے ایک دوسرے کے پاس چل کر جاتے اور فرمائش کرتے کہ ہم کو رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی نعت سُناؤ۔

۱۔ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے شمائل میں روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے ہند بن ابی ہالہ سے سوال کیا وَکَانَ وَصَّافًا عَنْ حُلْیَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہند بن ابی ہالہ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حُلیہ کے وصّاف (بہت وصف بیان کرنے والے) تھے وَاَنَا اَشْتَھِیْ اَنْ یَّصِفَ لِیْ شَیْئًا اَتَعَلَّقُ بِہٖ اور میں یہ چاہتا تھا کہ وہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کے حُلیہ مُبارک کا کچھ وصف سُنائیں اور میں اس سے دل لگاؤں۔

۲۔ حضرت امام بیہقی علیہ الرحمتہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو اسحاق

(تابعی) نے ایک صحابیہ خاتون سے فرمائش کی ’’ بیان کر مجھ سے کہ کیسے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فالت کالبدر لیلة القمر لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس صحابیہ خاتون نے فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودھویں چاندنی رات کے کامل چاند کی طرح تھے۔ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل کوئی نہ دیکھا۔

۳۔ دارمی اور دوسرے محدثین روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسماۃ ربیع (صحابیہ) رضی اللہ عنہا سے فرمائش کی کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصف سناؤ۔ وہ بولی لَوْ رَأَيْتَهُ لَقُلْتَ الشَّمْسُ طالعة میں حضور کو دیکھتی تو کہتی کہ ’’سورج نکل آیا ہے‘‘۔

۴۔ عن عطاء بن یسار قال لقیت عبداللہ بن عمرو وابن العاص قلت اخبرنی عن صفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراة۔ قال اجل واللہ اِنَّهُ لموصوف فی التوراة۔ ببعض صفتہ فی القرآن يا ايها النبی اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا حرزا الامیین انت عبدی ورسولی۔ الحدیث

(رواه البخاری وکذا رواه الدارمی عن عطاء ابن سلام ونحوه)

مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین۔ فصل اوّل۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے

حضرت عبداللہ بن عمرو عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات کی اور عرض کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی جو صفت توراۃ میں مذکور ہے اس کی خبر دیجئے۔ فرمایا۔ ہاں، (میں بیان کرتا ہوں) اللہ کی قسم قرآن میں آپ کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں سے بعض اوصاف توراۃ میں بھی مذکور ہیں۔ جن میں سے بعض اوصاف یہ ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اے گرامی پیغمبر! ما فرستادیم ترا شاہد! بر اُمّت، ہم نے آپ کو اُمّت کے احوال پر حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے اور اطاعت کیشوں کو ثواب کی خوشخبری دینے والا اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور ہم نے آپ کو اُمّیین کے لئے پناہ بنا کر بھیجا ہے۔ تو اے محمد! بندۂ خاص منی کہ درحقیقت در بندگیٔ خاص ہیچکس با تو شریک نیست۔ اے محمد تُو میرا بندۂ خاص ہے کہ درحقیقت بندگیٔ خاص میں کوئی بھی شریک نہیں ہے، تُو میرا رسُول ہے۔ (الحدیث)

(اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۴۷۱)

۵۔ عن قتادۃ عن انس کان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم ضخم الکفین والقدمین لم اَرَ بعدہٗ شبہاً لہٗ۔

(بخاری جلد ۲ ص ۸۷۶)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور

پیر مبارک بھاری یعنی گوشت سے بھرے تھے۔ میں نے آپ کے بعد آپ کے مشابہ کسی کو نہ دیکھا۔

۶۔ عن انس۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضخم الراس والقدمین لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ وکان بسط الکفین

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سر مبارک بھاری اور دونوں قدم شریف بھاری تھے۔ اور آپ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں، میں نے آپ سے قبل اور آپ کے بعد آپ کی مثل کسی کو نہ دیکھا۔

۷۔ عن ابی ہریرۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضخم القدمین حسن الوجہ لم ار بعدہ مثلہ۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاؤں بھاری اور آپ کا چہرہ انور نہایت حسین تھا میں نے آپ کے بعد آپ کے مثل کسی کو نہ دیکھا۔

۸۔ ترمذی شریف میں حضرت امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مستقل باب قائم فرما کر احادیث نقل فرمائی ہیں۔ عنوان ہے:۔ باب ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے فضائل بیان فرمائے

عن العباس رضی اللہ عنہ انہ جاء الی النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فکانہ سمع شیئاً فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب۔ ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم۔ الحدیث (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں کافروں کا طعن سنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر پر قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ "میں کون ہوں"؟ حاضرین نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ساری مخلوق سے بہتر مخلوق میں مجھ کو پیدا فرمایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے میلاد شریف کا بیان فرمایا

۱۰۔ عن العرباض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینتہ وساخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسٰی ورؤیا امی التی حین وضعتنی وقد خرج لھا نور اضاء لھا منہ قصور الشام رواہ فی شرح السنۃ ورواہ احمد عن ابی عمامۃ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ میں عند اللہ اس وقت خاتم النبیین مکتوب تھا، جب کہ آدم علیہ السلام ہنوز آب و گل میں تھے۔ اور میں تمہیں اپنی ابتدا کی خبر دیتا ہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا، حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کی رؤیتہ ہوں۔ وہ رؤیتہ جو اس نے میری ولادت کے وقت دیکھی۔ تحقیق خارج ہوا اس کے لئے نُور کہ اُس نُور کی روشنائی میں اُس کے لئے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے۔

صحابہ کرام کے جلسہ میں حضور نے اپنے فضائل بیان فرمائے

۱۔ عن ابن عباس جلس ناس ومن اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم فخرج حتیٰ إذا دنیٰ منھم سمعھم یتذاکرون قال بعضھم ان اللہ اتخذ ابراھیم خلیلاً وقال آخر موسیٰ کلمہ تکلیماً وقال آخر فعیسےٰ کلمۃ اللہ وروحہٗ وقال آخر ادم اصطفاہ اللہ فخرج علیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال قد سمعت کلامکم وعجبکم ان ابراھیم خلیل اللہ وھو کذالک وموسیٰ نجی اللہ وھو کذالک وعیسیٰ روحہٗ وکلمتہٗ وھو کذالک وادم اصطفاہ اللہ وھو کذالک الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء

الحمد یوم القیامۃ تحتہٗ آدم ودونہٗ ولافخر وانا اوّلُ شافعٍ واوّلُ مُشفّعٍ یوم القیامۃ ولافخر وانا اوّل من یُحرّکُ حلق الجنۃ فیفتحُ اللہ فیدخلنیھا ومعی فقراءُ المومنین ولافخر وانا اکرم الاوّلین والآخرین علی اللہ ولافخر۔ رواہ الترمذی والدارمی (مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ اصحاب رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم میں سے کچھ لوگ مجلس میں بیٹھے۔ پھر حضور انور تشریف لائے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں سے قریب ہوگئے۔ تو انہیں کچھ تذکرہ کرتے سُنا۔ (مگر انُ پر ظاہر نہ ہوئے) ان میں سے بعض نے کہا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا۔ دوسرے صاحب بولے کہ اللہ نے حضرت مُوسیٰ سے کلام فرمایا۔ ایک اور صاحب بولے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی رُوح ہیں۔ ایک دوسرے نے کہا کہ حضرت آدم کو اللہ نے برگزیدہ کر لیا۔

تب اُن کے پاس رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا۔ کہ ہم نے تمھاری گفتگو اور تمھارا تعجب کرنا سُنا۔ یقیناً ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ، اللہ سے راز کی بات کرنے والے ہیں۔ اور واقعی وہ ایسے ہی ہیں۔ اور عیسٰے اللہ کی رُوح اور اس کا کلمہ ہیں۔ اور واقعی وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم کو اللہ نے چُن لیا۔ واقعی وہ ایسے ہیں۔ مگر خیال رکھو کہ میں اللہ کا محبوب ہوں۔ فخر یہ نہیں کہتا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میں ہی اٹھائے ہوئے ہوں گا۔ جس

کے نیچے آدم اور ان کے سوا ہوں گے۔ اور یہ فخر یہ نہیں کہتا۔ میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا مقبول الشفاعت قیامت کے دن میں ہوں۔ فخر یہ نہیں کہتا۔ میں پہلا وہ شخص ہوں جو جنت کی زنجیر ہلائے گا۔ تب اللہ کھولے گا، پھر اس میں مجھے داخل کرے گا۔ میرے ساتھ فقراء مسلمان ہوں گے۔ فخر یہ نہیں کہتا۔ میں سارے اگلے پچھلوں میں اللہ پر زیادہ عزت والا ہوں فخر یہ نہیں کہتا۔"

ذکرِ ولادت

۱۲۔ عن عثمان ابن ابی العاص قال حدثتنی اُمّی اَنّھا شھدتہٗ ولادتہٗ آمنۃ اُمّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لیلۃ ولدتہٗ قالت فما شیئٌ انظر الیہ فی البیت اِلّا نُورٌ وَاِنّی لَاَنظُرُ الی النجوم قد حونی اَنّی لَاَقولُ لیقعن عَلَیَّ

(خصائص کبریٰ۔ دلائل النبوۃ)

حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میری والدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جس شب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مقدسہ ہوئی میں حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے پاس موجود تھی۔ فرماتی ہیں کہ گھر میں جس چیز کو دیکھتی نُور ہی نُور دکھائی دیتا اور میں نے ستاروں کی جانب دیکھا تو وہ میرے قریب ہوتے اور جھکتے ہوئے محسوس ہوتے حتیٰ کہ میں کہتی کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔" واضح

رہے کہ یہ روشن ستارے ملائکہ کے روشن چہرے تھے جو حجرہ اقدس کو زمین سے آسمان تک گھیرے ہوئے تھے۔

۱۳۔ انّ آمنة قالت لما فصل منی خرج معه نورٌ اضاء به مابین المشرق والمغرب رأیتُ قصور الشام والبصریٰ فیه۔ (مواہب اللدنیہ۔ خصائص کبریٰ)

حضرت آمنہ نے فرمایا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام میرے بطن سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک عظیم نُور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی۔ میں نے اس نُور کی روشنی میں ملک شام اور بصریٰ کے محلات کو دیکھ لیا۔

۱۴۔ وقالت فلمّا خرج من بطنی نظرتُ الیه فاذا هوساجد قد رفع اصبعه وهویقول بلسان فصیح لااله الّا الله وانّی رسول الله

(خصائص الکبریٰ۔ شواہد النبوۃ)

حضرت آمنہ نے فرمایا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام میرے بطن سے باہر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ فرمائے ہوئے ہیں۔ اور اپنی اُنگلی مُبارک اُٹھائے ہوئے فصیح زبان میں کہہ رہے ہیں کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسُول ہوں"۔

قرآن و حدیث سے ثابت ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر کرنا، حضور کی نعت بیان کرنا، حضور کی صفت وثنا بیان کرنا سُنّت اللہ، سُنّت رسُول، سُنّت صحابہ و تابعین و تبع تابعین ہے اسی مقصد کے لئے مجلس میلاد منعقد کی جاتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہٖ وسلّم کا ذکر کرنا مومن کی جان اور اس کا نصب العین ہے۔ ع

زبان تا بُود در دہاں جائے گیر
ثنائے محمّد بود دلپذیر!

میلاد النبیؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی خوشی منانا اور محفلِ میلاد منعقد کرنا موجب خیر و برکت اور باعثِ نجات ہے

۱۵۔ بخاری شریف جلد دوم کتاب النکاح۔ باب وَاُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ میں ہے۔

فَلَمَّا مَاتَ ابولہب اریہٗ بعض اھلہٖ بِشَرِّ حِیْبَةٍ قَالَ لَهٗ ماذَا لَقِیْتَ قال ابولہب لم الق بعدکم خیرًا اِنّی سُقِیْتُ فِی ھٰذِہٖ بِعتاقتی ثوبیة

جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض گھر والوں نے خواب میں بُرے حال میں دیکھا۔ پوچھا تیرے ساتھ کیا گزری؟ ابولہب بولا کہ تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہ ہوا۔ وہاں مجھے اس انگشت سے پانی پینے کو ملتا ہے کیونکہ میں نے ثوبیہ (لونڈی) کو آزاد کیا تھا۔"

واضح رہے کہ ابولہب حضرت عبداللہ کا بھائی تھا۔ اس کی لونڈی ثوبیہ نے جب ابولہب کو خوشخبری سنائی کہ آج تیرے بھتیجے کی ولادت ہوئی

ہے تو ابولہب نے خوش ہو کر ثویبہ کو انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تو آزاد ہے۔ اگرچہ ابولہب سخت کافر تھا۔ اس کی ملامت میں پوری سورۃ "تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّؕ" نازل ہوئی۔

تاہم محض اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی ولادتِ مقدسہ کی خوشی منائی اور ثویبہ کو آزاد کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس خوشی کرنے کی وجہ سے اس پر یہ کرم فرمایا کہ ابولہب دوزخ میں اپنی انگلی چوستا ہے، تو اُس کی پیاس بجھ جاتی ہے۔ حالانکہ اس نے محض بھتیجے کی ولادت کی خوشی منائی تھی نہ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت سمجھ کر۔

حضرت شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں

ودریں جا سَنداست مراہل موالید راکہ در شب میلادِ آں سرور سُرور کُنند و بذل اموال نمایند۔ یعنی ابولہب کہ کافر بُود چوں بہ سرورِ میلادِ آنحضرت و بذل شیر جاریہ دے بجہت آں حضرت جزادادہ شد۔ تاحال مسلمان کہ مملواست بہ محبت و سرور و بذلِ مال دروے چہ باشد ولیکن باید کہ از بدعت ہاکہ عوام احداث کردہ انداز تغنیّ وآلات محرومہ ومنکرات خالی باشد۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

اس واقعہ میں مولود کرنے والوں کے لئے بڑی دلیل ہے۔ جو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی شبِ ولادت میں خوشیاں مناتے اور

مال خرچ کرتے ہیں۔ یعنی ابولہب جو کافر تھا، جب حضور کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان پر اللہ تعالیٰ کا کس قدر انعام واکرام ہوگا جو حضور کی محبت و خوشی سے بھرا ہوا ہے۔ اور مال خرچ کرتا ہے۔ لیکن چاہیئے کہ محفل میلاد، عوام کی ایجاد کردہ بدعتوں یعنی گانے اور حرام باجوں اور منکرات سے خالی ہو۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

یستحب لنا اظهار الشکر لمولده علیه السلام

(تفسیر روح البیان پ ۲۶ سورۃ فتح زیر آیۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ہم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ وقد قال ابن الحجر الهیتمی ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها وعمل المولد واجتماع الناس له کذالك بدعة حسنة۔ قال السخاوی لم یفعله احد من القرون الثلاثة وانما احدث بعد ولازال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد ویتصدقون بانواع الصدقات ویعتنون بقراءة مولوده الکریم ویظهر من برکاته علیهم کل فضل عظیم۔ قال ابن الجوزی من خواصه انه امان فی ذلك العام وبشری عاجلة بنیل النعمة والمرام واول من احدثه من الملوك صاحب اربل

وَصَنَّفَ لَهُ ابن دحية كتابا فى المولد فاجازه بالف دينار وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلاً من السنة وكذا الحافظ السيوطى وردّ على انكارها فى قوله انّ عمل المولد بدعة مذمومة۔

امام ابنِ حجر محدّث ہیثمی نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے۔ حضرت امام سخاوی نے فرمایا (مروّجہ صورت میں) میلاد شریف قرونِ ثلاثہ میں کسی نے نہ کیا بعد میں ایجاد ہوا۔ پھر ہر طرف ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ مولود شریف کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے صدقات وخیرات کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اور محفل میلاد کی برکتوں سے اس پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے۔ حضرت امام جوزی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے۔ اور اس میں مُرادیں پُوری ہونے کی بشارتِ عاجلہ ہے جس بادشاہ نے اس کو (مروّجہ صورت میں) پہلے ایجاد کیا وہ شاہِ اربل ہے۔ ابن دحیہ نے اس کے لئے میلاد کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اس کو ہزار اشرفیاں نذر کیں۔ اور حافظ الحدیث امام ابن حجر اور حافظ الحدیث امام سیوطی ؒ نے محفل میلاد کی اصل سُنّت سے ثابت کی ہے۔ اور محفل میلاد کو بدعت سیئہ کہہ کر منع کرنے والوں کی تردید فرمائی ہے۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

حضرت امام قسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ومما جرب من خواصه انه امان في ذالك العام وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام فرحم الله امرأ اتخذ ليالي شهر مولده المبارك اعيادا ليكون اشد علة على من في قلبه مرض۔ (مواہب ص۲۷ جلد اول)

محفل میلاد منعقد کرنے کے خواص میں سے یہ امر تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ اس سے سال بھر کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جاتی ہے۔ اور میلاد کرنے میں نعمتیں حاصل ہونے اور مرادیں پوری ہونے کی بشارت عاجلہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحمت فرمائے جو ماہ ربیع الاول کی راتوں کو مجالس میلاد منعقد کرتا اور خوشیوں اور مسرتوں کا اظہار کرکے عیدیں مناتا ہے۔ تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض (انکار وگستاخی) ہے، ان کی بیماری شدت کا موجب ہو۔

اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں۔

ع
خاک ہوجائیں عدو جل کر رضا
ہم تو ذکر اُن کا سناتے جائیں گے،

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مشاہدہ

وہابیہ کے معتمد علیہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

كنت قبل ذالك بمكة المعظمة في مولد النبي صلى الله

علیه وسلم فی یوم ولادته والناس یصلون علی النبی صلی الله علیه وسلم ویذکرون ارهاصاته التی ظهرت فی ولادته ومشاهده قبل بعثته فرأیت انوارا سطعت دفعة واحدة لا اقول انی ادرکتها ببصر الجسد ولا اقول ادرکتها ببصر الروح فقط والله اعلم کیف کان الامر بین هذا وذلك فتأملت تلك الانوار نوجدتها من قبل الملائکة الموکلین بامثال هذه المشاهد وبامثال هذه المجالس ورأیت یخالط انوار الملائکة انوار الرحمة"۔

(فیوض الحرمین مترجم مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ص ۲۷)

"میں اس سے پہلے مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ولادت کے دن مجلس میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں موجود تھا۔ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کی ولادت کے وقت اور آپ کے معبوث ہونے سے پہلے جو عجائب و غرائب اور معجزات و کرامات ظہور پذیر ہوئے ان کا ذکر کر رہے تھے۔ دریں اثناء میں نے یکبارگی انوار کوندتے دیکھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے ان انوار کو جسمانی آنکھ سے دیکھا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ فقط روح کی آنکھ سے۔ پس میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نور ان ملائکہ کا ہے جو اس قسم کی مجلسوں اور مشاہدوں پر موکل و مقرر ہیں۔ نیز میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ اور انوارِ رحمت میں ملے ہوئے ہیں۔"

شاہ عبدالرحیم صاحب کا مشاہدہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم نے بیان کیا کہ میں ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد شریف کے موقع پر کھانا تقسیم کیا کرتا تھا ایک سال مجھے نیاز دینے کی وسعت نہ رہی تو میں نے بھُنے ہوئے چنے ہی تقسیم کر دیئے۔ پھر خواب میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ بعینہ وہی چنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس رکھے ہوئے موجود تھے۔" (درثمین ص۹)

ثابت ہوا کہ دُنیا بھر کے مُسلمان ہر سال محافلِ میلاد منعقد کرتے ہیں۔ بلند پایہ عُلمائے اُمّت، مفسّرین محدّثین اور علمائے کرام محافلِ میلاد منعقد کرنے، ان مجلسوں میں شامل ہونے اور عید میلاد کی خوشیاں منانے کو باعثِ نزولِ رحمت و دفعیۂ بلا و معیبت، حلِ مشکلات اور حاجات پوری ہونے کا ذریعہ جانتے ہیں۔ تو کیا بقول وہابیہ یہ سب حضرات بدعتی، گمراہ اور مُشرک و کافر ہوئے؟ نعوذ باللہ من ذالک۔

اگر وہابی اپنے دعوے میں سچے ہیں تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی، شاہ عبدالرحیم اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بلکہ تمام مفسّرین و محدّثین کے مشرک و کافر ہونے کا اعلان کریں۔ اور ایسا واضح فتویٰ شائع کریں۔ اور اگر ان میں یہ ہمت

نہیں ہے۔ تو آئندہ ایسے مردود فتوے صادر کرکے مسلمانوں میں انتشار و افتراق برپا کرنے سے باز رہیں۔ مسلمانوں کو بہکانے اور مغالطہ دینے کی خاطر وہابی مولوی کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نفس ذکرِ ولادتِ رسول کو کب منع کرتے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مروجہ صورت میں محفل میلاد کا ثبوت قرونِ ثلاثہ میں نہیں ملتا۔ اس لئے ناجائز، بدعت اور حرام ہے۔

وہابی مولویوں کو کھلا چیلنج

میں ان فریب کاروں سے پوچھتا ہوں کہ آیا تم خود بھی اپنے اس اصول پر کاربند ہو؟

کیا تم لوگ بھی صرف وہی کچھ کرتے ہو جس کا ثبوت بصورتِ موجودہ و مروجہ قرونِ ثلاثہ سے ملتا ہو؟ اگر کہو "ہاں"، تو پھر

۱۔ قرآن مجید کے اردو، سندھی، فارسی اور دیگر زبانوں میں ترجمے کرنا اور مترجم قرآن شائع کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تم اس پر عامل ہو۔

۲۔ حدیث کی کتابیں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ مرتب کرنا اور مروجہ صورت میں شائع کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تم انہیں پڑھتے پڑھاتے ہو۔

۳۔ اردو، سندھی، فارسی اور دیگر زبانوں میں حدیث کی کتابوں کے ترجمے مرتب کرنا اور مترجم قرآن شائع کرنا، قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تم سب یہ کرتے ہو۔

۴۔ قرآن مجید، حدیث شریف کی کتب اور دیگر رسائل و کتب بصورت مروجہ پریس میں چھاپنا، چھپانا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ اس پر تم عامل ہو۔

۵۔ قرآن مجید کے تیس پارے بنانا، ان میں رکوع مقرر کرنا، حروف پر اعراب لگانا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو۔

۶۔ چھ کلمے مقرر کرنا، ان کی ترتیب مقرر کرنا کہ یہ پہلا کلمہ ہے، یہ دوسرا یہ تیسرا، یہ چوتھا، یہ پانچواں اور یہ چھٹا ہے۔ اور پھر ان کلموں کے نام مقرر کرنا کہ یہ کلمہ طیب ہے، یہ کلمہ شہادت، یہ کلمہ تمجید، یہ کلمہ توحید، یہ کلمہ استغفار اور یہ کلمہ ردِ کفر ہے۔ اس کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے پیش کرو۔

۷۔ صفاتِ ایمان، بصورتِ مقررہ، مروجہ، صفت ایمان مجمل اور صفت ایمان مفصل کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے دو۔

۸۔ نمازوں کے لئے زبان سے نیت کے مروجہ الفاظ کہنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو۔

۹۔ بصورتِ مروجہ مسجدیں تعمیر کرنا، مسجدوں کے مینار، محراب اور گنبد وغیرہ بنانے کا ثبوت بھی قرونِ ثلاثہ سے پیش کرو کہ باالالتزام تم اس پر عامل ہو۔

۱۰۔ نمازوں کے لئے اوقات مقرر کرنا کہ فلاں نماز کے لئے اتنے بجے اور فلاں نماز کے لئے اتنے بج کر اتنے منٹ پر جماعت کھڑی ہوگی۔ قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تم سختی کے ساتھ اس پر عامل ہو۔

۱۱۔ موجودہ، مروجہ صورت میں مدرسے قائم کرنا، پڑھائی کے لئے اوقات مقرر کرنا، نصابِ تعلیم کا تعین، پڑھائی اور چھٹیوں کے دن مقرر کرنا، قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تم اس پر عامل ہو۔

۱۲۔ مدرسوں کے لئے چندہ مانگنا، امداد کی اپیلیں شائع کرنا، قربانی کی کھالیں جمع کرنا۔ ان کے حصول کی خاطر گلی، گلی، کوچہ بکوچہ مارے مارے پھرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تمہارا یہ دستور العمل بن چکا ہے۔

۱۳۔ علوم مروجہ صرف و نحو، فلسفہ، علم کلام اور منطق وغیرہ پڑھنے پڑھانے کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے دو کہ تمہارے مدرسوں میں پابندی سے یہ علوم مروج ہیں۔

۱۴۔ روزنامے، ہفتہ وار، پندرہ روزہ، ماہانہ اخبارات و رسائل مقررہ تاریخ و اوقات میں شائع کرنا۔ اخبارات و رسائل کے نام رکھنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تم اس پر عامل ہو۔

۱۵۔ تاریخ اور دن اور وقت مقرر کر کے جلسے منعقد کرنا، بڑے بڑے اسٹیج اور پنڈال بنانا جلسہ گاہ کی رونق بڑھانے کے لئے سینکڑوں ہزاروں بلب لگانا، جھنڈیاں لگانا، مقررین کو دعوت دے کر فیس مقرر کر کے بلانا عوام کو جلسہ میں شمولیت کے لئے شدومد کے ساتھ ترغیب دینا۔ لاؤڈ اسپیکروں سے اعلان کرتے پھرنا اشتہارات و پوسٹر شائع کر کے جلسہ کو کامیاب کرنے کی اپیلیں کرنا وغیرہ۔ مذہبی و سیاسی جلسوں و جلوسوں کے لئے اس قدر

اہتمام وتداعی کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے پیش کرو کہ یہ سب کچھ تمہارا معمول بن چکا ہے۔

۱۶۔ غلافِ کعبہ کو نمائش کے لئے بڑے اہتمام کے ساتھ شہر بہ شہر لئے پھرنا اور نذرانے وصول کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تمہارے صالحین علی الاعلان یہ سب کچھ کر چکے ہیں۔

۱۷۔ اسلام دشمن کافر لیڈروں کو اپنا راہنما بنانا۔ ان کی جماعت (ہندو کانگریس) میں باضابطہ شامل ہونا۔ ملّت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف ہندو لیڈروں سے تنخواہیں اور امدادی رقوم حاصل کرنا کفار کے مفاد میں شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ دورے کر کے تقریریں کرتے پھرنا الیکشن میں کفار کو کامیاب کرنے کی خاطر غلط بیانیاں کر کے مسلمانوں سے ووٹ مانگتے پھرنا، قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ یہ سب کچھ تم علی الاعلان کرتے رہے ہو اور اس پر تاریخ شاہد ہے۔

۱۸۔ کافر لیڈروں سے استقبال کے لئے دور دراز سے سفر کر کے پہنچنا، ان کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر ان کے گلے میں ہار ڈالنا۔ "مہاتما گاندھی کی جے" پکارنا۔ جواہر لال نہرو زندہ باد سردار پٹیل زندہ باد، سبھاش چندر بوس زندہ باد وغیرہ نعرے لگانا۔ قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تمہارے بڑے بڑے مولویوں کے یہ کرتوت تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو چکے ہیں۔

۱۹۔ ملتِ اسلامیہ کو ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں، عیسائیوں، بہائیوں اور بھنگیوں میں مدغم کرنے کی مذموم کوشش میں "متحدہ قومیت"

کا پرچار کرنا اور "ملت از وطن است" کا اعلان کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تمہارے یہ شرمناک کارنامے تمہاری پیشانیوں پر کلنک کے ٹیکے بن چکے ہیں۔

۲۰۔ کافر، بُت پرست حکمرانوں کو اپنے مذہبی مدرسہ میں دعوت دے کر بلانا (جیسے کہ مدرسۂ دیوبند کے مولویوں نے صدر بھارت ڈاکٹر راجندر پرشاد کو دعوت دے کر اپنے مدرسہ میں بلایا) اس کے اعزاز و اکرام کی خاطر بڑے اہتمام کے ساتھ مدرسے اور جلسہ گاہ کو زیب و زینت سے آراستہ و پیراستہ کرنا۔ اس کے استقبال کے لئے بے قراری کے عالم میں دوڑتے بھاگتے پھرنا۔ اس کی آمد پر اس کی تعظیم کے لئے دست بستہ و گردن شکستہ قیام کرنا۔ اس کے لئے زندہ باد کے نعرے بلند کرنا۔ اس کے لئے خطبہ استقبالیہ پڑھنا۔ اس کی مدح و ثنا میں قصیدہ خوانی کرنا وغیرہ قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو۔

۲۱۔ دُنیاوی مفادات کی خاطر دشمنِ اسلام "برٹش گورنمنٹ" کو اپنی گورنمنٹ قرار دینا۔ اُن کی وفاداری کو عین دینِ اسلام قرار دینا۔ مسلمانوں کو حکومتِ برطانیہ کی وفاداری کی تلقین کرنا۔ انگریزوں کے خلاف لڑنے کو از روئے اسلام ناجائز و حرام قرار دینا۔ قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تمہارے یہ شاہکار کارنامے تمہاری کتابوں میں مندرج ہیں۔

۲۲۔ دشمن اسلام انگریزوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی جدّ جہد

کو "غدر وبغاوت" اور انگریزوں کی حمایت میں لڑتے ہوئے مرجانے کو "شہادت قرار دینے کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے پیش کرو کہ تمہارے مولویوں کی یہ مذموم حرکتیں، تمہاری کتابوں سے بھی ثابت ہیں۔

۲۳۔ اسلام کی سربلندی کے لئے اسلامی مملکت (پاکستان) قائم کرنے کی جدوجہد کرنے والے مسلمانوں کے خلاف محاذ بنالیا۔ ان کی راہ میں روڑے اٹکانا مسلمانوں کو بُت پرست ہندوؤں کا دائمی غلام بنادینے کی سرتوڑ کوشش کرنا۔ گاندھی اور دیگر ہندو لیڈروں کو محافظ اسلام، اور قائداعظم کو کافر اعظم قرار دینے کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے پیش کرو کہ تمہارے پیشواؤں کے یہ کرتوت بھی تاریخ میں ثبت ہوچکے ہیں۔

۲۴۔ مُردہ کافر لیڈروں کی تصویر کی صدارت میں منعقدہ جلسہ میں شرکت کرنا، اس کی تصویر کو سلامی دینا۔ اس کی مدح وستائش کرنا، قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ تمہارے مولوی مُردہ سبھاش چندربوس کی تصویر کی صدارت میں یہ سب کچھ کرچکے ہیں۔ (ثبوت کے لئے فقیر کی "تالیف" "تاریخ وہابیہ" کا مطالعہ کیجئے۔)

۲۵۔ اس عقیدہ کا قرونِ ثلاثہ سے ثبوت دو کہ "نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تصور میں اپنی ہمت کو لگادینا بیل اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے" جیسے کہ تمہارے پیشوا اسماعیل دہلوی نے "صراطِ مستقیم" میں لکھا ہے۔

۲۶۔ اس عقیدے کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے پیش کرو کہ "جس کا نام

محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، نیز اس کا بھی کہ "رسول کے چاہے سے کچھ نہیں ہوتا" نیز اس کا بھی کہ "رسول کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" نیز اس کا بھی کہ "شیطان اور ملک الموت کا علم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے" نیز اس کا بھی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں مل جانے والا ہوں" (نعوذ باللہ من ذالک الھفوات) یہ باتیں وہابیہ کے پیشواؤں، اسماعیل دہلوی اور خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتابوں "تقویۃ الایمان" اور "براہین قاطعہ" میں لکھی ہیں۔ اور ان کتابوں پر وہابیہ کا ایمان ہے۔

۲۷۔ یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، قرونِ ثلاثہ سے ثابت کرو کہ یہ تمہارے مولویوں نے بڑے اصرار کے ساتھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

تمام وہابی مولویوں کو کھلا چیلنج ہے کہ وہ مندرجہ بالا امور کا ثبوت قرونِ ثلاثہ سے پیش کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دیں۔ اگرچہ اور بھی صدہا ایسے امور پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جو قرونِ ثلاثہ سے ہرگز ثابت نہیں۔ لیکن وہابیہ ان پر عامل ہیں تو بتایا جائے کہ یہ تمام امور ان کے لئے کیونکر جائز و روا ہو گئے؛

آخر فاتحہ و میلاد نے ہی ایسا کون سا گناہ کیا ہے کہ وہابیہ ان کی مذمت کرتے ہیں اور بدعتِ سیئہ، ناجائز اور حرام کہتے نہیں تھکتے۔ اور فاتحہ و میلاد کرنے والے مسلمانانِ اہلسنت کو بدعتی، فاسق، مشرک اور کافر

قرار دے کر ملتِ اسلامیہ میں فتنہ انگیزی اور انتشار و بدامنی برپا کرنے کی شرمناک حرکتوں سے باز نہیں آتے ؟

وہابی مولویوں کی سینہ زوری

وہابیوں کی منطق بھی بڑی عجیب ہے کہ یہ خود چاہے قرآن و حدیث کے صریحاً خلاف چلیں، ناجائز اعمال کے مرتکب ہوں، تمام اُمت سے مخالف عقائد رکھیں۔ خود کو بہر حال صحیح اور راہِ راست پر اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ بات بات پر ان کی رگِ نجدیت پھڑک اٹھتی ہے۔ مسلمانانِ اہلسنت سے بغض و عناد کی وجہ سے جائز و مباح اور مستحسن امور پر بھی، بدعتِ سیئہ اور شرک و کفر کے فتوے لگانے سے باز نہیں رہتے۔ مثلاً محفلِ میلاد کو بدعتِ سیئہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے دیوبندی وہابیوں کا پیشوا مفتی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے۔

"یہ محفل چونکہ زمانہ فخرِ عالم علیہ السلام اور زمانہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور زمانۂ تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہیں ہوئی۔ اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا۔ اس کو اہلِ تاریخ فاسق لکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ مجلس بدعتِ ضلالہ ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۳۳-۱۳۲)

نیز لکھتا ہے "عدمِ جواز کے واسطے یہ دلیل بس ہے کہ کسی نے قرون خیر میں اس کو نہیں کیا۔" (کتاب مذکور)

اور یہی مفتی فاتحہ کے متعلق لکھتا ہے۔

" فاتحہ مروجہ شرعاً درست نہیں ہے بلکہ بدعتِ سیئہ ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص[12])

اور سبب یہ بتایا ہے کہ " ایں طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفاء بلکہ وجود آں در قرون ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نہ شدہ۔" (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص[11])

دیوبندی مفتی کی طرح دوسرے وہابی غیر مقلدین، ندوی اور مودودی وغیرہ بھی اسی طرح کے بودے اعتراضات کے تحت فاتحہ، گیارہویں اور میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محفلوں کو بدعتِ سیئہ اور ناجائز و حرام ٹھہراتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا اور بنیادی اعتراض یہی ہے کہ چونکہ یہ کام بہیئتِ مروجہ قرونِ ثلاثہ میں نہیں ہوا اس لئے حرام ہے۔ مگر جب یہی لوگ اپنے مفادات کے تحت خود ایسے کام کرتے ہیں جو بہیئتِ مروجہ قرونِ ثلاثہ میں نہ تھے تو اپنے اس خانہ ساز اصول کو فراموش کر بیٹھتے ہیں اور قسم قسم کے حیلے بہانے تراشنے لگتے ہیں۔

مثال کے طور پر اسی دیوبندی مفتی کو ہی دیکھ لیجئے کہ کس دھڑلے سے کہتا ہے کہ محفلِ میلاد اور فاتحہ مروجہ اس لئے جائز نہیں کہ بہیئت مروجہ قرونِ ثلاثہ میں نہ تھی اور بطورِ قاعدہ کلیہ اعلان کرتا ہے کہ " عدم جواز کے واسطے یہ دلیل بس ہے کہ کسی نے قرونِ خیر میں اس کو نہیں کیا۔"

لیکن اس کے برعکس آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ یہی وہابی مفتی ذرا سے دنیاوی مفاد کی خاطر اپنی موم کی ناک کیونکر موڑ دیتا ہے۔ مدرسے

دیوبند میں یہ دستور تھا کہ جب کسی کو کوئی مُشکل یا مصیبت درپیش ہوتی تو مبلغ پندرہ روپے اس مدرسہ میں دیتا۔ اس کے معاوضہ میں دیوبندی مولوی اور طلبا مل کر بخاری شریف کا ختم پڑھ کر اس کے لئے دُعا مانگتے۔

اور چونکہ یہی دیوبندی مولوی ختم قرآن مجید کو بدعتِ سیئہ اور حرام قرار دیتے تھے اور وجہ یہ بتاتے تھے کہ ختم قرآن مجید قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہیں۔ تو کسی نے سوال کیا "کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

تو اس کے جواب میں دیوبندیوں کا یہی مُفتی فتویٰ صادر کرتا ہے کہ

"قرونِ ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکرِ خیر کے بعد دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ بدعت نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۱۰۲)

اب اسے وہابیہ کی سینہ زوری نہیں تو اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید جو مرتب کتاب کی صورت میں قرونِ ثلاثہ میں موجود تھا۔ اور باوجود اس کے کہ کھانا سامنے رکھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (جو قرآن کی آیت ہے) پڑھنا اور دُعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد و عمل سے ثابت ہے۔ ختم قرآن، بدعتِ سیئہ، ناجائز اور حرام اور موجب عذاب ہے۔ لیکن بخاری شریف جو قرونِ ثلاثہ میں موجود ہی نہیں تھی اس کا ختم جائز اور موجب دفعیۂ مصائب ہے!

مطلب یہ ہوا کہ ختم قرآن جونکہ مسلمانانِ اہلسنت کرتے ہیں۔ اس

لئے بدعتِ سیئہ اور حرام ہے اور ختم بخاری شریف چونکہ دیوبندی وہابی کرتے ہیں لہٰذا جائز ہے۔ ورنہ ختم بخاری اگر ذکرِ خیر ہے تو ختم قرآن مجید ذکرِ خیر کیوں نہیں؟ حالاں کہ کھانا سامنے رکھ کر تلاوتِ قرآن کی اصل شرع سے بالوضاحت ثابت ہے۔

اگر وہابی مولوی فاتحہ مروجہ اور محفل میلاد کو اس وجہ سے بدعتِ سئیہ اور حرام بتاتے ہیں کہ بہیئت مروجہ فاتحہ و میلاد قرونِ ثلاثہ میں نہیں تھا تو ان پر لازم ہے کہ ختم بخاری بہیئت مروجہ قرونِ ثلاثہ ہی سے ثابت کرکے اس کے جائز ہونے کا ثبوت پیش کریں۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

علمائے اہلسنّت سے مباحثہ کے دوران وہابی مولویوں کو جب کوئی راہِ فرار دکھائی نہیں دیتی تو پہلو بچانے کی خاطر کہہ دیا کرتے ہیں کہ:

"ہم نفس ذکرِ رسول کو کب منع کرتے ہیں، ہم تو اہتمام و نداعی گانے بجانے اور اختلاطِ مرد وزن کی وجہ سے محفلِ میلاد کو ناجائز و حرام کہتے ہیں۔"

مگر وہابیہ کا یہ اعتراض بھی ایک عذرِ لنگ سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ عموماً میلاد کی محفلوں میں گانا بجانا اور اختلاطِ مرد وزن ہرگز نہیں ہوتا اور اگر کہیں جہلاء کے ہاں ایسا ہوتا بھی ہو تو

علمائے اہلسنّت اسے کب جائز کہتے ہیں؟

مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ممنوعہ امور کو روکنے کے بجائے ہر محفل میلاد کو بدعتِ سیئہ اور ناجائز و حرام قرار دے دیا جائے۔ رہا اہتمام و تداعی کا اعتراض تو اس سے خود وہابی مولوی بھی محفوظ نہیں۔ غور کا مقام ہے کہ وہابیہ کے نزدیک اگر انتظامات و لوازمات محفل میلاد واقعی ناجائز و حرام ہیں تو یہ خود جو جلسے اور کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں، ان میں فرش بچھاتے، شامیانے لگاتے، سجاوٹ کے لئے جھنڈیاں لگاتے، بجلی کے سینکڑوں ہزاروں قمقمے لگاتے بڑے بڑے اسٹیج بناتے، اخبارات و رسائل میں اعلان کراتے، لاؤڈ اسپیکر سے ڈھنڈورا دیتے، قدِ آدم اشتہارات شائع و تقسیم کرکے عوام کو شرکت کی دعوت دیتے اور پُر زور اپیلیں کرتے ہیں کہ جوق در جوق شرکت فرما کر جلسہ کو کامیاب بنائیں۔ نیز اخراجات کے لئے چندہ فراہم کرتے پھرتے ہیں۔ تو یہ سب کچھ وہابیہ کے لئے کیونکر جائز ہو جاتا ہے؟

جب اہتمام و تداعی یہ خود بھی کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ بنائے مخالفت یہ امور نہیں بلکہ اصل وجہ اہلسنّت سے بغض و عناد اور ذکرِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عداوت ہے۔ کہ خواہ مخواہ واہی تباہی اعتراضات کی آڑ میں ذکرِ حبیبِ خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روکنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ محرومانِ ازلی اتنا نہیں سمجھتے کہ جس کے ذکر کو خود رب العزت بلند فرمائے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا اعلان فرما کے، اس کے ذکر کو کون روک سکتا ہے؟ آیا

یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کر کے جیت جانا چاہتے ہیں؟
اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا ہی خوب فرمایا۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں، اُسے منظور بڑھانا تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا
مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

٥

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

حرفِ آخر

بحمدہٖ تعالیٰ سوالنامہ میں مندرج سوالات کے مدلّل جوابات مکمل ہوئے اور فتوائے وہابیہ کی تردید بطریقِ احسن پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ یہ حقیقت واضح ہوچکی کہ جن دس امور کی بنا پر وہابیہ نے بکمال شقاوت، فرزندانِ توحید عاشقانِ رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم، مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کو مُشرک وکافر ٹھہرانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ان امور کی بنا پر شرک وکفر ہرگز عائد نہیں ہوتا۔ یہ محض ان کی ضد وتعصب، کج فہمی اور ان کے جہلِ مرکب میں گرفتار ہونے کا کرشمہ اور مسلکِ وہابیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ دراصل یہ لوگ اپنے پیشوا ابنِ عبدالوہاب نجدی "قرن الشیطان"، کی تقلید کرتے ہوئے سبیل المومنین سے ہٹ چکے ہیں، اُمتِ محمّدیہ سے کٹ چکے ہیں، اس کے باوجود اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ اہلِ اسلام کے مخالف ودشمن اور کفار کے ساتھی وہمنوا رہے ہیں۔ اور ان کا یہی طرزِ عمل بہ حسبِ فرمانِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے خارجی ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ فرمایا۔ یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان ۔ الحدیث (بخاری مسلم مشکوٰۃ)

"یہ لوگ اسلام کے قاتل (دشمن) ہوں گے اور بُت پرستوں سے کچھ تعرض نہ کریں گے"۔

قارئین! ان کی مسلم دشمنی اور ملت اسلامیہ کے خلاف ان کے سیاہ کارناموں کی تفصیل اور ان کی مکمل تاریخ معلوم کرنے کے لیے فقیر کی کتاب "مکمل تاریخِ وہابیہ" کا ضرور مطالعہ کریں۔ اس کتاب میں ناقابلِ تردید تاریخی حوالوں سے ان کے چہروں سے نقاب کشائی کی گئی ہے۔

نیز تعلیماتِ قرآن وحدیث میں وہابیہ کی تحریف وتلبیس اور دینی مسائل میں ان کی دھاندلیوں اور مکروفریب سے آگاہی کے لیے فقیر کی تالیف "تنویر الایمان" حصہ اول ودوم کا مطالعہ بے حد ضروری ہے کہ اس کے مطالعے سے آپ علمی رنگ میں وہابیہ کے عجیب وغریب ہتھکنڈوں سے واقفیت حاصل کرسکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

خاکپائے اولیاء، خادم اہلسنت، فقیر الی الرحمان،

الفقیر الی الرحمان

ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی

قادری، قریشی، غفرلہٗ

فاضل دارالعلوم جامعہ رضویہ فیصل آباد۔

خطیب جامع مسجد غوثیہ جھوررو ضلع سانگھڑ، سندھ

مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق، جولائی ۱۹۶۹ء

طالبِ دُعا: خاکپائے فقراء وعلماء

فقیر القادری محمد مقصود حسین نوشاہی اویسی رضوی

R-31/17 گلبرگ، گلستانِ مصطفیٰ، کراچی۔ فون: 0300-2052869